حصہ دوئم

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

مفتی عبد الباقی اخونزادہ

www.youtube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulbaqi
www.t.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

☆حصہ دوئم☆

مفتی عبد الباقی اخونزادہ

فہرست

تعارف

مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب نے ۱۹۹۴ میں جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاون۔ کراچی سے درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ جس کے بعد ۱۹۹۴۔۱۹۹۵ میں اس ہی ادارے سے تخصص فی الفقہ کیا۔ بعد ازاں ۲۰۰۱۔۲۰۰۴ تک جامعہ دارلعلوم کراچی سے تمرینِ افتاء کیا اور وفاقی اردو یونیورسٹی سے تاریخِ اسلام میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت مفتی صاحب جامعہ اسلامیہ رضیہ للبنات۔ سائیٹ کراچی میں مہتمم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مفتی صاحب واٹس ایپ کے گروپس میں شرعی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

اور مفتی صاحب کی یوٹیوب کے چینل پر مختلف سوالات کے جوابات اپلوڈ کیئے جاتے ہیں۔

Mufti Online by Mufti Abdul Baqi

http://YouTube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulBaqi

مفتی صاحب کے ٹیلی گرام چینل کا لنک

http://T.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

مفتی صاحب کا واٹس ایپ نمبر

+92-333-8129000

پیش لفظ

یہ کتاب مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب کی طرف سے اہم موضوعات اور احادیث کی صداقت کے حوالے سے کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ اہم موضوعات اور احادیث جو کہ دورِ حاضر میں خصوصاً سوشل میڈیا پر زبان زدِ عام ہیں ان کی تحقیق کی گئی ہے کہ آیا وہ صحیح ہیں یا غلط۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ اکثر اوقات سوشل میڈیا پر شیئر کیئے جانے والے موضوعات اور احادیث کی جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہ ضعیف، غیر مستند اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ جس سے عوام الناس لاعلمی کے باعث جھوٹ کے پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب نے یہ سلسلہ شروع کیا تاکہ عام مسلمان اور خصوصاً علماء کرام اس کتاب سے استفادہ حاصل کریں۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کی اہم موضوعات اور احادیث کی حوالے سے کی گئی تحقیق کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر آپ احباب میں سے کسی کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہ مہربانی اس کی نشاندہی ضرور فرمائیں۔

تنبیہات سلسلہ نمبر 51

تاریخی بڑھیا

ہماری کتابوں میں کچھ ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں مرکزی کردار ایک لاچار بڑھیا کا ہوتا ہے اور امت کے سرخیل حضرات حضور علیہ السلام یا ابوبکر صدیق یا عمر فاروق جیسے ان کی خدمت گذاری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں.

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس ایک بڑھیا کے کردار پر اتنی کہانیاں گھڑی گئی ہیں کہ بعض اوقات بیان کرنے والے بھی گڑبڑا جاتے ہیں کہ یہ کونسا واقعہ ہے اور کونسا سنانے لگے تھے.

١. کچرہ پھینکنے والی بڑھیا

یہ واقعہ اس کثرت اور شدت سے بیان کیا گیا ہے کہ اب یہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے واقعات سے بھی زیادہ بیان اور اعتماد کیا جانے والا واقعہ شمار ہونے لگا ہے.

واقعہ:

ایک بوڑھی عورت آپ علیہ السلام کے راستے میں کچرہ پھینکتی تھی، ایک بار جب کچرہ نہیں پھینکا گیا تو آپ علیہ السلام نے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ عورت بیمار ہوگئی ہے، آپ علیہ السلام اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو وہ عورت آپ کے اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئی.

واقعہ کا حکم:

یہ واقعہ بلکل من گھڑت ہے اور ایسا نہ تو مکہ میں ہوا اور نہ مدینے میں.

کچرہ پھینکنے کا اصل واقعہ:

ام جمیل ابولہب کی بیوی مکہ میں کانٹے اور کچرہ آپ علیہ السلام کے گھر کے سامنے پھینکتی تھی جس پر آپ علیہ السلام فرماتے تھے: "ای جوار هذه؟" یہ کیسا پڑوس ہے، اور سورة اللهب میں اللہ تعالی نے "حمالة الحطب" اسی عورت کے بارے میں فرمایا.

۲ . مکہ چھوڑ کر جانے والی بڑھیا

یہ بڑھیا حضور علیہ السلام کو دیکھے بغیر آپ کی دعوت سے بیزار ہو کر مکہ چھوڑنے کیلئے گھر سے نکلتی ہے اور اس کا سامان اٹھانے والا بھی کوئی نہیں، حضور اکرم اس کا سامان اٹھاتے ہیں اور یہ عورت شکریہ میں محمد سے دور رہنے کی نصیحت کرتی ہے، لیکن معلوم ہو جانے پر مسلمان ہو جاتی ہے.

واقعہ کا حکم:

یہ واقعہ بھی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں .

۳ . سامان والی بڑھیا

یہ بیچاری بڑھیا سخت دھوپ میں سامان کے ساتھ بیچ راستے میں کھڑی ہے اور کوئی سامان اٹھانے والا نہیں، اتنے میں آپ علیہ السلام اس کا سامان اٹھا کر گھر پہنچاتے ہیں اور یہ عورت محمد سے دور رہنے کا مشورہ دیتی ہے، لیکن معلوم ہو جانے پر مسلمان ہو جاتی ہے.

واقعہ کا حکم:

یہ واقعہ بھی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں.

۴. وہ بڑھیا جس کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو خدمت کیا کرتے تھے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں ایک بوڑھی عورت کی خدمت کیا کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کون کر کے جاتا ہے، اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ایسا کرنے والے ابو بکر صدیق ہیں.

اس قصے کی نسبت علامہ ابن القیم کی طرف کی جاتی ہے، لیکن یہ نسبت درست نہیں.

اس واقعے کی سندی حیثیت:

وهذه القصة لم يذكرها ابن القيم كما زعم الكاتب وهي مكذوبة لا أصل لها بهذه السياقة.

جس طرز اور انداز سے موجودہ زمانے میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ درست نہیں.

ومن السياقات المشهورة ما يلي: كان سيدنا عمر يذهب الى امرأة عجوز ليحضر لها الماء فيجد الماء قد احضر فتقول له: اشكرك لقد احضره لي ذلك الرجل حتى ان سيدنا عمر صار يراقب البيت فيقوم في الفجر فيجد الماء قد احضره سيدنا ابوبكر فقام عمر في الليل فوجد ابوبكر يحمل الماء وهو مسرع به الى بيت المراة فقال عمر: والله لن انافسك في شيئ ثاني يا ابابكر ابدا.

وهذا أيضاً كذب.

کتب میں اس واقعے کا وجود:

وأما القصة التي في الكتب فهي ما رواه ابن عساكر في تاريخ دمشق (322/30): أخبرنا أبوالقاسم الواسطي أنا أبوبكر الخطيب حدثني الحسن بن علي بن محمد الواعظ نا أبونصر إسحاق بن أحمد بن شبيب البخاري نا أبوالحسن نصر بن أحمد بن إسماعيل بن سائح بن قوامة ببخارا أنا جبريل بن مجاع الكمشاني بها نا قتيبة نا رشدين عن الحجاج بن شداد المرادي عن أبي صالح الغفاري أن عمر بن الخطاب كان يتعاهد عجوزا كبيرة عمياء في بعض حواشي المدينة من الليل فيستقي لها ويقوم بأمرها فكان

إذا جاءها وجد غيره قد سبقه إليها فأصلح ما أرادت فجاءها غير مرة كيلا يسبق إليها فرصده عمر فإذا هو بأبي بكر الصديق الذي يأتيها وهو يومئذ خليفة؛ فقال عمر: أنت هو لعمري.

فهذه هي القصة بدون الزيادات الدرامية التي يزيدها بعضهم وهي ضعيفة جداً.

جبريل هذا مجهول عين،

ورشدين متروك،

والحجاج مجهول،

وأبوصالح الغفاري لم يدرك الصديق ولا الفاروق فالسند مظلم.

سند کی کمزوری:

۱. **جبریل**: یہ راوی مجهول العين ہے، اس کی حالت کا کوئی علم نہیں.

۲. **رشدین بن سعد**: یہ راوی متروک ہے.

۳. **حجاج بن شداد المرادي**: یہ راوی مجہول ہے.

۴. **ابوصالح الغفاري**: اس راوی نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے لیکن ان کی ان حضرات سے ملاقات ثابت نہیں .

وهذا إسناد ضعيف جدا .

أبوصالح الغفاري لم يسمع من أبي بكر الصديق ولا من عمر رضي الله عنهما.

قال ابن يونس: يروي عن أبي هريرة، وهُبَيْب بن مُغْفِل، وروايته عن علي مرسلة، وما أظنه سمع منه.

"تهذيب التهذيب" (59/4)

فإذا كان لم يسمع من عليّ، فانتفاء سماعه من أبي بكر وعمر أولى.

حجاج بن شداد: مجهول.

قال ابن القطان: لا يعرف حاله.

(تهذيب التهذيب 202/2.)

رشدين بن سعد: ضعيف الحديث جدا.

ضعفه الإمام أحمد، وابن سعد، وأبوداود، وابن قانع، والدارقطني، وعمرو بن علي، وأبوزرعة، وغيرهم.

وقال أبوحاتم: منكر الحديث، وفيه غفلة، ويحدث بالمناكير عن الثقات.

وقال النسائي: متروك الحديث، لا يكتب حديثه .

"تهذيب التهذيب" (240/3-241)، "ميزان الاعتدال" (49/2)

وقد روى ابن سعد في "الطبقات" (138/3) (324/30)

خلاصہ تحقیق:

یہ واقعہ جس طرح مشہور ہے وہ درست نہیں اور جو کتابوں میں موجود ہے وہ انتہائی ضعیف نا قابل بیان ہے.

۵. بچی کی خدمت اور بکری کا دودھ دوہنا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو ایک قبیلے کی بچی نے کہا کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اب بھی ویسے ہی خدمت کرونگا اور خلافت کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں آئیگا.

وقد روى ابن سعد في "الطبقات" (138/3) (324/30) عن محمد بن عمر، بأسانيده: "أن أبابكر رضي الله عنه كَانَ يَحْلُبُ لِلْحَيِّ أَغْنَامَهُمْ، فَلَمَّا بُويِعَ لَهُ بِالْخِلافَةِ، قَالَتْ جَارِيَةٌ مِنَ الْحَيِّ: الآنَ لا تُحْلَب لَنَا مَنَائِحَ دَارِنَا. فَسَمِعَهَا أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ: بَلَى لَعَمْرِي، لأَحْلُبَنَّهَا لَكُمْ، وَإِنِّي لأَرْجُو أَنْ لا يُغَيِّرُنِي مَا دَخَلْتُ فِيهِ عَنْ خُلُقٍ كُنْتُ عَلَيْهِ. فَكَانَ يَحْلُبُ لَهُمْ. فَرُبَّمَا قَالَ لِلْجَارِيَةِ مِنَ الْحَيِّ: يَا جَارِيَةُ أَتُحِبِّينَ أَنْ أُرْغِيَ لَكِ أَوْ أُصَرِّحَ؟ فَرُبَّمَا قَالَتْ: أَرْغِ. وَرُبَّمَا قَالَتْ: صَرِّحْ. فَأَيّ ذَلِكَ قَالَتْ فَعَلَ.

اس واقعے کی تحقیق:

یہ واقعہ بھی سند کے لحاظ سے درست نہیں .

وهذه القصة أيضا ضعيفة لا تثبت.

محمد بن عمر هو الواقدي:

كذبه الإمام أحمد وغيره.

وقال أبوداود: لا أكتب حديثه، ولا أحدث عنه، ما أشك أنه كان يفتعل الحديث.

وقال بُندار: ما رأيت أكذب منه.

وقال إسحاق بن راهويه: هو عندي ممن يضع الحديث.

راجع: "تهذيب التهذيب" (326-323/9)

خلاصہ تحقیق:

اس روایت کی سند میں ایک راوی واقدی ہیں جن کو محدثین نے جھوٹا قرار دیا ہے، لہذا یہ روایت بھی درست معلوم نہیں ہوتی.

٦. تاریخی بوڑھا

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے شخص کی خدمت کیلئے جایا کرتے تھے، جب حضرت عمر اس بوڑھے شخص کے پاس پہنچے تو اس نے حضرت عمر کو دیر سے آنے پر ڈانٹا وغیرہ وغیرہ...

واقعہ کا حکم:

یہ موجودہ زمانے کے بنائے ہوئے قصوں میں سے ہے اور کتب احادیث میں ان قصوں کا کوئی وجود نہیں.

خلاصہ کلام:

آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ اس بات سے اعلی اور برتر ہیں کہ ان کے اخلاق کو ان کمزور اور من گھڑت قصوں سے ثابت کیا جائے.

آپ علیہ السلام کے اخلاق کی عظمت کیلئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے اعلان کیا:

انك لعلى خلق عظيم

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمادیا:

"خلقه القرآن"

لہذا اس طرح کے قصے پھیلانے سے اجتناب کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

٧ ذوالقعدہ ١٤٣٨

تنبیہات سلسلہ نمبر52

مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو اس بات کا مشورہ دیا کہ جس عورت سے آپ رشتہ کرنا چاہتے ہو تو اس کو ایک نظر دیکھ لو.

مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنے کے متعلق روایات:

1. إذا خطبَ أحدُكمُ المرأةَ فإنِ استطاعَ أن يَنظرَ إلى ما يدعوهُ إلى نكاحِها فليفعلْ.

-الراوي: جابر بن عبدالله.

-المحدث: ابن حزم.

-المصدر: المحلى.

-الصفحة أو الرقم:31/10.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص کہیں رشتہ بھیجے تو اگر ممکن ہو تو اس عورت کو دیکھ لے کہ جس سے اس عورت سے شادی کی چاہت پیدا ہو، تو وہ ایسا کر لے.

2. كنتُ عند النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ . فأتاه رجلٌ فأخبره أنه تزوَّج امرأةً من الأنصارِ . فقال له رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ :

" أَنظَرْتَ إليها ؟ " قال : لا . قال : " فاذهبْ فانظُرْ إليها . فإنَّ في أعيُنِ الأنصارِ شيئًا . "

- الراوي: أبو هريرة المحدث: مسلم

- المصدر: صحيح مسلم

- الصفحة أو الرقم: 1424 خلاصة حكم

المحدث: صحيح

● صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل:

٢. إذا خطب أحدكم المرأة، فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل، قال: فخطبت جارية فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها وتزوجها فتزوجتها.

-الراوي: جابر بن عبدالله.

-المحدث: أبو داود.

-المصدر: سنن أبي داود.

-الصفحة أو الرقم: 208.

٣. إذا خطبَ أحدُكمُ المَرْأَةَ، فإنِ استطاعَ أن ينظُرَ إلى ما يدعوهُ إلى نِكاحِها فليفعل، فخطبتُ جارِيةً من بني سلمَةَ، فَكنتُ أتخبَّأُ لَها حتَّى رأيتُ منها ما دعاني إلى نِكاحِها فتزوَّجتُها.

-الراوي: جابر بن عبدالله.

-المحدث: عبدالحق الإشبيلي.

-المصدر: الأحكام الصغرى.

-الصفحة أو الرقم: 606.

-خلاصة حكم المحدث: أشار في المقدمة أنه صحيح.

٤. إذا خطبَ أحدكُم المرأةَ، فإن استطاعَ أن ينظرَ إلى ما يدعوهُ إلى نِكاحِها فليفعلْ، قال جابرٌ: فخطبتُ جاريةً من بنِي سلمةَ، فكنتُ أتخبأ لها تحتَ الكربِ حتّى رأيتُ منها بعضَ ما دعاني إلى نكاحِها فتزوجتُها.

-الراوي: جابر بن عبدالله.

-المحدث: محمد ابن عبدالهادي.

-المصدر: المحرر.

-الصفحة أو الرقم:351.

-خلاصة حكم المحدث: من رواية ابن إسحاق وهو صدوق.

• ان روایات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنا عمل بتارہے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مجھے مخطوبہ کو دیکھنے کا حکم دیا تو میں نے چھپ کر اس کو دیکھا، اور بعض روایات میں ہے کہ انگور کے باغ میں چھپ کر اس خاتون کو دیکھا.

٥. رأَيْتُ محمَّدَ بنَ مسلمةَ يُطارِدُ ابنةَ الضَّحَّاكِ على إنجارٍ مِن أناجيرِ المدينةِ يُبصِرُها؛ فقُلْتُ له: أتفعَلُ هذا وأنت صاحبُ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم؟ قال: نَعم، سمِعْتُ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يقولُ: "إذا ألقى اللهُ في قلبِ امرئٍ خِطبةَ امرأةٍ فلا بأسَ أنْ ينظُرَ إليها."

-الراوي: محمد بن مسلمة.

-المحدث: ابن حبان.

-المصدر: صحيح ابن حبان.

-الصفحة أو الرقم: 4042.

-خلاصة حكم المحدث: أخرجه في صحيحه.

• ایک اور صحابی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ چھپ کر اس خاتون کو دیکھ رہے ہیں جس کو رشتے کا پیغام دیا ہے.

٦. انظر إليها؛ فإنه أحرى أن يودم بينكما، فأتى أبويها، فأخبرهما بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكأنهما كرها ذلك، فسمعت ذلك المرأة وهي في خدرها، فقالت: إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرك أن تنظر فانظر؛ وإلا فإني أنشدك؛ كأنها عظمت ذلك عليه، فنظرت إليها فتزوجتها، فذكر من موافقتها.

-الراوي: المغيرة بن شعبة.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: التعليقات الرضية.

-الصفحة أو الرقم: 2/154.

-خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح على شرطهما، وليس فيه قصة إتيانه أبويها، وله طريق أخرى.

۷. أنَّهُ خطبَ امرأةً فقالَ النَّبيُّ انظُر إليها فإنَّهُ أحرى أن يُؤدَمَ بينَكُما، فأتَى أبوَيها فأخبرَهما بقَولِ رسولِ اللَّهِ فكَأنَّهما كرِها ذلِكَ، فسمِعَت ذلِكَ المرأةُ وَهيَ في خِدرِها فقالَت: إن كانَ رسولُ اللَّهِ أمرَكَ أن تَنظُرَ فانظُرْ. قالَ المُغيرةُ: فنَظَرتُ إليها فتزوَّجتُها.

-الراوي: المغيرة بن شعبة.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: غاية المرام.

-الصفحة أو الرقم: 212.

-خلاصة حكم المحدث: صحيح.

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لڑکی والوں سے باقاعدہ لڑکی کے دکھانے کا مطالبہ کیا جو ان لوگوں کو ناگوار بھی گذرا، لیکن لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے نبی نے آپ کو دیکھنے کا حکم دیا ہے تو میں پردہ اٹھاتی ہوں، اور پردہ اٹھایا تو وہ ایک نظر دیکھ کر واپس آ گئے۔

فقہائے کرام کے اقوال:

ثم اختلفوا في القدر الذي يباح النظر إليه فوق ذلك على أربعة أقوال:

١. جمہور علمائے کرام کا قول:

مخطوبہ کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے، اس کے علاوہ جائز نہیں۔

لا ينظر إلا إلى الوجه والكفين (مذهب الحنفية والمالكية والشافعية وقول عند الحنابلة) وقالوا: لان الوجه مجمع المحاسن والكفين على خصب البدن.

٢. بعض حنابلہ کا قول:

جسم کا وہ حصہ جو عموماً ظاہر ہوتا ہے اس کا دیکھنا جائز ہے، مثلاً چہرہ ہاتھ گردن وغیرہ۔

يباح النظر إلى ما يظهر منها غالبا كالرقبة واليدين والقدمين. (مذهب الحنابلة.)

الدليل: لما أذون في النظر إليها من غير علمها علم انه أذن في النظر إلى جميع ما يظهر منها عادة.

-وما روي في ذلك أن عمر خطب بنت علي .... فهو ضعيف.

۳ . امام اوزاعی رحمہ اللہ کا قول:

سوائے اندرونی جسم کے سب کچھ دیکھنا جائز ہے .

يجوز النظر إلى ما يريد منها إلا العورة (مذهب الاوزاعي)

۴ . امام ابن حزم رحمہ اللہ کا قول:

تمام بدن کا دیکھنا جائز ہے .

يجوز النظر إلى جميع البدن (قول ابن حزم ورواية عن احمد)

☆جمہور کا قول ہی راجح ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ کا دیکھنا منع ہے .

الراجح قول الجمهور وهو جواز النظر إلى الوجه والكفين فقط.

دیکھنے کی کیفیت کیا ہونی چاہیئے:

روایات سے مندرجہ ذیل صورتیں واضح ہوتی ہیں:

۱ . لڑکی کے گھر والوں سے باقاعدہ ایک نظر دکھانے کا مطالبہ کیا جائے، جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے .

۲ . لڑکا کسی طرح چھپ چھپا کر لڑکی کو ایک نظر دیکھ لے، جیسا کہ حضرت جابر اور محمد بن مسلمہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے .

۳ . لڑکی کو باقاعدہ میک اپ وغیرہ کروا کر لڑکے کے سامنے لایا جائے، جیسا کہ آج کل عموما ہوتا ہے .

- **پہلی صورت:**

لڑکی کے گھر والوں سے باقاعدہ ایک نظر دکھانے کا مطالبہ کیا جائے، یہ عمل ابن حزم رحمہ اللہ اور موجودہ زمانے کے عرب علماء کے نزدیک جائز اور درست ہے .

•**دلیل:** مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے .

- **دوسری صورت:**

لڑکا چھپ کر اس طرح لڑکی کو دیکھ لے کہ لڑکی یا اسکے گھر والوں کو اس کا علم نہ ہو، یہ صورت جمھور علماء اور موجودہ زمانے کے اکثر علماء کی رائے ہے .

دلیل: حضرت جابر اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کا عمل ہے کہ باوجود حکم کے انہوں نے چھپ کر دیکھا، یہی بات حمیت اور غیرت کے بھی قریب ہے.

آپ علیہ السلام نے ہمیشہ رشتے کے معاملے میں خواتین کے قول پر اعتبار کیا حالانکہ آپ سے زیادہ شفیق اور مہربان امت کیلئے کوئی نہیں ہو سکتا، اور اسی میں لڑکیوں کی عزت نفس کی بھی حفاظت ہے اور گھر والوں کی عزت کا بھی پاس ہے، اور یہی بات حضرت مغیرہ کی روایت سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جب لڑکی والوں سے لڑکی دکھانے کا مطالبہ کیا تو ان کو یہ بات ناگوار گذری، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے لڑکی نے چہرہ دکھایا.

اور اسی کے مطابق تقریبا تمام دارالافتاء فتوے دے رہے ہیں.

نکاح سے قبل مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھنا:

سوال(۱۱) :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی شخص اپنی مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھ سکتا ہے، اگر نہیں تو ترمذی شریف کی اس روایت کا کیا جواب ہوگا جس میں آپ صلی للہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا حکم دیا تھا؟

الجواب باسمہ سبحانہ وتعالی:

(وباللہ التوفیق) نکاح سے پہلے مخطوبہ کو کسی بھی طرح ایک جھلک دیکھنے کی خاطب کے لئے اجازت حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقاعدہ دونوں کو آمنے سامنے بٹھا کر دکھایا جائے؛ کیوں کہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ لڑکی کے خاندان والوں کے لئے ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ حیا اور غیرت کے بھی خلاف ہے، اور اس کا دروازہ کھولنے سے بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۰/۴۸۱ ڈابھیل، احسن الفتاوی ۸/۵۲)

عن جابر بن عبداللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة، فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل۔
(سنن أبي داؤد ۱/۲۸۴ المكتبة الأشرفية، ديوبند)

قال الحافظ في الفتح، قال الجمہور : لا بأس أن ینظر الخاطب إلی المخطوبة قالوا: ولا ینظر إلی غیر وجہہا وکفیہا ...
وقال الجمہور أیضًا: یجوز أن ینظر إلیہا إذا أراد ذٰلک بغیر إذنہا۔

(فتح الملہم ۳۔۴۷۶ رشیدیة)
کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۵۔۷۔۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد (عفا اللہ عنہ)

خلاصہ کلام:

جہاں رشتہ بھیجا گیا ہو اس خاتون کو ایک نظر دیکھنے کی اگرچہ شریعت نے اجازت دے رکھی ہے، لیکن اس کیلئے کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں جو سراسر بے حیائی یا بے غیرتی کے دروازے کو کھول دے، بلکہ حکمت اور بصیرت سے ایسا راستہ اختیار کیا جائے کہ حکم بھی پورا ہو اور کسی کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 53

لوڈو کھیلنا

گذشتہ کچھ دنوں سے لوڈو کی حرمت پر مسلسل ایسے مضمون جاری کئے جارہے ہیں کہ جس میں بعض روایات کو بنیاد بنا کر ان کھیلوں کو جس میں ڈائس (چوکور گوٹی جس پر چھ نمبر لکھے ہیں) استعمال ہوتی ہے، حرام قرار دیا جاتا ہے.

اس موضوع سے متعلق روایات :

١. عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
:"مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ."

جس نے نرد (چوسر) کھیلا اس نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی.

٢. عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
"مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ."

جس نے نردشیر سے کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں لتھڑ دیئے.

٣. عَنْ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اللَّعِبِ بِالْكَعْبَيْنِ فَقَالَ: "إِنَّهَا مَيْسِرُ الْأَعَاجِمِ."
قَالَ: وَكَانَ قَتَادَةُ يَكْرَهُ اللَّعِبَ بِكُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَكْرَهَ اللَّعِبَ بِالْحَصَى.

حضور علیہ السلام سے جانور کے ٹخنے کی ہڈی سے کھیلنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عجمیوں کا جوا ہے.
(واضح رہے کہ جانور کے ٹخنے کی ہڈی سے فارس موجودہ افغانستان اور ایران میں اب بھی ایک کھیل کھیلا جاتا ہے)

٤. عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ :
"نَهى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الضَّرْبِ بِالْكِعَابِ."

آپ علیہ السلام نے ٹخنے کی ہڈی سے کھیلنے سے منع فرمایا.

٥. عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ:
"لَأَنْ أَضَعَ يَدِي فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْعَبَ بِالنَّرْدِ".

ابن عون کہتے ہے کہ ہاتھوں کو خنزیر کے خون میں رکھنا نرد کھیلنے سے بہتر ہے۔

٦. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ فَرْدِ بْنِ مَعْمَرِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:
"سَأَلْت عَائِشَةَ عَنْ النَّرْدَشِيرِ، قَالَتْ: قَبَّحَ اللَّهُ النَّرْدَشِيرَ وَقَبَّحَ مَنْ لَعِبَ بِهَا."

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے کسی نے نردشیر کھیلنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: "اللہ تعالٰی نردشیر کا بھی ناس کرے اور جو اس کو کھیلے اس کا بھی ناس کرے۔"

٧. عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: النَّرْدُ أَوْ الشِّطْرَنْجُ مِنْ الْمَيْسِرِ.

حضرت علی نے فرمایا کہ نرد اور شطرنج جوے کی قسمیں ہیں۔

٨. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:
" كَانَ إِذَا وَجَدَ نَرْدًا فِي بَيْتٍ كَسَّرَهَا وَضَرَبَ مَنْ لَعِبَ بِهَا."

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر کسی گھر میں نرد کو دیکھ لیتے تو اس کو توڑ دیتے اور کھیلنے والوں کو مارتے۔

٩. عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ:مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ قِمَارًا كَانَ كَآكِلِ لَحْمِ الْخِنْزِيرِ، وَمَنْ لَعِبَ بِهَا مِنْ غَيْرِ قِمَارٍ كَانَ كَالْمُدَّهِنِ بِوَدَكِ الْخِنْزِيرِ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ جو نرد کو جوے کے ساتھ کھیلے گا وہ خنزیر کھانے والے کی طرح ہے اور جو بغیر جوے کھیلے گا وہ خنزیر کی چربی ہاتھوں میں لگانے والے کی طرح ہے۔

١٠. عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَرَّ بِهِمْ وَهُمْ يَلْعَبُونَ بِالنَّرْدَشِيرِ عَقَلَهُمْ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر کسی کو نردشیر کھیلتے ہوئے دیکھ لیتے تو اسکو آدھا دن باندھ کر رکھنے کی سزا دیتے تھے۔

ان تمام روایات میں دو باتوں پر بہت زور دیا گیا:

۱ .نردشیر کے کھیلنے پر مطلقاً وعید بیان کی گئی.

۲ .دیگر ایسے کھیل جن پر قومیں جوا کھیلتی ہیں ان پر وعید بیان کی گئی.

نردشیر کیا ہے؟

اس کھیل کو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی قرار دیا گیا اور خنزیر کے خون میں ہاتھ رنگنے والا کہا گیا، تو اس کھیل کا تعارف کیا ہے اور اس پر شدید وعید کی وجہ کیا ہے؟

قال ابن منظور: شيءٌ يلعبُ به، فارسي معرب، وليس بعربي، وهو النردشير، فالنردُ اسمٌ عجمي معربٌ، و(شير) بمعنى حل،

ابن منظور کہتے ہے کہ یہ ایک کھیل ہے جس کو فارس کے لوگ کھیلتے ہیں

ويقول الزبيدي:

يقالُ: (النردشير)، إضافةً إلى واضعهِ أرد شير بن بابك من ملوكِ الفرسِ.

زبیدی کہتے ہیں کہ اس نام کی نسبت اس کے بنانے والے کی طرف کی گئی ہے

اردو لغات میں نردشیر کا معنی:

نرد کا معنٰی: چوسر یا شطرنج کی گوٹ یا مہرہ، شطرنج کے کھیل کا پیادہ جو صرف آگے چلتا ہے پیچھے نہیں چلتا، مراد ہبقت، پیشوائی۔ (فیروز اللغات اردو جامع صفحہ 1356 کالم 1)

تقریباً تمام علمائے اسلام نے نردشیر کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس سے اس کھیل کی قباحت واضح ہوتی ہے.

جاء في "حياة الحيوان "للدميري: وقد أغفل ابن خلكان من وصف النرد أشياء منها: أن الاثني عشر بيتًا التي في الرقعة مقسومة أربعة على عدد فصول السنة. ومنها أن الثلاثين قطعة بيض وسود كالأيام والليالي. ومنها أن الفصوص مسدسة، إشارة إلى أن

الجهات ست لا سابع لها. ومنها أن ما فوق الفصوص وتحتها كيفما وقعت سبع نقط عدد الأفلاك، وعدد الأرضين، وعدد السموات، وعدد الكواكب السيارة. ومنها أنه جعل تصرف اللاعب في تلك الأعداد لاختياره وحسن التدبير بعقله. كما يرزق العاقل شيئًا قليلا فيحسن التدبير فيه، ويرزق المفرط شيئاً كثيراً فلا يحسن التصرف فيه، فالنرد جامع لحكم القضاء والقدر وحسن التصرف لاختيار لاعبه.

علامہ دمیری رحمہ اللہ اپنی کتاب "حیات الحیوان "میں لکھتے ہیں:

۱. نردشیر میں بارہ گھروں کو چار چار کے خانے میں تقسیم کیا گیا ہے، تو گویا یہ سال کے بارہ مہینے چار موسموں کے اعتبار سے تقسیم کئے گئے.

۲. اس میں تیس خانے ہوتے ہیں، کچھ کالے اور کچھ سفید، تو یہ دن اور رات کی طرف اشارہ ہے.

۳. اس میں جو پانسہ پھینکا جاتا ہے وہ چھ کونوں والا ہوتا ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اطراف چھ ہیں: سامنے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر، نیچے.

۴. جب بھی پانسے کو پھینکا جائیگا تو اوپر اور نیچے والا عدد ملا کر ہمیشہ سات ہی آئیگا، گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ افلاک سات ہیں اور زمین اور آسمان سات ہیں.

اب کھیلنے والے کے ہاتھ میں یہ کھیل دے کر گویا اس کو زندگی اور عالم کے تصرفات کا مالک بنایا گیا، کہ جو شخص جتنی عقل مندی سے کھیلے گا ویسے ہی جیتتا رہے گا، ایسے ہی اگر عقلمندی سے زندگی گذارے گا تو زندگی اس کے قابو میں رہے گی، گویا ایک طرح سے اس کھیل کا کھیلنے والا تقدیر کا مالک بن جاتا ہے.

اس کھیل کو ایجاد کرنے والا:

النردشير المذكور في هذا الحديث ويقال له أيضا "النرد "وَهُوَ الْمُسَمَّى الآنَ بِالطَّاوِلَةِ فِي عُرْفِ الْعَامَّةِ.

وَقَدْ وُضِعَ النَّرْدُ لأَزْدَشِيرْ مِنْ وَلَدِ سَاسَانَ وَهُوَ أَوَّلُ الْفُرْسِ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ لَعِبَ بِهِ فَقِيلَ نَرْدَشِيرُ، وَجَعَلَ مَا تَأْتِي الْفُصُوصُ بِهِ مِنْ الأَعْدَادِ فِي الْكَثْرَةِ وَالْقِلَّةِ لِمَنْ يَضْرِبُ بِهَا مِثْلَ الْقَضَاءِ وَالْقَدْرِ وَتَقَلُّبِهِ فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَ تَصَرُّفَ اللاعِبِ فِي تِلْكَ الأَعْدَادِ لاخْتِيَارِهِ وَلَهُ فِيهِ

حُسْنُ التَّدْبِيرِ كَمَا يُرْزَقُ الْمُوَفَّقُ شَيْئًا يَسِيرًا فَيُحْسِنُ التَّصَرُّفَ فِيهِ، وَيُرْزَقُ الأَحْمَقُ شَيْئًا كَثِيرًا فَلا يُحْسِنُ التَّصَرُّفَ فِيهِ.

اس کھیل کو ایجاد کرنے والا ازدشیر ہے، جو ساسانی نسل میں سے تھا، اسی نے سب سے پہلے اس کھیل کو کھیلا، اسی لئے اس کھیل کا نام نردشیر پڑ گیا.

چونکہ یہ مجوسی آتش پرست لوگ تھے اور اللہ رب العزت کے منکر تھے، اسلئے اس کھیل سے دنیا پر غلبہ اور انسان کا اپنی تقدیر پر مکمل اختیار ہونے کو ظاہر کیا گیا.

موجودہ زمانے میں اس کی شکل:

النرد الوارد في الحديثِ والآثارِ ذمُّهُ هو: كعاب الدومينو.

قال الدكتور محمد رواس قلعه جي في "معجم لغة الفقهاء:(2/83) "

النرد: بفتح فسكون، لفظ معرب: لعبة تعتمد على الحظ، ذات صندوق وحجارة وزهرين. وينتقل فيها الحجارة حسبما يأتي به الزهران، وتعرف اليوم بـ (الطاولة) .... (Game at Dice) اهـ

اس کھیل کو موجودہ زمانے میں Game at Dice کہا جاتا ہے.

اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں دو انگارے اپنے ہاتھ میں لوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے ان دو ہڈیوں کو ہاتھ میں لینے سے.

ويؤيده قولُ عليّ رضي الله عنه في النرد" :لأن أقلب جمرتين أحب إليّ من أن أقلب كعبين."

رواه ابن أبي شيبة (26156)

وفي مصنف ابن أبي شيبة آثار أخر، تؤكد هذا المعنى.

فقہائے کرام کے اقوال:

١. ذكر الإمام النووي أن الجمهور قال بالحرمة.

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے کہ جمہور کا قول اس کھیل (نرد) کے بارے میں حرمت کا نقل کیا گیا ہے.

٢. وأن أباإسحاق المروزي وغيره قال بالكراهة فقط.

قلت: وقد رد العلماء على من قال بكراهته فقط.

بعض علماء نے کراہیت کا قول نقل کیا ہے:

فَقَالَ الرُّويَانِيُّ فِي الْحِلْيَةِ: أَكْثَرُ أَصْحَابِنَا عَلَى التَّحْرِيمِ، وَقَالُوا: إنَّهُ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ.
وَمِمَّا يُزَيِّفُ الْقَوْلَ بِكَرَاهَةِ التَّنْزِيهِ نَقْلُ الْقُرْطُبِيِّ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ اتِّفَاقَ الْعُلَمَاءِ عَلَى تَحْرِيمِ اللَّعِبِ بِهِ مُطْلَقًا، وَنَقْلُ الْمُوَفَّقِ الْحَنْبَلِيِّ فِي مُغْنِيهِ الإِجْمَاعَ عَلَى تَحْرِيمِ اللَّعِبِ بِهِ.
وقال الماوردي: الصَّحِيحُ الَّذِي ذَهَبَ إلَيْهِ الأَكْثَرُونَ تَحْرِيمُ اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ وَأَنَّهُ فِسْقٌ تُرَدُّ بِهِ الشَّهَادَةُ.

علامہ ماوردی، علامہ موفق حنبلی اور علامہ قرطبی رحمہم اللہ نے نردشیر (چوسر) کے کھیل کی حرمت پر امت کا اجماع نقل کیا ہے.

کیا یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟

اس بات کو بھی متفقہ طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ "گناہ کبیرہ" ہے، کیونکہ اس پر جس قدر سخت وعید وارد ہوئی ہے اس سے گناہ کبیرہ ہی سمجھ میں آتا ہے.

وبعد الحكم بحرمته هل هو من الكبائر أم من الصغائر؟ اختلفوا في ذلك، والحديث الذي معنا فيه وعيد شديد عليه.

- قال ابن حجر الهيتمي في الزواجر عَدُّه من الكبائر هُوَ ظَاهِرُ هَذِهِ الأَخْبَارِ لأَنَّ التَّشْبِيهَ الَّذِي فِيهَا يُفِيدُ وَعِيدًا شَدِيدًا.
- وَقَالَ إمَامُ الْحَرَمَيْنِ: الصَّحِيحُ أَنَّهُ مِنْ الْكَبَائِرِ، وَجَرَى عَلَى ذَلِكَ الأَذْرَعِيُّ فَقَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ عَالِمًا بِمَا جَاءَ فِيهِ مُسْتَحْضِرًا لَهُ فُسِّقَ وَرُدَّتْ شَهَادَتُهُ فِي أَيِّ بَلَدٍ كَانَ، لا مِنْ جِهَةِ تَرْكِ الْمُرُوءَةِ بَلْ لارْتِكَابِ النَّهْيِ الشَّدِيدِ.
- وَلكن الَّذِي جَرَى عَلَيْهِ الرَّافِعِيُّ وغيرهِ أَنَّهُ صَغِيرَةٌ، قال الرَّافِعِيّ مَا حَكَمْنَا بِتَحْرِيمِهِ كَالنَّرْدِ. فَهَلْ هُوَ مِنْ الْكَبَائِرِ حَتَّى تُرَدَّ الشَّهَادَةُ بِالْمَرَّةِ الْوَاحِدَةِ مِنْهُ أَوْ مِنْ الصَّغَائِرِ يَتَعَيَّنُ فِيهِ الإِكْثَارُ؟ فِيهِ وَجْهَانِ ثم اختار الثاني.

☆ تنبيه: ما سبق من اختلافهم في حكم اللعب بالنرد هل هو حرام صغيرة أو كبيرة أو مكروه، فمحل هذا الاختلاف حَيْثُ خَلا عَنْ الْقِمَارِ وَإِلا فَهُوَ كَبِيرَةٌ بِلا نِزَاعٍ، كَمَا أَشَارَ إلَيْهِ الزَّرْكَشِيُّ.

کیا بغیر جوے کے نردشیر حرام نہیں؟

قال شيخُ الإسلامِ ابنُ تيميةَ في "الفتاوى :"وَالنَّرْدُ حَرَامٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ سَوَاءٌ كَانَ بِعِوَضٍ أَوْ بغَيْرِ عِوَضٍ، وَلَكِنَّ بَعْضَ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ جَوَّزَهُ بِغَيْرِ عِوَضٍ، لِاعْتِقَادِهِ أَنَّهُ لَا يَكُونُ حِينَئِذٍ من الْمَيْسِرِ.

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نردشیر آئمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے چاہے اس میں جوا ہو یا نہیں .البتہ بعض علماء کے نزدیک بغیر عوض کے اس کا کھیلنا صرف مکروہ ہے.

گوٹیوں سے کھیلا جانے والا ہر کھیل نردشیر کے حکم میں شامل نہیں:

کسی بھی زمانے میں مطلقا ہر کھیل کو نردشیر کے ساتھ جوڑ کر اس پر حرمت کا فتوی نہیں لگایا گیا، بلکہ اصل علت کو بنیاد قرار دیا گیا ہے اور وہ علت جوا ہے، لہذا اگر کسی جائز کھیل میں جوا ہو گا تو وہ حرام ہے، اور اگر کسی کھیل میں جوا نہیں تو اس کو مطلقا حرام قرار نہیں دیا جائیگا.

☆ یہاں ایک اور علت بھی نردشیر میں سمجھ آرہی ہے اور وہ ہے تقدیر کے انکار کی شکل کا ہونا اور انسان کو متصرف مختار قرار دینا

اسی لئے علمائے کرام نے کھیلوں میں مشغولیت کیلئے چند شرائط ذکر کی ہیں:

١ .اس کی وجہ سے فرائض میں سستی نہ ہو.

٢ .اس میں جوا شامل نہ ہو.

٣ .کسی شرعی کام کی مخالفت نہ ہو.

قال الشيخ سيد سابق رحمه الله في كتابه القيم "فقه السنة:(3/514) "

والذين أباحوه اشترطوا لإباحته الشروط الآتية:

١. أن لا يشغل عن واجب من واجبات الدين.

٢. أن لا يخالطه قمار.

٣. أن لا يصدر أثناء اللعب مايخالف شرع.

لوڈو کے متعلق فتوی

سوال: لوڈو کھیلنے کا کیا حکم ہے جب کہ کوئی جوا اور شرط وغیرہ نہ رکھی جائے، نماز وغیرہ کے وقت کا بھی خیال رکھتے ہوئے لوڈو کھیل کھیلنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدا ومصليا

اگر لوڈو میں جوا نہ لگایا جائے اور اس کی عادت بھی نہ بنائی جائے اور اس میں مشغولیت کی وجہ سے کسی واجب کا ترک یا کسی حرام کا ارتکاب بھی لازم نہ آتا ہو تو اس کا کھیلنا اگرچہ جائز ہو گا، لیکن ایسے کھیل کا انتخاب کرنا چاہیئے جس میں دماغی تفریح کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش بھی ہوتی ہو، جب کہ مذکور کھیل عموماً ضیاعِ وقت کا باعث ہے۔

"هذا اذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب، وإلا فهو حرام بالإجماع".
الدر المختار (6-396)

● علامہ البانی رحمہ اللہ جیسی متشدد شخصیت نے بھی مطلقا اس طرح کے کھیلوں کو حرام قرار نہیں دیا، بلکہ لکھا ہے کہ اگر جوا نہ ہو اور تصاویر نہ ہوں تو کبھی کبھار اس طرح کے کھیل کھیلے جاسکتے ہیں، البتہ اس کو عادت بنانا اور اس میں ایسا انہماک کہ جسکی وجہ سے نمازیں اور واجبات چھوٹ جائیں یہ درست نہیں۔

قال الإمام الالباني رحمه الله تعالى جوابا على سؤال نصه:
سؤال: ما حكم لعب الورق، الشطرنج، النرد وغيرها من الألعاب؟
الجواب: لعبة الورق هي لعبة الكفار الذين مثلوا عقيدتهم وشركهم في بعض الصور التي على بعض الأوراق، فاللعب بهذا الورق بدون قمار لا يخلوا كراهة على الأقل، لما فيه من استعمال هذه الصور والإقبال والانكباب عليها .
وهذا يذكرني بما روي عن علي رضي الله عنه أنه مر بقوم يلعبون الشطرنج، فقال لهم: ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون؟.. لأنه فعلا الشطرنج فيه تماثيل كالفرس مثلا.
واللعب بالورق أنواع: بعضها قائم على إعمال العقل، والبعض الآخر قائم على الحظ فهذا النوع الأخير اى القائم على الحظ، فيه شبه بالنرد الذي جاء النص الصحيح

الصريح بتحريمه، فقد جاء في صحيح مسلم عن النبي عليه السلام أنه قال" :الذي يلعب بالنرد مثله كمثل الذي يغمس يده في لحم خنزير ودمه."

وحكم ماكان قائما على إعمال العقل هو حكم الشطرنج وهو الكراهة.

☆وننصح من كان مبتلى بلعب الشطرنج أن يقطع رؤوس هذه التمثيل الصغيرة.

فالضابط: أن أي لعب فيه تماثيل أو صور فيجب الابتعاد عنه، أما ما ليس فيه شيء من ذلك، فيجوز اللعب به أحيانا من باب الترويح عن النفس، أما أن يتخذ ديدنا بحيث يشغل وقته كله، ويشغله عن الصلاة، وعن أهله، فهذا حينئذ يعتبر كالخمر التي تصد عن ذكر الله وعن الصلاة.

خلاصہ کلام:

ہر وہ کھیل جس کی ممانعت صراحتا روایات میں موجود ہے اس کا کھیلنا منع ہے، لیکن اس کے علاوہ جو کھیل ہیں ان کو چند شرائط کیساتھ کھیلنا جائز ہے:

١ . اس کھیل کو مقصد نہ بنایا جائے.

٢ . اسکی وجہ سے کوئی شرعی واجبات فوت نہ ہوں.

٣ . اس میں اتنا انہماک نہ ہو کہ پورا دن یا پوری رات اس میں گذر جائے.

۴ . اس میں جوا نہ لگایا جائے.

۵ . وہ کھیل تفریح کا باعث تو ہو لیکن لڑائی جھگڑے کا باعث نہ بنے.

ہمارے ہاں لوڈو، کیرم بورڈ وغیرہ جیسے کھیل عموما تفریح طبع کیلئے کھیلے جاتے ہیں، لہذا اس پر چوسر کا حکم لگا کر اس کو حرام قرار دینا ہرگز درست نہیں، البتہ اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بہتر عمل نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

١٠ ذوالقعدہ ١۴٣٨ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر54

مسجد عائشہ سے عمرہ کرنا

سوال: ایک بات بہت کثرت سے گردش کررہی ہے کہ مسجد عائشہ سے عمرہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعض لوگ اس سلسلے میں کافی سختی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کو صرف شرعی عذر والی عورت کا میقات قرار دیتے ہیں.

الجواب باسمہ تعالی

اس مسئلے کے متعلق تین اقوال موجود ہیں:

١. ہر بار عمرے کیلئے حدود حرم سے نکلنا ضروری ہے. (یہ قول جمہور امت کا متفقہ قول ہے)

٢. ایک سفر میں ایک عمرہ کیا جائے، اگر دوسرا عمرہ کرنا ہے تو میقات پر جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آجائے.(یہ علامہ البانی کا قول ہے جو ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہا اللہ کی طرف منسوب ہے).

٣. میقات سے بیک وقت کئی عمروں کی نیت کی جائے اور پھر ہر عمرے کے بعد اپنے کمرے سے عمرے کی نیت کرے .(یہ قول موجودہ زمانے کے بعض علماء کی طرف منسوب ہے)

جمہور کا قول اور دلیل:

واضح رہے کہ جو شخص مکہ میں ہو اور وہ عمرہ کرنا چاہے تو اس کیلئے حدود حرم سے نکلنا ضروری ہے اور حدود حرم مختلف مقامات کی طرف مختلف ہیں، مثلا: تنعیم یعنی مسجد عائشہ، صلح حدیبیہ، عرفات، جعرانہ، وغیرہ،لہذا اگر کوئی شخص ان مقامات میں سے کسی طرف بھی نکل جائے اور احرام باندھ لے تو اس کا احرام درست ہوگا.

حدیث سے دلیل:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قُلْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ! يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ وَاحِدٍ، قَالَ" :انْتَظِرِي فَإِذَا طَهَرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي مِنْهُ ثُمَّ الْقَيْنَا عِنْدَ كَذَا وَكَذَا قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ غَدًا وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَصَبِكِ أَوْ قَالَ نَفَقَتِكِ ."

[أخرجه البخاري في كتاب العمرة، باب أجر العمرة على قدر النصب، رقم (1787) 541/1، ومسلم (1211) 877،876/2.]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام نے تنعیم بھیج کر عمرے کی نیت کروائی.

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل:

قال يحيى بن يحيى الليثي: حدثني عن مالك عن هشام بن عروة عن أبيه أنه رأى عبدالله بن الزبير أحرم بعمرة من التنعيم، قال: ثم رأيته يسعى حول البيت الأشواط الثلاثة.

[أخرجه مالك في الموطأ رقم (813) 365/1 وسنده صحيح.]

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کر رہے ہیں.

وأما ما روي عن ابن عباس أنه قال" :ياأهل مكة! من أراد منكم العمرة فليجعل بينه وبينها بطن محسر."

وقال أيضا: من أراد من أهل مكة أن يعتمر خرج إلى التنعيم ويجاوز الحرم .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اہل مکہ سے کہہ رہے ہیں کہ اگر عمرہ کرنا ہے تو مکے سے نکل جاؤ چاہے تنعیم سے ہی عمرہ کر لو.

تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے پر امت کا اجماع:

أما الإجماع : قال ابن قدامة رحمه الله: أن ميقات العمرة لمن كان بمكة سواء من أهلها أو ممن قدموا عليها هو الحل، وقال: لا نعلم في هذا خلافاً."

("المغني" لابن قدامة 111/3).

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ متفقہ بات ہے کہ اہل مکہ کیلئے عمرے کا میقات "حل" ہے.

قال ابن عبدالبر رحمه الله: ولا تصح العمرة عند الجميع إلا من الحل المكي وغير المكي، فإن بعد كان أكثر عملاً وأفضل، ويجزئ أقل الحل وهو التنعيم، وذلك أن يحرم بها من الحل فأقصاه المواقيت وأدناه التنعيم، وهذا مما لا خلاف فيه ."

("الإستذكار" لابن عبد البر 256/11)

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ مکی شخص کیلئے عمرے کا احرام حل سے باندھنا ضروری ہے، البتہ جتنی دور سے باندھے گا بہتر ہے، لیکن اگر تنعیم سے باندھ لے تو کوئی حرج نہیں.

قال الشيخ محمد الأمين بن محمد المختار الشنقيطي رحمه الله: أهل مكة يحرمون بالعمرة من الحل باتفاق الأئمة الأربعة وأصحابهم وحكى عليه غير واحد الإجماع.
("أضواء البيان "في تفسير القرآن بالقرآن، للشيخ محمد الأمين الشنقيطي 328/5) .

امین شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل مکہ کیلئے حل سے احرام باندھنا چاروں مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے۔

اجماعی اقوال:

وهو قول جمع من الصحابة، والتابعين: منهم عائشة، وعلي، وابن عباس، وأنس بن مالك، وأم الدرداء، وجابر بن عبدالله، وابن عمر، وعبدالله بن الزبير، وعكرمة، والقاسم بن محمد، ورواية عن سعيد بن جبير ومجاهد وعطاء وطاووس، وروي عن جمع من الصحابة والتابعين ممن كانوا مع عبدالله بن الزبير وقت بنائه للكعبة في أيام خلافته ولم ينقل عن أحد من الصحابة أنه خالفهم في ذلك إلا ما روي عن ابن عمر في رواية، بل وكل من كان بمكة وأراد العمرة فميقاته الحل بإجماع الأمة كما سبق، واتفق الأئمة الأربعة وأصحابهم على جواز الإحرام بالعمرة من التنعيم لمن كان بمكة سواء من أهل مكة أو قادم عليها من الآفاق وطرأت عليه نية العمرة.

مصنف ابن أبي شيبة في المصنف 157/3-158، 129،
والمبسوط للسرخسي 17/4، 29 . 30،
والهداية شرح البداية 126/1،
وبدائع الصنائع للكاساني 166/2،
والبحر الرائق لابن نجيم 43/3،
والموطأ لمالك 347/1،
والاستذكار لابن عبد البر 255/11،
والمدونة الكبرى لمالك 500/2،
وشرح الزقاني على الموطأ 354/2،
والتاج الإكليل للمواق 28/3، 137،
والفواكه الدواني للنفراوي 352/1،
والأم للشافعي 133/2

فقہائے کرام کے اقوال:

قال الشيخ الشنقيطي رحمه الله في المجلد الخامس من "أضواء البيان":

وأما إهلال المكي بالعمرة، فجماهير أهل العلم على أنه لا يهل بالعمرة من مكة، بل يخرج إلى الحل، ويحرم منه، وهو قول الأئمة الأربعة وأصحابهم، وحكى غير واحد عليه الإجماع.

☆ جمہور امت کا متفقہ اجماع اس بات پر ہے کہ عمرے کے احرام کیلئے حل میں نکلنا لازمی ہے.

قال صاحب "تبيين الحقائق "شرح كنز الدقائق في الفقه الحنفي: الوقت لأهل مكة الحرم في الحج، والحل في العمرة للإجماع على ذلك.

یہی بات فقہ حنفی میں بھی ہے.

وقال ابن قدامة في "المغني "في الكلام على ميقات المكي: وإن أراد العمرة فمن الحل، لا نعلم في هذا خلافاً .

یہی قول حنابلہ کا بھی ہے.

وقال ابن حجر في "فتح الباري "في الكلام على ميقات أهل مكة: وأما المعتمر فيجب عليه أن يخرج إلى أدنى الحل.

یہی قول شوافع کا بھی ہے.

سعودی مجلس کبار العلماء کا فتوی:

سعودی عرب کے سب سے بڑے دارالا فتاء سے یہ فتوی جاری ہوا ہے کہ تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے عمرہ کرنا بلکل درست ہے.

وقد أفتت اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء بالمملكة العربية السعودية بجواز الاعتمار من التنعيم، وهذا نص السؤال:

السؤال الرابع من الفتوى رقم (11638)

السؤال ٤:

ما حكم من أخذ عمرة لوالده بعد أن أخذ عمرة لنفسه، وأعاد عمرة أبيه من مكان الإحرام بمكة المكرمة (التنعيم)، هل عمرته صحيحة أم عليه أن يحرم من الميقات الأصلي؟

الجواب ٤:

إذا أخذت عمرة لنفسك ثم تحللت منها وأردت أن تأخذ عمرة لأبيك إذا كان ميتاً أو عاجزاً؛ فإنك تخرج إلى الحل كالتنعيم، وتحرم بالعمرة منه ولا يجب عليك السفر إلى الميقات. (وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم) .

(اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء)

(الرئيس نائب رئيس اللجنة عضو، عبدالعزيز بن عبدالله بن باز ، عبدالرزاق عفيفي ، عبدالله بن غديان)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتوی:

السؤال: ما حكم إكثار الناس العمرة بعد الحج من التنعيم والجعرانة؟

الجواب: لا حرج إذا تيسر وليس فيه زحمة ولا فيه أذى مثل ما فعلت عائشة رضي الله عنها فقد أذن لها النبي صلى الله عليه وسلم مع أنها اعتمرت قارنة، أما إذا كان زحام فالترك أفضل كما ترك الصحابة رضوان الله عليهم.

السؤال: وما الأفضل في ذلك؟

الجواب: إذا لم يكن هناك زحام يأخذ مائة عمرة كل ما تيسر أو يأخذ ألف عمرة كل ما تيسر مثل ما قال صلى الله عليه وسلم" :العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما"، وهذا يعم مائة عمرة أو ألف عمرة متى ما تيسر بغير مشقة وبغير أذى الناس.

السؤال: إذا أخذ عمرة وقت أحرم من ميقاته ثم أراد أن يأخذ عمرة ثانية فهل يرجع إلى ميقاته أو من التنعيم؟

الجواب: ما دام في مكة من التنعيم مثل ما أحرمت عائشة رضي الله عنها أو عرفة أو غيرها من الحل. [المصدر: شرح بلوغ المرام، كتاب الحج، للشيخ ابن باز (ص:6).]

شیخ ابن باز کا فتوے ہے کہ اگر کوئی شخص تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے عمرہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے.

کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل دلیل ہے؟

وسألت الشيخ ابن باز رحمه الله وأنا أمشي معه في بيته بمكة فقال لي: فعل عائشة يكفي في المشروعية، ولا نحتاج إلى فعل غيرها .

قلت: لأنه إرشاد وإقرار من صاحب الشرع، وهو عام لجميع المسلمين.

قَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ" :جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا، فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا ."رواه البخاري، وفي لفظ له ولمسلم" :فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً."

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا عمل جواز کی دلیل کیلیئے کافی ہے، اور ویسے جب بھی حضرت عائشہ صدیقہ کی وجہ سے کوئی معاملہ پیش آیا ہے تو اللہ تعالٰی نے امت کیلیئے اس میں سہولت کا معاملہ بنایا ہے.

خلاصہ کلام:

امت کے متقدمین اور متاخرین فقھائے کرام اور محدثین نے اہل مکہ کیلیئے حل سے عمرے کو جائز قرار دیا ہے، اور تنعیم (مسجد عائشہ) بھی حل کا ایک حصہ ہے، لہذا وہاں سے عمرہ کرنا بلا کراہیت جائز ہے، اور جو لوگ ممانعت کا قول کہہ رہے ہیں ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے امت کے اجماعی قول کو رد کیا جاسکے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 55

جیسے اعمال ویسے حکمران

سوال: کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں لوگ جب صبح کو بیدار ہوتے اور ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی تو یہ پوچھتے: "گذشتہ رات کون کون قتل کیا گیا؟ کس کس کو کوڑے لگے؟" ولید بن عبدالملک مال، جائیداد اور عمارتوں کا شوقین تھا، اس کے زمانے میں لوگ صبح ایک دوسرے سے مکانات کی تعمیر، نہروں کی کھدائی اور درختوں کی افزائش کے بارے میں پوچھتے تھے. سلیمان بن عبدالملک کھانے، پینے اور گانے بجانے کا شوقین تھا، اس کے دور میں لوگ ایکدوسرے سے اچھے کھانے، رقص وسرود اور ناچنے والیوں کا پوچھتے تھے. جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دور آیا تو لوگوں کے درمیان گفتگو کچھ اس قسم کی ہوتی تھی:

"تم نے قرآن کتنا یاد کیا؟ ہر رات کتنا ورد کرتے ہو؟ رات کو کتنے نوافل پڑھے ہے؟"

اس سب سے اس بات کی تصدیق ہوئی کہ عوام اپنے حکمرانوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں. ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "غالناس على دين ملوكهم." کیا یہ سب مضمون درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

اس مضمون میں دو چیزیں ہیں: ایک وہ روایت جس میں حکمرانوں کے اعمال کا عوام پر اثرانداز ہونا بتایا گیا ہے اور دوسرا مختلف حکمرانوں کے زمانے کے حالات بتائے گئے ہیں.

روایت کی تحقیق:

١. "النَّاسُ على دينِ مَليكِهِم."

-المحدث: السخاوي.

-المصدر: المقاصد الحسنة.

-الصفحة أو الرقم: 517

-خلاصة حكم المحدث: لا أعرفه حديثا.

٢. "الناسُ على دينِ ملوكِهِمْ أوْ ملكِهِمْ."
-المحدث: ملا علي قاري.
-المصدر: الأسرار المرفوعة.
-الصفحة أو الرقم: 352
-خلاصة حكم المحدث: قيل لا أصل له أو بأصله موضوع.

٣. "الناسُ على دينِ مليكِهِمْ أوْ ملوكِهِم."
-المحدث: محمد بن محمد الغزي.
-المصدر: إتقان ما يحسن.
-الصفحة أو الرقم: 660/2
-خلاصة حكم المحدث: ليس بحديث.

اس روایت میں "ابن زبالة " نامی ایک راوی ہے جس کو محدثین نے انتہائی کمزور ناقابل قبول قرار دیا ہے.

من طريق ابن زبالة وهو متروك الحديث، وهو معروف بمحمد بن الحسن بن زبالة، وهو متروك متهم.

مضمون کے واقعے کی تحقیق:

- حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ کی کتاب میں یوں نقل کیا ہے:

ولید کو تعمیرات کا شوق تھا تو لوگوں میں تعمیرات کا شوق پیدا ہوا.

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله في البداية والنهاية:
قالوا: وكانت همة الوليد في البناء وكان الناس كذلك، يلقى الرجل الرجل فيقول: ماذا بنيت، ماذا عمرت.

- سلیمان بن عبد الملک میں عورتوں کا شوق زیادہ تھا تو لوگوں میں نکاح اور باندیوں کا چرچا ہونے لگا.

وكانت همة أخيه سليمان في النساء وكان الناس كذلك، يلقى الرجل الرجل فيقول: كم تزوجت، ماذا عندك من السرارى.

- **عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا جذبہ عبادت کا تھا تو لوگوں میں وہی جذبہ پیدا ہوا.**

وكانت همة عمر بن عبدالعزيز في قراءة القرآن وفي الصلاة والعبادة؛ وكان الناس كذلك، يلقى الرجل الرجل فيقول: كم وردك، كم نقرأ كل يوم، ماذا صليت البارحة؟

- ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ جس مزاج کا ہوگا لوگوں میں وہی مزاج پیدا ہوگا، یہ بات چند لوگوں کی حد تک تو درست ہے لیکن عمومی نہیں ہے.

والناس يقولون: الناس على دين مليكهم؛ إن كان خمارا كثر الخمر وإن كان لوطيا فكذلك، وإن كان شحيحا حريصا كان الناس كذلك، وإن كان جوادا كريما شجاعا كان الناس كذلك، وإن كان طماعا ظلوما غشوما فكذلك، وإن كان ذا دين وتقوى وبر وإحسان كان الناس كذلك، وهذا يوجد في بعض الأزمان وبعض الأشخاص... والله أعلم.

اس قول کی نسبت کس کی طرف کی جاسکتی ہے

- فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ اگر میری ایک دعا یقینی قبول ہوتی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکمران زیادہ حقدار ہیں کہ ان کیلئے مانگی جائے، کیونکہ ان کے بگڑنے سے نظام بگڑتا ہے اور ان کے سنورنے سے نظام بہتر ہوتا ہے.

وروينا عن الفضيل أنه قال: لو كانت لي دعوة صالحة لرأيت السلطان أحق بها إذ بصلاحه صلاح الرعية وبفساده فسادهم.

ويتأيد بما للطبراني في الكبير والأوسط عن أبي أمامة مرفوعا: لا تسبوا الأئمة وادعوا لهم بالصلاح، فإن صلاحهم لكم صلاح.

هذا ضعيف

- بیہقی نے کعب احبار سے نقل کیا ہے کہ ہر زمانے کے بادشاہ کو اللہ تعالی اس زمانے کے لوگوں کے حالات کے مطابق بناتے ہیں، اگر اللہ تعالی نے خیر کا فیصلہ فرمادیا تو اچھے حکمران بھیج دینگے اور اگر اللہ تعالی نے ان کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی سرکش حکمران مسلط کر دیتے ہیں.

وللبيهقي عن كعب الأحبار قال: إن لكل زمان ملكا يبعثه الله على نحو قلوب أهله. فإذا أراد صلاحهم بعث عليهم مصلحا وإذا أراد هلكتهم بعث فيهم مترفيهم.

- قاسم بن مخیمرۃ کہتے ہیں کہ تمھارازمانہ تمھارابادشاہ ہے، اگر بادشاہ درست ہوا تو زمانہ درست ہو گا اور اگر بادشاہ بگڑ گیا تو زمانہ بگڑ جائیگا.

ومنه قول القاسم بن مخيمرة: إنما زمانكم سلطانكم، فإذا صلح سلطانكم صلح زمانكم وإذا فسد سلطانكم فسد زمانكم.

- شیخ نجم فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے بادشاہ کی طبیعت پر آجاتے ہیں، اگر بادشاہ علم دوست ہو گا تو لوگوں میں علم کا شوق پیدا ہو جائیگا اور اگر کسی اور چیز کا شوق ہو گا تو لوگوں میں وہ پیدا ہو گا.

قال النجم: قلت والأظهر في معنى الترجمة أن الناس يميلون إلى هوى السلطان، فإن رغب السلطان في نوع من العلم مال الناس إليه أو في نوع من الآداب والعلاجات كالفروسية والرمي صاروا إليه.

- عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بادشاہ اپنی رعایا کیلیئے بازار کی طرح ہے، جو بازار میں ملتا ہے وہی گھروں میں جاتا ہے، ایسے ہی جو بادشاہ کے پاس ہو گا وہی رعایا میں منتقل ہو گا.

قول عمر بن عبدالعزيز: إنما السلطان سوق، فما راج عنده حمل إليه.

- علامہ سخاوی نے نقل کیا ہے کہ جب کسری کا تاج حضرت عمر کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کسی امین شخص نے جمع کرایا ہے، تو کسی نے عرض کیا کہ آپ امین ہیں اسلیئے لوگوں میں امانتداری ہے، اگر آپ خائن ہوتے تو لوگوں میں خیانت آجاتی.

ونقل السخاوي عن ثالث المجالسة أن عمر بن الخطاب لما جيء بتاج كسرى وسواريه جعل يقلبه بعود في يده ويقول: والله إن الذي أدى هذا لأمين، فقال له رجل: ياأمير المؤمنين! أنت أمين الله يؤدن إليك ما أديت إلى الله فإن خنت خانوا .

- علامہ طرطوشی فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا رہتا تھا کہ تمھارے اعمال تمھارے بادشاہ ہیں، جیسے تم ہوگے ویسے ہی تمھارے بادشاہ ہونگے، پھر مجھے قرآن مجید میں یہ مضمون ملا کہ اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کرتے ہیں.

قال الطرطوشي في سراج الملوك (ص: 197): الباب الحادي والأربعون في (كما تكونوا يولى عليكم). لم أزل أسمع الناس يقولون" :أعمالكم عمالكم، كما تكونوا يولى عليكم "إلى أن ظفرت بهذا المعنى في القرآن قال الله تعالى: {وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا} (الأنعام: 129).

- اسی طرح بعض بزرگوں نے کہا کہ جب تم زمانے میں کچھ برا دیکھو تو تمھارے اعمال کی وجہ سے ہی ہے.

وكان يقال: ما أنكرت من زمانك فإنما أفسده عليك عملك.

- عبد الملک بن مروان کہتا تھا کہ اے لوگوں! تم ہم سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی سیرت مانگتے ہو اور خود کچھ عمل نہیں کرتے.

وقال عبدالملك بن مروان: ما أنصفتمونا يا معشر الرعية، تريدونا منا سيرة أبي بكر وعمر ولا تسيرون فينا ولا في أنفسكم.

خلاصہ کلام:

یہ مضمون مکمل اگرچہ کسی سے ثابت نہیں لیکن ایک روایت میں ہے " **فان صلاحہم لکم**" صلاح کہ بادشاہوں کا ٹھیک ہونا تمھارا ٹھیک ہونا ہے یہ بات ثابت ہے لہذا اس مکمل مضمون کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں البتہ امت کے اکابرین کے اقوال ضرور ہے

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 56

مردوں کی زینت داڑھی

سوال: ایک روایت داڑھی کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے کہ فرشتے اللہ کی ثناء ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ "وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے مزین کیا." کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

اس مضمون کے بارے میں جو روایات کتابوں میں موجود ہیں:

١. عن أبي هريرة قال: إن يمين ملائكة السماء: والذي زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب.

-الراوي: أبوصالح.

-المحدث: ابن عساكر.

-المصدر: تاريخ دمشق.

-الصفحة أو الرقم: 343/36

-خلاصة حكم المحدث: منكر جدا.

٢. ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحى الرجال؛

يقولون: "سبحان الذي زين الرجال باللحى، والنساء بالذوائب."

-الراوي: عائشة.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: السلسلة الضعيفة.

-الصفحة أو الرقم: 6025

-خلاصة حكم المحدث: موضوع.

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے مزین کیا."

روایات کی تحقیق:

یہ روایت مرفوعا "مسند فردوس "میں موجود ہے.

أما المرفوع: فرواه الديلمي في "الفردوس بمأثور الخطاب" (4/157 - غير المسندة) من طريق الحاكم النيسابوري (ولم يروه في المستدرك فلعله في تاريخ نيسابور) :

أخبرنا ابن عصمة: حدثنا الحسين بن داود بن معاذ حدثنا النضر بن شميل حدثنا عوف عن الحسن عن عائشة رضي اللهُ عنها مرفوعاً: "ملائكةُ السماءِ يستغفرونَ لذوائبِ النساءِ، ولحى الرجال، يقولون: سبحان الله الذي زين الرجال باللحى، والنساء بالذوائب."

حدیث کی تخریج:

اس روایت میں ایک راوی "حسین بن داؤد بن معاذ البلخی "ہے.

فآفته الحسين بن داود بن معاذ البلخي

خطیب بغدادی نے اس پر وضع کی تہمت لگائی.

اتهمه الخطيب البغدادي بوضع هذا الحديث وقال عنه: لم يكن ثقة؛ فإنه روى نسخة عن يزيد بن هارون عن حميد عن أنس، أكثرها موضوع. (انظر "تاريخ بغداد" - 8/44)

وقد ذكره المناوي في "فيض القدير" (6/14) : موقوفاً على عائشة رضي اللهُ عنه بلفظ :
"كانت عائشة تقسم فتقول: والذي زين الرجال باللحى."
ولا أعلم له أصلاً موقوفاً على عائشة رضي اللهُ عنها.

ابن جوزی اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ روایات گھڑتا تھا.

وقال عنه الحافظ ابن الجوزي في "الموضوعات" (3/439 - أضواء السلف) عنه وعن شخصين آخرين: يضعون الحديث.

امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس پر جھوٹ کی تہمت ہے.

وقال الذهبي في "المغني في الضعفاء" (1/171) : ليس بثقة، ولا مأمون، متهم.

اس روایت کو ابن عساکر نے موقوفا نقل کیا ہے .

وأما الموقوف: فرواه ابن عساكر في تاريخ دمشق (343/36): من طريق الخليل بن أحمد بن محمد بن الخليل: نا أبو عبدالله محمد بن معاذ بن فهد النهاوندي وسمعته يقول: لي مائة وعشرون سنة، وقد كتبت الحديث، ولحقت أبا الوليد الطيالسي والقعنبي وجماعة من نظرائهم، ثم ذكر أنه تصوَّفَ، ودفن الحديث الذي كتبه أول مرة، ثم كتب الحديث بعد ذلك، وذكر أنه حفظ من الحديث الأول حديثاً واحداً وهو ما حدثنا به: نا محمد بن المنهال الضرير نا يزيد بن زريع نا روح بن القاسم عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة قال" :إن يمين ملائكة السماء: والذي زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب."

اس روایت کی سند میں ایک راوی "محمد بن معاذ النھاوندی " ہے.

اس کے بارے میں امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ انتہائی کمزور ناقابل اعتبار راوی ہے.

وأما الموقوف؛ فآفته محمد بن معاذ النهاوندي فإنه واهٍ متروك. (كما قال الذهبي في "تاريخ الإسلام").

ابن عساکر کہتے ہیں یہ روایت موقوف ہونے کی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہے، کاش نہاوندی اس روایت کو بیان کرنے کے بجائے بھول ہی جاتا.

وقال الحافظ ابن عساكر: هذا حديث منكر جداً وإن كان موقوفاً، وليت النهاوندي نسيه فيما نسي، فإنه لا أصل له من حديث محمد بن المنهال.

خلاصہ کلام

داڑھی آپ علیہ السلام کی سنتوں میں سے بہترین سنت ہے، بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ داڑھی کی فضیلت میں کوئی روایت ثابت نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

١٦ ذوالقعدہ ١٤٣٨

تنبیہات سلسلہ نمبر 57

حضور علیہ السلام کا جبہ اور رومال

جبے کی روایت:

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جبہ ہدیہ کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا ہوا تھا. ایک بار ایک بھکاری نے دروازہ کھٹکھٹایا اور صدقے کا سوال کیا. آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عائشہ اس سائل کو یہ جبہ دے دو. سائل کو جب حضور علیہ علیہ السلام کا جبہ ملا تو وہ بہت خوش ہوا اور وہ بازار گیا اور آواز لگائی کہ کون حضور علیہ السلام کا جبہ خریدنے کو تیار ہے؟ لوگوں کی بھیڑ لگ گئی، ہر شخص اس جبے کو خریدنا چاہتا تھا. ایک نابینا شخص نے یہ آواز سنی اور اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ یہ جبہ میرے لئے خرید کر لاؤ چاہے کتنی بھی قیمت ادا کرنی پڑے، اگر تم نے ایسا کیا تو تم آزاد ہو، غلام بازار گیا اور جبہ خرید کر لایا. اس نابینا شخص نے جبہ لیا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس پاک اور مبارک جبے کے بدلے میری آنکھیں لوٹا دے، اتنا کہنا تھا کہ اس شخص کی بینائی لوٹ آئی، وہ شخص خوشی کے مارے دوڑتا ہوا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ سنایا اور وہ جبہ آپ علیہ السلام کو ہدیہ کر دیا.

آپ علیہ السلام ہنس پڑے اور فرمایا کہ عائشہ اس جبے کو دیکھو اس نے فقیر کو مالدار، اندھے کو بینا، غلام کو آزاد کروایا اور لوٹ کر ہمارے پاس ہی آگیا ہے.

روي أنه أهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم عباءة، احتفظت بها السيدة عائشة رضي الله عنها. دق الباب سائل يسأل رسول الله صدقة فقال: ياعائشة! أعطي السائل العباءة. أخذها السائل فرحا، وذهب إلى السوق وهو ينادي: من يشتري عباءة رسول الله ... تجمع الناس حوله كل يريد شراءها. سمع النداء رجل أعمى، فقال لغلامه: اذهب وأحضر العباءة مهما غلا ثمنها، فإن فعلت فأنت حر لوجه الله. أحضر الغلام العباءة، فأمسكها الأعمى وقال: يا رب! بحق الله عليك وبركة عباءته الطاهرة بين يدي أعد إلي بصري. فما لبث أن عاد بصره. خرج إلى رسول الله فرحاً وهو يقول: يارسول الله! عاد بصري، وإليك العباءة هدية مني، وقص عليه ما حدث. فضحك رسول الله حتى بانت نواجذه ثم قال: انظري ياعائشة إلى تلك العباءة، فقد أغنت فقيراً، وشفت مريضاً، وأعتقت عبداً، ثم عادت إلينا.

روایت کی تحقیق:

احادیث کی کسی مستند کتاب میں اس روایت کا وجود نہیں ہے، البتہ شیعوں کی کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے.

حديث موضوع مختلق لا أصل له بكتب أهل السنة ولا وجود. وهو من وضع الرافضة (قاتلهم الله) يتداولونه هم ومن لفّ لفهم.
وقد جاءت الرواية في كتابهم "بحار الأنوار "عن عقد لُفّ بعباءة أو بردة.

رومال کی روایات:

- **حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رومال جس کو آگ نہ چھو سکی:**

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا رومال تھا کہ جب وہ میلا ہو جاتا تو اسکو آگ میں ڈال دیتے تھے تو وہ دودھ کی طرح سفید ہو جاتا لیکن جلتا نہیں تھا اسلئے کہ اس رومال سے آپ علیہ السلام منہ پونچھا کرتے تھے.

أخرج أبونعيم عن عباد بن عبدالصمد قال: أتينا أنس بن مالك نسلم عليه، فقال: ياجارية! هلمي المائدة نتغدى، فأتت بها فتغدينا، ثم قال: ياجارية! هلمي المنديل، فأتت بمنديل وسخ، فقال: ياجارية! اسجري التنور، فأوقدته، فأمر بالمنديل فطرح فيه فخرج أبيض كأنه اللبَن الحَلِيب. فقلت: يا أباحمزة! ما هذا؟ قال: هذا منديل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح به وجهه، فإذا اتسخ صنعنا به هكذا، لأن النار لا تأكل شيئا مر على وجوه الأنبياء.

یہ روایت حافظ ابو نعیم نے "دلائل النبوة " میں طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے.

اس روایت کی تحقیق:

اس روایت کی سند میں ایک راوی "عبد اللہ بن محمد بن المغیرۃ الکوفی " ہیں.

عبدالله بن محمد بن المُغيرة الكوفي.

ان کے بارے میں علماء کے اقوال:

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابو حاتم اس کو قوی نہیں کہتے تھے.

قال ابن حجر العسقلاني في "لسان الميزان" (4/554) قال أبوحاتم: ليس بقوي.

ابن یونس کہتے کہ یہ "منکر الحدیث" ہے.

وقال ابن يونس: منكر الحديث.

ابن عدي کہتے تھے کہ اس کی عام روایات کہیں اور نقل نہ ہوتی تھیں.

وقال ابن عَدِي: عامة ما يرويه لا يتابع عليه.

عقیلی نے ان کا شمار ضعفاء میں کیا ہے اور فرمایا کہ اس کی روایت زیادہ تر بے اصل ہوتی ہے*.

وذكره العقيلي في "الضعفاء "فقال: سكن مصر يخالف في بعض حديثه، ويحدث بما لا أصل له.

اس روایت کی سند میں دوسرا راوی "ابو مَعمَر عباد بن عبد الصمد" ہے.

أبو مَعمَر عباد بن عبدالصمد.

☆ **ان کے بارے میں علماء کے اقوال:**

- ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے ان کو "**منکر**" اور "ضعيف جدا" قرار دیا اور فرمایا کہ اسکی کوئی صحیح روایت میرے علم میں نہیں.

قال ابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل :(6/82) "سألت أبي عنه فقال: ضعيف الحديث جدا، منكر الحديث، لا أعرف له حديثا صحيحا.

- ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نام پر کچھ اور نقل کیا کرتا تھا.

وقال ابن حبان في "المجروحين من المحدثين" (2/170) : منكر الحديث جدا، يروي عن أنس ما ليس من حديثه، وما أراه سمع منه شيئا، فلا يجوز الاحتجاج به فيما وافق الثقات فكيف إذا انفرد بأوابد.

- ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ غالی شیعہ تھا اور کمزور نا قابل اعتبار روایات نقل کرتا تھا.

وقال ابن الجوزي في "الضعفاء والمتروكين" (2/75): يروي عن أنس نسخة عامتها مناكير، وعامة ما يروي في فضائل علي، وهو غال في التشيع.

وقال ابن حجر في "لسان الميزان"(3/232) : واه.

اس روایت کی دوسری سند:

أخرجها أبوبكر الخطيب البغدادي في "تاريخ بغداد" (11/589, 590)
قال حَدَّثَنَا دِينَارٌ مَوْلَى أَنَسٍ، قَالَ: صَنَعَ أَنَسٌ لأَصْحَابِهِ طَعَامًا فَلَمَّا طَعِمُوا، قَالَ: يَاجَارِيَةُ! هَاتِي الْمِنْدِيلَ، فَجَاءَتْ بِمِنْدِيلٍ دَرِنٍ، فَقَالَ اسْجُرِي التَّنُّورَ وَاطْرَحِيهِ فِيهِ، فَفَعَلَتْ فَابْيَضَّ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ النَّارَ لا تَحْرِقُ شَيْئًا مَسَّتْهُ أَيْدِي الأَنْبِيَاءِ.

اس میں اس بات کا بیان ہے کہ آگ اس چیز کو نہیں جلاتی جسکو انبیاء علیہم السلام چھو لیں.

روایت کی (دوسری سند کی) تحقیق:

- ڈاکٹر بشار عواد کہتے ہیں کہ یہ روایت "ضعيف السند" اور "منكر المتن" ہے، ابو عمیر الانسی اور ان کے استاد دینار دونوں مجہول ہیں.

قال محقق التاريخ الدكتور بشار عواد: إسناده ضعيف ومتنه منكر، أبوعمير الأنسي وشيخه دينار مجهولان لا يعرفان.

دينار: هو أبومِكْيَس دينار بن عبدالله الحَبَشي.

- خطیب بغدادی رحمہ اللہ اس راوی یعنی "دینار" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے.

قال الخطيب البغدادي في " تاريخ بغداد "ترجمة" (4489): دينار بن عبدالله، أخبرنا عبدالله بن عدي الحافظ قال: دينار بن عبدالله يقال: كنيته أبومكيس، مولى أنس بن مالك، منكر الحديث، ضعيف ذاهب، شبه المجهول.

- ابن جوزی کہتے ہیں کہ ابن عدی اور ابن حبان نے ان کو من گھڑت روایات بیان کرنے والا بتایا ہے.

وقال ابن الجوزي في "الضعفاء والمتروكين :(1/273) "دينار بن عبدالله أبومكيس مولى أنس.

قال ابن عدي: ضعيف ذاهب.

وقال ابن حبان: دينار بن عبدالله، شيخ يروي عن أنس أشياء موضوعة، لا يحل ذكره في الكتب إلا على سبيل القدح فيه.

- امام ذھبی کہتے ہیں یہ حد اعتبار سے گرا ہوا راوی ہے.

وقال الذهبي في "المغني في الضعفاء" :(1/224) دينار "أبومكيس "ساقط.

- امام حاکم کہتے ہیں کہ اس نے ایک سو (۱۰۰) من گھڑت روایات کی نسبت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے.

وقال الحاكم: روى عن أنس قريبا من مئة حديث موضوعة.

خلاصہ کلام:

یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے درست نہیں اور نہ ہی انکا کوئی ثبوت ہے، لہذا اس کو پھیلانا بلکل ناجائز عمل ہے.

واللہ اعلم بالصواب س

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 58

خانہ کعبہ کی تعمیر

روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ رب العزت کا گھر بنا ہے جس کی خبر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں دی ہے

ان اول بيت وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعالمين

اس گھر کو بیت اللہ، کعبہ شریف بھی کہتے ہیں.

کعبہ کی وجہ تسمیہ:

اس گھر کو کعبہ کہنے کی وجہ کے بارے میں اقوال:

١. اسکو کعبہ اس کے چوکور ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں.

وقال القُونوي (أنيس الفقهاء ص127): "الكعبة: البيت الحرام، يُقال سميت بذلك لتربيعه، والتربيع جعل الشيء مربّعاً."

٢. ہر چوکور گھر کو کعبہ کہتے ہیں.

وقال الراغب (المفردات، ص 712): "الكعبة: كل بيت على هيئة التربيع، وبها سميت الكعبة."

٣. ہر وہ چیز جو اونچی ہو اس کو کعب کہتے ہیں اور کعبہ بھی اونچے مقام کی وجہ سے کعبہ کہلاتا ہے.

وقال ابن الأثير (النهاية، ص: 804): "كل شيء علا وارتفع فهو كعب، ومنه سميت الكعبة، للبيت الحرام. وقيل: سميت بها لتكعيبها، أي تربيعها."

٤. چونکہ یہ دنیا کا وسط ہے اسلئے اسکو "کعبہ" کہا جاتا ہے.

وكل شئ علا وارتفع فهو كعب، وقيل: وبه سميت الكعبة كعبة، وقيل: إنما سميت كعبة لانها وسط الدنيا، أو لانها مربعة. (مجمع البحرين - الطريحي ج: 4 ص: 48)

۵. **اس کو "بیت العتیق" بھی کہتے ہیں کیونکہ اللہ رب العزت نے اسکو ہر جابر سے آزاد رکھا ہے.**

-ایک قول یہ ہے کہ عتیق کا معنی قدیم ہے.

-ایک قول کے مطابق عتیق کا معنی یہ ہے کہ کوئی اس کا مالک نہیں بنا ہے.

-ایک اور قول کے مطابق عتیق کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کو غرق ہونے سے محفوظ رکھا ہے.

(معجم لغة الفقهاء- محمد قلعجي ص 112:)

البيت العتيق: لقب الكعبة، وقيل سميت الكعبة بذلك لان الله اعتقها من الجبابرة، وقيل: العتيق بمعنى القديم، وقيل: لانه لم يملك قط، وقيل: لانه اعتق من الغرق.

بیت اللہ کی تعمیر:

اس سلسلے میں مشہور اور غیر مشہور ہر قسم کے اقوال موجود ہیں.

مشہور اقوال میں پانچ یا چھ مرتبہ اور غیر مشہور اقوال میں دس سے زائد مرتبہ بیت اللہ کی تعمیر کا ہونا مذکور ہے.

المرَّات التي أُعِيد فيها بناء الكعبة:

في هذا السِّياق ذكَر الأزرقي: بأنَّ الكعبة بُنِيَتْ عشر مرَّات:

(الأولى) بناية الملائكة.

(الثانية) بناية آدم.

(الثَّالثة) بناية شيث ابن آدم.

(الرَّابعة) بناية ابراہیمواِسماعيل.

(الخامسة) بناية العمالقة.

(السادسة) بناية جُرهُم

(السابعة) بناية قصي.

(الثامنة) بناية قريش.

(التاسعة) بناية ابن الزبير.

(العاشرة) بناية الحجَّاج.

مِمَّا يجدر ذكرُه في هذا السِّياق أنَّ الكعبة بُنِيَتْ للمرَّة الحادية عشرةَ عام (1039هـ/1629م) في عهد السلْطان العثماني مراد الرَّابع (1032 - 105هـ/1623-1640م)، وللمرَّة الثانية عشرة عام (1417هـ/1996م) في عهد خادم الحرَمَين الشَّريفين الملك فهد بن عبدالعزيز (1402- 1436هـ/1982 - 2005م)؛ أي: بعد مرور حوالي 375 عامًا على بِناء السلطان العثماني مراد الرَّابع.

☆ **یہاں پر زیادہ مشہور اقوال ہی ذکر کئے جائینگے:**

۱. پہلی مرتبہ اس کی تعمیر فرشتوں نے کی اور آسمان میں جس جگہ "بیت المعمور" واقع ہے اس کے عین نیچے زمین پر کعبۃ اللہ کی تعمیر کی گئی.

۲. دوسری مرتبہ اس گھر کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی ہے.

حضرت آدمؑ کی تعمیر:

امام نووی نے سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خانہ کعبہ وہ پہلا گھر ہے جسے حضرت آدمؑ نے زمین پر تعمیر کیا۔ اسی طرح امام بیہقی نے "دلائل النبوہ" میں سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً یہ روایت ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے پاس جبرئیل امینؑ کو بھیج کر کعبۃ اللہ کی تعمیر اور پھر اس کے طواف کا حکم دیا۔ حضرت آدمؑ کا تعمیر کردہ بیت اللہ طوفانِ نوح تک اس زمین پر اسی جگہ موجود رہا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ طوفانِ نوح کے زمانے میں اسے اُوپر (آسمان پر) اُٹھالیا گیا اور وہاں فرشتوں کے ذریعے وہ آباد ہوگیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک یہ جگہ خالی رہی اور اس مقام پر کوئی تعمیر نہیں ہوئی۔ البتہ یہ جگہ زمین سے اُونچی تھی اور ایک ٹیلے کی شکل میں تھی، اس لیے بارش اور سیلاب کا پانی اس تک نہ پہنچتا تھا.

۳. طوفان نوح کے بعد اللہ تعالی کے حکم سے اس گھر کی تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کی ہے. جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیادوں کی نشاندہی کی اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس گھر کی تعمیر کی ہے.

الثالثة: بناه ابراہیموإسماعیل علیهما السلام، قال تعالى: { وَإِذْ يَرْفَعُ ابراہیمالْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ } (البقرة: 127). ابراہیموإسماعیل علیهما السلام وقال يرفع ابراہیموإسماعیل علیهما السلام. وقال يرفع القواعد من البيت، رفعه أي أنه كان

موجوداً لأنه كان ردما السيول تجوب من حوله، كان كالردم أي مكان مرتفع، وتهدم مع السنين وصارت الرابية والسيول تجوب من حوله من جميع نواحيه، فلما جاء إسماعيل أشار الله تعالى على ابراهيمهذا البيت، لما جاء معه جبريل وبين له مكان البيت حتى قال لهاجر: ان هذا الموضع سيبنيه ابراهيموهذا الولد هو إسماعيل.

تعمیر ابراہیمی کی صورت:

- قتادہ کی ایک روایت (جو کہ اسرائیلی روایات پر مبنی ہے) میں مذکور ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر میں پانچ پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے ہیں: طور سیناء، طور زیتا، جبل اُحد، جبل لبنان اور ثبیر، اور اسکی بنیادیں حراء پہاڑ سے بنائی گئی ہیں.

وعن قتادة: بنيت الكعبة من خمسة جبال: من طور سيناء وطور زيتا وأحد ولبنان وثبير وجعلت قواعدها من حراء.

- اس کی اونچائی سات گز رکھی گئی اور چوڑائی حجر اسود سے رکن شامی کی طرف بتیس گز، رکن شامی سے رکن عراقی تک بتیس گز، رکن عراقی سے رکن یمانی تک اکتیس گز، اور رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس گز رکھی گئی اور دروازہ زمین کے ساتھ بنایا، لیکن اس میں چوکھٹ نہیں لگائی یہاں تک کہ "تبع الحمیری" نے اس میں دروازے کے کھواڑ لگائے اور اس میں تالا لگایا اور کعبے کو مکمل غلاف پہنایا.

وجعل ابراهيمطولها في السماء سبعة أذرع وعرضها في الارض اثنين وثلاثين ذراعا من الركن الاسود إلى الركن الشمالي الذي عند الحجر. وجعل ما بين الركن الشامي إلى الركن الذي فيه الحجر اثنين وثلاثين ذراعا. وجعل طول ظهرها من الركن العراقي إلى الركن اليماني أحدا وثلاثين ذراعا. وجعل عرض شقها اليماني من الركن الاسود إلى الركن اليماني عشرين ذراعا. وجعل بابها في الارض غير مبوب حتى كان تبع الحميري هو الذي بوبها وجعل عليها غلقا فارسيا وكساها كسوة تامة.

۴. **چوتھی مرتبہ اس کی تعمیر نبوت سے پانچ سال پہلے قریش نے کی.**

المرة الرابعة لبناء البيت: لما بنته قريش في الجاهلية واشترك في ذلك النبي صلى الله عليه وسلم كان عنده خمس وثلاثون سنة، قبل المبعث بخمس سنين.

اسکی وجہ یہ بنی کہ ایک عورت خانہ کعبہ کو دھونی دے رہی تھی کہ بیت اللہ میں آگ لگ گئی، جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواریں کمزور ہو گئی تھیں تو قریش مکہ نے بیت اللہ کو بنانے کا ارادہ کیا اور اس کیلئے کعبہ کو ڈھانے کی نیت سے جب بھی اس کے قریب جاتے تو ایک اژدھا نکل آتا، پھر اللہ رب العزت نے ایک پرندے کو بھیجا جو اس اژدھے کو دور پھینک آیا۔ * اہل مکہ بیت اللہ کو گرانے سے ڈر رہے تھے تو ولید نے کہا کہ جو اصلاح کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالی اس کو ہلاک نہیں کرتے اور عباس کو لے کر بیت اللہ کو ڈھانا شروع کر دیا اور اسکو پتھروں اور لکڑی سے چھت والا بنایا اور اس کی اونچائی بیس گز رکھی، البتہ اس سے پہلے بیت اللہ کی چوڑائی ستائیس گز تھی، قریش نے اسکو اٹھارہ گز کر کے بقیہ کو حطیم بنا دیا۔ جس شخص نے بیت اللہ کی لکڑی کا کام کیا وہ "باقوم" نامی ایک نصرانی تھا۔

● **عورت والی روایت:**

أَجْمَرَتْ اِمْرَأَة الْكَعْبَة فطَارَتْ شَرَارَة مِنْ مِجْمَرهَا فِي ثِيَاب الْكَعْبَة فَاحْتَرَقَتْ، فَتَشَاوَرَتْ قُرَيْش فِي هَدْمهَا وَهَابُوهُ، فَقَالَ الْوَلِيد: إِنَّ اللَّه لَا يُهْلِك مَنْ يُرِيد الْإِصْلَاح، فَارْتَقَى عَلَى ظَاهِر الْبَيْت وَمَعَهُ الْعَبَّاس فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَا نُرِيد إِلَّا الْإِصْلَاح، ثُمَّ هَدَمَ. فَلَمَّا رَأَوْهُ سَالِمًا تَابَعُوهُ."

● **سیلاب والا قول:**

قَالَ عَبْدالرَّزَّاق وَأَخْبَرَنَا اِبْن جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ مُجَاهِد: "كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ الْمَبْعَث بِخَمْسَ عَشْرَة سَنَة.

وَذَكَرَ اِبْن إِسْحَاق: "أَنَّ السَّيْل كَانَ يَأْتِي فَيُصِيب الْكَعْبَة فَيَتَسَاقَط مِنْ بِنَائِهَا، وَكَانَ رَضْمًا فَوْق الْقَامَة، فَأَرَادَتْ قُرَيْش رَفْعهَا وَتَسْقِيفهَا، وَذَلِكَ أَنَّ نَفَرًا سَرَقُوا كَنْزَ الْكَعْبَة."

● **اژدھے والی روایت:**

فَكَانُوا كُلَّمَا أَرَادُوا الْقُرْب مِنْهُ لِهَدْمِهِ بَدَتْ لَهُمْ حَيَّة فَاتِحَة فَاهَا، فَبَعَثَ اللَّه طَيْرًا أَعْظَمَ مِنْ النَّسْر فَغَرَزَ مَخَالِبه فِيهَا فَأَلْقَاهَا نَحْو أَجْيَاد، فَهَدَمَتْ قُرَيْش الْكَعْبَة وَبَنَوْهَا بِحِجَارَةِ الْوَادِي، فَرَفَعُوهَا فِي السَّمَاء عِشْرِينَ ذِرَاعًا.

● باقوم والی روایت:

وَرَوَى سُفْيَان بْن عُيَيْنَةَ فِي جَامِعه عَنْ عَمْرو بْن دِينَار أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْد بْن عُمَيْر يَقُول: "اِسْم الَّذِي بَنَى الْكَعْبَة لِقُرَيْشٍ بَاقُوم، وَكَانَ رُومِيًّا". وَقَالَ الْأَزْرَقِي: كَانَ طُولهَا سَبْعَة وَعِشْرِينَ ذِرَاعًا، فَاقْتَصَرَتْ قُرَيْش مِنْهَا عَلَى ثَمَانِيَة عَشْر، وَنَقَصُوا مِنْ عَرْضهَا أَذْرُعًا أَدْخَلُوهَا فِي الْحِجْر."

۵. پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین کی شہادت کے بعد کی، انہوں نے خلافت کا اعلان کیا اور مکہ کو دارالخلافہ بنایا، ان کے زمانے میں خانہ کعبہ میں جب آگ لگ گئی تو انہوں نے اس کو بلکل منہدم کیا اور اس کی اصل بنیاد تک پہنچ کر پھر وہاں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور اسکو بلکل زمین سے لگا کر بنایا اور اس کا ایک دروازہ اندر داخل ہونے کیلئے اور ایک دروازہ باہر نکلنے کیلئے بنایا، یہی ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور حضور علیہ السلام کی چاہت تھی.

المرة الخامسة: التي بناها عبدالله بن الزبير، فبعد مقتل الحسين بن علي بويع بالخلافة وبايعته الحجاز كلها وهو أمير مؤمنين كان اسمه أمير المؤمنين، وكانت مكة عاصمة الخلافة، ولذلك نقض الكعبة وسبب نقضها أو بناءها أنه طارت شرارة من جبل أبي قبيس فحرقت الكعبة، فهدمتها، وفي بعض الروايات: أن امرأة كانت تبخر الكعبة بالبخور، فطار البخور وحرق الكعبة، فلما وجد بناءها تصدع قال: لو أن بيتا لأحدكم فعل به ذلك ما تركه هكذا، هيا نبني البيت، فخافوا وهربوا إلى منى، لأنهم خائفين يحدث شيء، وقفوا بعيد فنقضها حجرا حجر رضي الله تعالى عنه، حتى وصل إلى أسس البيت أو الحجارة الأساسية في أصل البيت من أسفل كان أسنان، حجار مسننة، فوضع عتلة بين حجرين فاهتزت مكة وجبالها، فكان هذا هو أساس البيت فعرف أنه الأساس فبنى عليه، فلما لم يجدوا أنه لم يحدث له شيء، فأعانوه على ذلك فبناه وأدخل حجر إسماعيل وأتم البيت، وجعل له بابا شرقيا وباب غربيا، وأصل الكعبة له بابان، باب يدخلوا منه، وباب يخرجوا منه، والصق الباب بالأصل، كي يدخل القائد ويخرج ويصلي في الكعبة، وهذا سنة النبي صلى الله عليه وسلم وسنة إبراهيم.

٦. آخری مرتبہ اسکی تعمیر حجاج بن یوسف نے عبد الملک بن مروان کے زمانے میں کی جو کہ موجودہ تعمیر ہے، اگرچہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کچھ معمولی تبدیلیاں کی گئیں لیکن اس وقت کعبہ کی موجودہ تعمیر کی اصل بنیاد حجاج بن یوسف کی تعمیر پر ہی ہے.

المرة السادسة: بناها الحجاج بن يوسف في خلافة عبدالملك بن مروان، أو نقول عبدالملك بن مروان أرجع البيت إلى الحال الذي تراه الآن.

خلاصہ کلام

اگرچہ بیت اللہ کی تعمیر کے متعلق اقوال بہت زیادہ ہیں لیکن مشہور اقوال ہماری نظر میں یہی چھ اقوال ہیں. البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب بھی تعمیر کعبہ کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد مکمل تعمیر بمعہ بنیادوں کے ہوتی ہے. موجودہ تعمیر کی بنیاد اور نقشہ حجاج بن یوسف کے زمانے کا ہے، البتہ مکمل دیواروں اور چھت سمیت اس کی تعمیر دو مرتبہ ہوئی ہے:

١. تعمیر سلطان عثمانی:

حجاج بن یوسف کی تعمیر کے تقریباً نو سو (٩٠٠) سال بعد عثمانی سلطان مراد رابع کے زمانے میں ١٩ شعبان ١٠٣٩ ہجری کو صبح ٨ بجے مکہ اور اس کے اطراف میں شدید بارش ہوئی۔ بارش کی وجہ سے سیلاب حرم شریف میں داخل ہو گیا اور کعبہ شریف کے دروازے کی چوکھٹ سے بھی بلند ہو گیا۔ دوسرے دن جمعرات کو عصر کے وقت کعبہ کی شامی دیوار دونوں طرف سے گر گئی اور اس کے ساتھ مشرقی دیوار کا کچھ حصہ بھی۔ مغربی دیوار بھی دونوں طرف سے چھٹے حصے کے بقدر گر گئی، چھت کا کچھ حصہ بھی گر گیا، چنانچہ سلطان مراد نے دوبارہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ ایک سال میں یہ تعمیر اسی طرح مکمل ہو گئی جس طرح حجاج نے بنوائی تھی۔ سلطان مراد کی تعمیر ہمارے اس دور تک باقی ہے.

٢. آل سعود کی تعمیر:

خادم حرمین شریفین فہد بن عبد العزیز کی تعمیر:

خانہ کعبہ کے متولی طہ الشیبی نے اپنے بیٹے عبد الملک الشیبی کے ساتھ مدینہ منورہ میں خادم حرمین فہد بن عبد العزیز سے ملاقات کی اور بتایا کہ کعبہ کی عمارت کمزور ہوتی جارہی ہے، لہذا اس کی مرمت کی ضرورت ہے۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ محض مرمت کر دی جائے، لیکن جب یہ محسوس کیا گیا کہ لکڑی بالکل خراب ہو گئی ہے تو مکمل عمارت کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ بن

لادن کمپنی نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے برما کے جنگلات سے بہترین لکڑی (BURMA TEAK جس میں کسی قسم کی گٹھان نہیں تھی) حاصل کی۔ اس لکڑی کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو دیمک نہیں لگتی۔ اس کے علاوہ ایسے رنگ کا انتخاب کیا گیا جس میں کسی قسم کی بُو شامل نہیں تھی، کیونکہ خانہ کعبہ عموماً سال میں دو دفعہ کھلتا ہے۔ **"غالب"** بن لادن کمپنی کی طرف سے خانہ کعبہ کی تعمیر کے کام کے نگران مقرر ہوئے، جنھوں نے بہت احتیاط سے کام کا آغاز کیا اور جہاں بھی مشکل پیش آئی استخارے سے مدد لی۔ شرک یا بدعات سے بچنے کے لئے عملے کے کسی بھی رکن کو عمارت کا کوئی پتھر یا مٹی لے جانے کی اجازت نہ دی۔ اس سے قبل خانہ کعبہ کے مطاف کی تعمیر و مرمت کا کام بھی بن لادن کمپنی کو دیا گیا تھا جنھوں نے یونان کے مشہور تھوسس آئیر لینڈ سے سفید کرسٹالینو منگوا کر مطاف میں لگایا جو کہ ہر قسم کی گرمی میں ٹھنڈا رہتا ہے۔ ۱۹۷۹ء میں احمد بن ابراہیم نے شاہ خالد بن عبد العزیز کی خواہش پر خانہ کعبہ کے دروازے کو ۳۰۰ کلوگرام سونے سے بنوا کر لگایا تھا۔ اس لئے اسے جوں کا توں رکھا گیا۔ خانہ کعبہ کے اندر بھی ایک دروازہ ہے جسے بابِ توبہ کہتے ہیں۔ اس دروازے سے چھت پر جایا جاتا ہے۔ چھت پر جانے والی سیڑھی ترکی سے بنوائی گئی ہے جس کے قدمچے کرسٹل کے بنے ہوئے ہیں، البتہ باقی فریم عمدہ اسٹیل سے بنایا گیا ہے۔ فرش پر سفید ماربل استعمال کیا گیا ہے اور فرش کے درمیان ہرے ماربل سے نقش بنائے گئے ہیں۔ دیوار کے نچلے حصے میں ہرا ماربل استعمال کیا گیا ہے، جب کہ اُوپر کے حصے میں ہلکے سفید رنگ کا ماربل استعمال کیا گیا ہے۔ آدھی دیوار ماربل کی ہے اور اُوپر والے حصے میں کڑھا ہوا ہرا کپڑا لگایا گیا ہے جو کہ خادم حرمین شریفین خالد بن عبد العزیز کا عطا کردہ ہے۔ ماضی کی طرح دو چھتیں رکھی گئی ہیں۔ پہلی چھت لکڑی کی ہے اور دوسری چھت بھی لکڑی کی ہے لیکن وہ واٹر پروف ہے اور اس پر ماربل لگا دیا گیا ہے.

لیکن ان دونوں کو تعمیر سے زیادہ ترمیم اور تجدید کہا جاسکتا ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 59

وطن کی محبت

گذشتہ کچھ عرصے سے جب بھی یوم آزادی کے مہینے کا آغاز ہوتا ہے تو ایک روایت کثرت سے پھیلائی جاتی ہے: "حب الوطن من الإيمان" **"وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے"** اور اسکو باقاعدہ تقریروں کا موضوع بنایا جاتا ہے.

روایت کی تحقیق:

۱. **حبُّ الوطنِ منَ الإيمانِ.**

المحدث: الصغاني.

المصدر: موضوعات الصغاني.

الصفحة أو الرقم: 53

خلاصة حكم المحدث: موضوع

۲. **حبِّ الوطنِ منَ الإيمانِ.**

المحدث: السخاوي.

المصدر: المقاصد الحسنة.

الصفحة أو الرقم: 218

خلاصة حكم المحدث: لم أقف عليه.

۳. **حبُّ الوطنِ من الإيمانِ.**

المحدث: السيوطي.

المصدر: الدرر المنتثرة.

الصفحة أو الرقم: 65

خلاصة حكم المحدث: لم أقف عليه.

۴. **حبُّ الوطنِ مِنَ الإيمانِ.**

المحدث: ملا علي قاري.

المصدر: الأسرار المرفوعة.

الصفحة أو الرقم: 189

خلاصة حكم المحدث: قيل لا أصل له أو بأصله موضوع.

☆ **تمام محدثین نے اس روایت کو موضوع اور بے اصل قرار دیا ہے.**

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے البتہ اس کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ روایت اگرچہ صحیح نہیں لیکن اسکا معنی درست ہے.

وقال في المقاصد: لم أقف عليه، ومعناه صحيح.

علماء کی ایک جماعت نے علامہ سخاوی رحمہ اللہ کے اس قول کو قبول نہیں کیا بلکہ ایمان اور وطن کی محبت کے درمیان تعلق سے انکار کیا ہے.

ورد القاري قوله:(ومعناه صحيح) بأنه عجيب، قال: إذ لا تلازم بين حب الوطن وبين الإيمان.

وطن کی محبت کے متعلق روایات:

اس موضوع پر جتنی روایات صراحت کے ساتھ موجود ہیں وہ تمام روایات سند کے لحاظ سے درست نہیں، البتہ مختلف روایات سے علماء نے وطن کی محبت کا نتیجہ اخذ کیا ہے:

١. **ما أطيبَكِ مِن بلدةٍ وأحَبَّك إليَّ، ولولا أنَّ قومي أخرَجوني منكِ ما سكَنْتُ غيرَكِ.**

الراوي: عبدالله بن عباس.

المحدث: ابن حبان.

المصدر: صحيح ابن حبان.

الصفحة أو الرقم: 3709

أخرجه في صحيحه.

ہجرت کے موقعے پر مکہ کو مخاطب کرکے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور میرا محبوب شہر ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی میں کہیں اور نہ رہتا.

٢. **اللَّهمَّ حبِّبْ إلينا المدينةَ كما حبَّبْتَ إلينا مكَّةَ وأشَد. اللَّهمَّ بارِكْ لنا في صاعِها ومُدِّها وانقُلْ وباءَها إلى مَهْيَعةَ. (وهي الجُحفةُ)**

الراوي: عائشة.

المحدث: ابن حبان.

المصدر: صحيح ابن حبان.

الصفحة أو الرقم: 5600

خلاصة حكم المحدث: أخرجه في صحيحه.

ہجرت کے بعد آپ علیہ السلام نے مدینے کیلئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دل میں مکہ کی محبت سے زیادہ فرمادے۔

۳. **قال الإمام البخاري رحمه الله تعالى في صحيحه :**

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ المَدِينَةِ، أَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا".

قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: زَادَ الحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ: حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام جب سفر سے واپسی پر مدینہ تشریف لاتے تو مدینے کے راستے یا مکانات نظر آتے ہی آپ علیہ السلام اپنی سواری کو مدینے کی محبت میں تیز کر دیتے۔

وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى في الفتح :

"فيه دلالة على فضل المدينة، وعلى مشروعية حب الوطن، والحنين إليه."

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مدینے کی فضیلت کے ساتھ ساتھ وطن کی محبت اور اس کی طرف شوق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

وقال الإمام ابن بطال المالكي رحمه الله تعالى في شرحه على صحيح البخاري :

قوله: (من حبها) يعنى لأنها وطنه، وفيها أهله وولده الذين هم أحب الناس إليه، وقد جبل الله النفوس على حب الأوطان والحنين إليها، وفعل ذلك عليه السلام، وفيه أكرم الأسوة، وأمر أمته سرعة الرجوع إلى أهلهم عند انقضاء أسفاره.

- ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاں انسان کے گھر والے ہوتے ہیں اس وطن سے قدرتی طور پر محبت کا ہونا اور وہاں لوٹ کر آنے پر خوش ہونا فطری عمل ہے، اور اسی کی آپ علیہ السلام نے امت کو تعلیم دی ہے۔

۴. **فقال له ورقة هذا الناموس الذي نزله الله به على موسى يا ليتني فيها جذع ليتني أكون حيا إذ يخرجك قومك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أو مخرجي هم؟"**

قال: نعم، لم يأت رجل قط بمثل ما جئت به إلا عودي وإن يدركني يومك أنصرك نصرا مؤزرا. (صحيح البخاري، جزء: 1 صفحة: 4)

قال السهيلي: يؤخذ منه شدة مفارقة الوطن على النفس فإنه صلى الله عليه وسلم سمع قول ورقة أنهم يؤذونه ويكذبونه فلم يظهر منه انزعاج لذلك، فلما ذكر له الإخراج تحركت نفسه لذلك لحب الوطن والفته، فقال: "أو مخرجي هم؟"
(فتح الباري لابن حجر، جزء 12، صفحة: 359)

جب آپ علیہ السلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ علیہ السلام کو بتایا کہ آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی اور آپ کو اذیت دے گی اور آپ علیہ السلام کو اس شہر سے نکالے گی، تو آپ علیہ السلام نے ان تمام باتوں میں سے وطن کے نکالنے پر ردعمل کا اظہار فرمایا کہ باقی تکالیف سہہ لی جاتی ہیں لیکن وطن کی جدائی سہنا مشکل ہے۔

خلاصہ کلام

جیسا کہ پہلے کہا جاچکا کہ اس باب کی روایات درست نہیں اور بقیہ روایات کی تشریح میں بھی علماء کے اقوال مختلف ہیں. البتہ وطن کی محبت ایک فطری بات ہے اور انسان کا اپنے وطن کے ساتھ وفادار رہنا انسانیت کا اعلی مقام ہے. لیکن وطن کی محبت فقط کسی خاص دن کسی مخصوص حلیے میں آنے کا نام نہیں ہے، بلکہ وطن کی محبت اس وطن کے ہر ذرے سے محبت کا نام ہے. اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنے وطن میں اسلامی احکامات کو زندہ کرنے کی محنت کا نام ہے، اپنے گھر کو صاف رکھنے کے ساتھ ساتھ وطن کو ہر قسم کی گندگی اور برائی سے پاک کرنے کا نام ہے، ہر قانون جو اللہ رب العزت کے قانون سے نہ ٹکرائے اس قانون کی پاسداری کا نام وطن کی محبت ہے .اور مسلمان کیلئے پورا عالم اسلام ایک وطن اور ایک جان کی طرح ہے، لہذا پورے عالم اسلام کی حفاظت کیلئے دعا کرنے کا نام وطن کی محبت ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 60

مقام ابراہیم کو چھونا یا چومنا

مسجد حرام روئے زمین پر اللہ رب العزت کا سب سے عظیم گھر ہے جس میں اللہ رب العزت نے اپنی عظیم نشانیاں رکھی ہیں، ان ہی میں سے ایک عظیم نشانی "مقام ابراہیم" بھی ہے، جس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا: "ان اول بیت وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعالمين○ فيه آيات بينات مقام ابراهيم" سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے، اس میں واضح نشانیوں میں سے مقام ابراہیم ہے.

مقام ابراہیم کی تاریخی حیثیت:

مقام ابراہیم کی تاریخی حیثیت کے بارے میں کچھ باتیں مشہور ہیں:

١. **ایک یہ کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے، اور اس پتھر پر آپ کے قدموں کے نشان ثبت ہو گئے.**

مقام ابراهيمهو "الحجر الذي كان يقف عليه، فلما ارتفع البناء عن قامته وضع له ولده هذا الحجر المشهور ليرتفع عليه لما تعالى البناء ... وقد كانت آثار قدمي الخليل عليه السلام باقية في الصخرة إلى أول الإسلام. (البداية والنهاية 163/1).

- قال ابن حجر: الْمُرَاد بِمَقَامِ ابراهيمالْحَجَر الَّذِي فِيهِ أَثَر قَدَمَيْهِ.
- وقال ابن كثير:

"وكانت آثار قدميه ظاهرة فيه ولم يزل هذا معروفا تعرفه العرب في جاهليتها، وقد أدرك المسلمون ذلك فيه أيضا، كما قال أنس بن مالك: رأيت المقام فيه أصابعه عليه السلام وأخمص قدميه؛ غير أنه أذهبه مسح الناس بأيديهم.

٢. **ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالی کے حکم پر لوگوں کو حج کی دعوت دی.**

ومن فضائله: أن ابراهيمعليه السلام وقف عليه كما أمره الله عزوجل وأذن في الناس بالحج.

فقد روى الفاكهي عن ابن عباس رضي الله عنهما: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لما فرغ ابراهيمعليه السلام من بناء البيت أمره الله عزوجل أن ينادي في الناس بالحج، فقام على المقام، فقال: ياأيها الناس إن ربكم قد بنى بيتًا فحجوه.

۳. کہ تمام مشاعر وہ مقام ابراہیم ہیں.

وقيل: إن مقام ابراهيمهي كل المشاعر، لكن المشهور هو الأول أنها الصخرة.

مقام ابراہیم کا مقام:

مقام ابراہیم ابتداء میں بیت اللہ سے جڑا ہوا تھا اور لوگ یہیں پر طواف کی نماز پڑھتے تھے، لیکن طواف کرنے والوں کیلئے جب اس میں دقت پیدا ہونے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مقام ابراہیم کو بیت اللہ سے کچھ فاصلہ پر کر دیا گیا اور اس مقام پر لایا گیا جہاں پر آج موجود ہے۔ پھر بعد کے زمانوں میں اس پر ایک کمرہ بنایا گیا، لیکن جب سعودی تعمیرات شروع ہوئیں تو کمرے کو ہٹا کر اس جگہ شیشے کا خول بنایا گیا.

كانت في الأول هذه الصخرة ملاصقة للكعبة ويصلي عندها الناس فيحصل زحام بين الطائفين والمصلين، ثم في خلافة عمر بن الخطاب رضي الله عنه فصل هذه الصخرة عن البيت وجعلها في مكانها الذي هو موجود الآن، وفي عمارات المسجد الحرام بُني عليها غرفة وجُعل عندها مكان للصلاة، ولما جاءت العمارة السعودية هدمت هذه الغرفة لتوسعة المطاف وأرادوا نقل المقام إلى مكان آخر خارج المطاف بسبب الزحام وحصل في ذلك أخذٌ ورد ما بين مجيز ومانع ولما رأوا الخلاف أخذوا رأياً وسطاً وهو أن يزال المبنى ويوضع حاجزاً زجاجياً وهو الموجود الآن.

کیا موجودہ مقام ہی مقام ابراہیم ہے؟

شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ مقام ابراہیم تو یہی ہے لیکن یہ جو قدموں کے نشان ہیں اس کے بارے میں یقینا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی ہیں، بلکہ یہ تو بعد کے زمانے میں صرف علامت کے طور پر لگائے گئے ہیں، اور حضرت ابراہیم کے پیروں کے نشان زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ مٹ گئے ہیں .

وقال الشيخ ابن عثيمين:

لا شك أن مقام ابراہیمثابت وأن هذا الذي بني عليه الزجاج هو مقام إبراهيم، لكن الحفر الذي فيه لا يظهر أنها أثر القدمين، لأن المعروف من الناحية التاريخية أن أثر القدمين قد زال منذ أزمنة متطاولة، ولكن حفرت هذه أو وضعت للعلامة فقط، ولا يمكن أن نجزم بأن هذا الحفر هو موضع قدمي ابراہیمعليه الصلاة والسلام.

مقام ابراہیم کے فضائل:

۱. سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس کے قریب نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے.

من فضائله: أن الله تعالى أمر المسلمين باتخاذه مصلى في الحج والعمرة، وذلك في قوله تعالى: {وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ ابراہیممُصَلًّى} (البقرة: 125)

۲. یہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے، اگر اللہ رب العزت اس کے نور کو ختم نہ فرماتے تو اس کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اٹھتے.

ومن فضائله: أنه ياقوتة من يواقيت الجنة.

فقد روى الإمام أحمد والترمذي وابن خزيمة وابن حبان والحاكم عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما أنه قال: أنشد بالله ثلاثًا ووضع أصبعه في أذنيه، لسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول: «إن الركن والمقام ياقوتتان من ياقوت الجنة، طمس الله نورهما، ولولا أن الله طمس نورهما لأضاءتا ما بين المشرق والمغرب.

۳. مقام ابراہیم اور حجر اسود جنت کے جواہر میں سے ہیں.

قد رواه الأزرقي وغيره باسناد صحيح عن عبدالله بن عمرو وروي باسناد صحيح عن ابن عباس قال: ليس في الأرض من الجنة إلا الركن الأسود والمقام؛ فإنهما جوهرتان من جواهر الجنة؛ ولولا ما مسهما من أهل الشرك ما مسهما ذو عاهة إلا شفاه الله عزوجل.

مقام ابراہیم کے پاس کرنے کا عمل:

آپ علیہ السلام نے طواف کے بعد اس مقام پر دو رکعت نماز پڑھی ہے.

وأخرج البخاري (395) عن عبدالله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما أنه قال:
قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ المَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالمَرْوَةِ، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

وأخرج مسلم (1218) وأبوداود (1905) والنسائي (2939) والترمذي (856)
عن جابر بن عبدالله الأنصاري رضي الله عنهما أنه قال في شأن حجة الوداع مع النبي صلى الله عليه وسلم:
حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ، اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ نَفَذَ إِلَى مَقَامِ ابراہیمعَلَيْهِ السَّلَام فَقَرَأَ: {وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ ابراہیممُصَلًّى}، وكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ: {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} وَ {قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ}، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا.

مقام ابراہیم کو چومنا اور ہاتھ لگانا:

- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو دیکھا کہ مقام ابراہیم کو ہاتھ لگا رہے تھے تو فرمایا کہ تمہیں یہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، ہاتھ لگانے کا نہیں۔

إذ قال عبدالرزاق الصنعاني رحمه الله في "مصنفه": (8958)
عن الثوري عن نُسير بن ذُعلوق: أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَأَى النَّاسَ يَمْسَحُونَ الْمَقَامَ فَنَهَاهُمْ، وَقَالَ: إِنَّكُمْ لَمْ تُؤْمَرُوا بِالْمَسْحِ، وَقَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالصَّلَاةِ. وإسناده صحيح.
وأخرج ابن أبي شيبة في "مصنفه" (15512) والفاكهي في "تاريخ مكة" (1004)

- عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقام ابراہیم کو چھونا یا چومنا کوئی عمل نہیں۔

مفتي المسلمين في المناسك التابعي عطاء بن أبي رباح رحمه الله.
إذ قال عبدالرزاق الصنعاني رحمه الله في "مصنفه" (8957)
عن ابن جريج قال: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَرَأَيْتَ أَحَدًا يُقَبِّلُ الْمَقَامَ أَوْ يَمَسُّهُ؟ فَقَالَ: أَمَّا أَحَدٌ يُعْتَبَرُ بِهِ فَلَا. وإسناده صحيح.
وأخرج الفاكهي في "أخبار مكة" (1005) من طريق ابن جريج نحوه.
وقال الفاكهي رحمه الله أيضاً (1006:)

حدثنا محمد بن علي الشَّقِيقِي قال: سمعت أبي يقول: أخبرنا أبوحمزة عن ابراهيمالصائغ عن عطاء: أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُقَبِّلَ الرَّجُلُ الْمَقَامَ أَوْ يَمْسَحَهُ. وإسناده حسن.

- تابعی جلیل قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھنے کا حکم ملا ہے، اسکو چھونے کا حکم نہیں.

قال الإمام التابعي قتادة:

أمروا أن يصلوا (يعني: ركعتي الطواف) عنده (يعني:مقام إبراهيم)، ولم يؤمروا بمسحه.

ذكره سعيد بن أبي عروبة رحمه الله في كتاب "المناسك" (ص: 68، رقم: 23)

- مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم کو نہ تو چھونا چاہیئے اور نہ ہی چومنا چاہیئے.

التابعي مجاهد بن جبر رحمه الله.

إذ قال ابن أبي شيبة رحمه الله في مصنفه"(15513)

نا ابن فضيل عن ليث عن مجاهد قال: لَا تُقَبِّلِ الْمَقَامَ، وَلَا تَلْمَسْهُ.

وليث: هو ابن أبي سليم، وهو متكلم فيه.

- امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس مقام کو چھونے کا حکم نہیں، بلکہ اس جگہ پر صرف نماز پڑھنے کا حکم ہے.

الإمامان أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه رحمهما الله إذ قال إسحاق بن منصور الكوسج رحمه الله في "مسائله عن الإمامين أحمد وإسحاق" (1541)

قلت: مس المقام؟ قال: لا يمسه.

قال إسحاق: كما قال، إنما أمر بالصلاة إليه.

- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقام ابراہیم کے چومنے اور چھونے کی ممانعت پر امت کا اجماع ہے.

وقال ابن تيمية: "لا يشرع تقبيل المقام ولامسحه إجماعا". (الاختيارات، ص: 175)

- امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مقام کا چومنا بدعت ہے.

وقال النووي: "لايقبل مقام ابراهيمولايستلمه؛ فإنه بدعة". (الإيضاح)

خلاصہ کلام

مقام ابراہیم کو اللہ رب العزت نے بہت بڑا شرف عطا فرمایا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس مقام کے متعلق اپنی منشا اور اپنا حکم بھی نازل فرمایا ہے جسکو حضور علیہ السلام نے عملا کر کے بھی دکھا دیا کہ اس جگہ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جائے، یہی حکم ہے اور یہی اسوہ رسول بھی ہے.

البتہ اس کے علاوہ کئے جانے والے تمام اعمال علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں غلط اور بدعت شمار ہوتے ہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 61

قربانی کرنے والے کے لئے بال اور ناخن کاٹنے کا حکم

گذشتہ کچھ عرصے سے اس بات کو بہت شد و مد سے چلایا جارہا ہے کہ یکم ذی الحج سے لے کر قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹے جائیں، اور عموما یہ دیکھا جارہا ہے کہ جو لوگ فرض نماز کی بھی پابندی نہیں کرتے وہ اس عمل کی پابندی کرتے اور کرواتے نظر آرہے ہیں، برائے مہربانی اس عمل کی شرعی حیثیت بیان فرمائیں.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ شریعت نے ہر عمل کی حیثیت اور حکم کو متعین کیا ہے اور اس عمل کو اسی درجے میں رکھنے کا حکم دیا ہے، نہ کسی فرض اور واجب کو نفل بنانے کی اجازت ہے اور نہ کسی نفلی عمل کو فرض یا واجب کا درجہ دینا درست ہے، لہذا اس عمل کو سب سے پہلے روایات کی روشنی میں دیکھا جائیگا.

بال اور ناخن کے متعلق وارد روایات:

اس عمل کے متعلق سب سے واضح روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہے:

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کہ تم میں سے جو شخص ذی الحج کا چاند دیکھے اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے.

عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا رأيتم هلال ذي الحجة وأراد أحدكم أن يضحي فليمسك عن شعره وأظفاره."

]أخرجه مسلم في كتاب الأضاحي، باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة وهو مريد التضحية أن يأخذ من شعره أو أظفاره شيئاء رقم (1977) 1565/3.

-والترمذي وصححه في كتاب الأضاحي، باب ترك أخذ الشعر لمن أراد أن يضحي رقم (1523) 102/4.

-وابن ماجه في كتاب الأضاحي، باب من أراد أن يضحي فلا يأخذ في العشر من شعره وأظفاره رقم (3149 – 3150) 1052/2.
-وأحمد رقم (26696، 311/6)

اس عمل کی حکمت اور غرض:

۱. اس حکم کی مصلحت یہ بیان کی گئی ہے کہ قربانی کرنے والا شخص حج کرنے والے کے ساتھ بعض اعمال میں شریک ہوتا ہے، یعنی جس طرح حاجی دم شکر کی قربانی کرتے ہیں اسی طرح یہ قربانی کرنے والا بھی خون بہارہا ہے، لہذا اس پر بھی بعض احکام لاگو کئے جائیں جیسے کہ حاجی پر کچھ پابندیاں لاگو کی گئی ہیں، تو جیسے حاجی کیلئے یہ حکم ہے کہ بال اور ناخن نہ کاٹو ویسے ہی قربانی کرنے والا اس پابندی میں اس کے ساتھ شریک ہوگا۔

والحكمة في هذا النهي أنه لما كان المضحي مشاركا للمحرم في بعض أعمال النسك، وهوالتقرب إلى الله بذبح القربان كان من الحكمة أن يعطى بعض أحكامه، وقد قال الله في المحرمين: {ولا تحلقوا رؤسكم حتى يبلغ الهدي محله}

۲. بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس پابندی کی غرض یہ ہے کہ جب قربانی کرنے والا اپنی کیفیت کو دیکھے گا تو اس کو یاد آئیگا کہ میں اللہ تعالی کا ایک عظیم حکم پورا کرنے جارہا ہوں تو وہ اللہ کے ذکر میں لگ جائے گا، تسبیح و تہلیل کرنے میں مشغول ہوگا، گویا یہ حالت اسکی یاد دہانی کیلئے بنائی گئی ہے۔

ويضاف إلى الحِكَمِ من النهي عن أخذ الشعر والأظفار في العشر هذه الحكمة الجليلة، وهي أن الله تعالى شرع ذلك ليكون للمضحي علامة ظاهرة في بدنه، يتذكر كلما رآها أنه في العشر فيهلل ويكبر ويجتهد في العبادة.

واللہ أعلم.

فقہائے کرام کے اقوال:

۱. اس روایت کی بنیاد پر علماء کی ایک جماعت نے ان دس دنوں میں قربانی کرنے والوں کیلئے بال اور ناخن کاٹنے کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، اس قول کو امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْقَوْلِ بِظَاهِرِ الْحَدِيثِ، فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِمَنْ يُرِيدُ الْأُضْحِيَّةَ بَعْدَ دُخُولِ الْعَشْرِ أَخْذَ شَعْرِه وَظُفْره مَا لَمْ يَذْبَحْ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَبِهِ قَالَ رَبِيعَةُ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

۲ . جبکہ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان دس دنوں میں بال اور ناخن کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں ہے.

(الموسوعة الفقهية الكويتية 95/5)

وقال المالكية والشافعية: يسن لمن يريد التضحية ولمن يعلم أن غيره يضحي عنه ألا يزيل شيئا من شعر رأسه أو بدنه بحلق أو قص أو غيرهما، ولا شيئا من أظفاره بتقليم أو غيره، ولا شيئا من بشرته كسلعة لا يضره بقاؤها.

المجموع للنووي 392/8،

والمغني لابن قدامة 96/11،

والشرح الصغير وحاشية الصاوي 141/2، ط: دار المعارف.

ان حضرات کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام اپنی قربانی کا جانور (حاجیوں کے ساتھ حرم) بھجواتے لیکن آپ اس دوران حلال رہتے اور حلال لوگوں جیسے ہی اعمال کرتے، اور کوئی حلال چیز اپنے اوپر حرام نہیں کرتے تھے.

لہذا اس عمل کو فقط سنت قرار دیا جائیگا اور اس کے خلاف کرنے کو مکروہ تنزیہی کہا جائیگا.

قَالَ الْقَاضِي وَجَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا: هُوَ مَكْرُوهٌ، غَيْرُ مُحَرَّمٍ. وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ؛ لِقَوْلِ عَائِشَةَ: كُنْت أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُقَلِّدُهَا بِيَدِهِ، ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَا، وَلَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللَّهُ لَهُ، حَتَّى يَنْحَرَ الْهَدْيَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قال الإمام الشافعي: "البعث بالهدي اكثر من إرادة التضحية، فدل أنه لا يحرم ذلك، وحمل أحاديث النهي على كراهة التنزيه."

۳ . امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ بال اور ناخن نہ کاٹنا ایک مستحب عمل ہے، اور کاٹنا مکروہ بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل حاجی کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے ہے تو حاجی پر تو مکمل پابندیاں ہیں اور اس شخص پر لباس، وطی وغیرہ جیسے بڑے

اعمال منع نہیں ہیں تو بال ناخن کاٹنے کی ممانعت بھی لازمی نہیں ہے، بلکہ اختیاری ہے کہ جو چاہے نہ کاٹے اور جو چاہے کاٹ لے .

القول الثالث: انه لا يكره، وهو قول أبي حنيفة ومالك في رواية.
قال الإمام أبوحنيفة: "لأنه لا يحرم عليه الوطى واللباس فلا يكره له حلق الشعر وتقليم الأظفار كما لو لم يرد أن يضحي."

اس مسئلے میں سب سے زیادہ دلچسپ صورتحال یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں امام مالک اور سعید بن مسیب دو بہت بڑے محدثین اور امام موجود ہیں، لیکن ان دونوں راویوں کا اپنا قول اور عمل اس روایت کے خلاف ہے، لہذا امام مالک اور سعید بن مسیب رحمھما اللہ دونوں حضرات ان دس دنوں میں بال اور ناخن کے کاٹنے کو حرام قرار نہیں دیتے تھے.
(اگرچہ بعض لوگوں نے سعید بن مسیب سے حرمت کا قول نقل کیا ہے)

الحافظ أبوعمر ابن عبد البر رحمه الله: الحديث الذي رواه شعبة عن مالك بن أنس عن عمر بن مسلم بن أكيمة عن سعيد بن المسيب عن أم سلمة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إذا دخل العشر فأراد أحدكم أن يضحي فلا يأخذ من شعره ولا من أظفاره شيئاً". ففي هذا الحديث أنه لا يجوز لمن أراد أن يضحي أن يحلق شعراً ولا يقص ظفرا.
•وفي حديث عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يجتنب شيئا مما يجتنبه المحرم حين قلد هديه وبعث به، وهو يرد حديث أم سلمة ويدفعه ومما يدل على ضعفه ووهنه أن مالك روى عن عمارة بن عبدالله عن سعيد بن المسيب قال: لا بأس بالإطلاء بالنورة في عشر ذي الحجة، فترك سعيد لاستعمال هذا الحديث وهو راويته دليل على أنه عنده غير ثابت أو منسوخ.
وقد أجمع العلماء على أن الجماع مباح في أيام العشر لمن أراد أن يضحي، فما دونه أحرى أن يكون مباحا.

خلاصہ کلام

جو شخص عید الاضحی کی قربانی کرنا چاہتا ہو (چاہے وہ خود اپنی طرف سے قربانی کرے یا اس کی طرف سے کوئی اور کرے) صرف اسی شخص کیلئے یہ مستحب ہے کہ ذی الحج کا چاند نظر آنے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے، لیکن یہ حکم نہ فرض ہے نہ واجب، اور نہ ہی قربانی کرنے والے کے علاوہ کسی اور پر لازم ہے.

ایسے ہی حج ادا کرنے والے وہ حضرات جو حج کے موقعے پر دم شکر کے علاوہ اپنے وطن کی قربانی نہیں کرنا چاہتے ان کیلئے بھی یہ حکم نہیں ہے.

اسی طرح وہ حضرات جو ان دس دنوں میں عمرہ کر رہے ہوں تو ان کے ذمے حلق کرنا (یعنی سر کے بالوں کا منڈوانا) واجب ہے، وہ اپنے اس عمل کو بلا کراہت ادا کریں اگرچہ انہیں قربانی کرنی ہو.

لہذا جو بھی مرد یا عورت یا بچہ قربانی کرنا چاہے اس کیلئے اس عمل کو کرنا مستحب ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر62

ذی الحج کی خصوصی دعا

سوال: گذشتہ کئی روز سے مندرجہ ذیل پوسٹ گردش کررہی ہے اور اس عمل کو پھیلایا جارہاہے، کیایہ عمل درست ہے؟
ذی الحج کی ۷،۸،۹ اور ۱۰ تاریخ کو خاص اولاد کے حق میں دعامانگنی ہے۔ کیونکہ ان دنوں میں حضرت ابراہیم ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے دعامانگی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول فرمائی تھی۔ اولاد کی زندگی، صحت، مال اور عزت میں برکت کے لئے دعاکرنی ہے۔ اولاد کے اچھے نصیب اور نیک جوڑے کے لیے دعاکرنی ہے۔ ہرماں باپ یہ عمل ضرور کریں.

١ . حج کے دن 4:30 سے 5:30 بجے کے درمیان کاوقت قبولیت کاوقت ہے۔

٢ . 447 بار اللّٰھم لبیک۔

٣ . 21 بار اول وآخر درودِ ابراہیمی.

پھر کوئی بھی جائز دعاکریں، ان شاءاللہ عزوجل وہ دعاضرور قبول ہوگی۔

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ ذی الحج کے دس دن ان افضل ترین ایام میں سے ہیں جن کی اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں قسم اٹھائی ہے:

والفجر وليال عشر

اور حضور علیہ السلام نے ان دس دنوں کو افضل ترین ایام فرمایاہے.

ما مِن أيَّامٍ أفضلُ عندَ اللهِ مِن أيَّامِ عشْرِ من ذي الحجَّةِ. قال: فقال رجلٌ: يارسولَ اللهِ! هنَّ أفضلُ أم عِدَّتُهنَّ جهادًا في سبيلِ اللهِ؟ قال: هنَّ أفضلُ مِن عِدَّتِهنَّ جهادًا في سبيلِ اللهِ؟ وما مِن يومٍ أفضلُ عندَ اللهِ مِن يومِ عرفةَ ينزِلُ اللهُ إلى السَّماءِ الدُّنيا فيُباهي بأهلِ الأرضِ أهلَ السَّماءِ فيقولُ: انظُروا إلى عبادي شُعْثًا غُبْرًا ضاحِين جاؤوا مِن كلِّ فجٍّ عميقٍ يرجون رحمتي ولم يرَوْا عذابي، فلم يُرَ يومٌ أكثرُ عِتْقًا مِن النَّارِ مِن يومِ عرفةَ.

-الراوي: جابر بن عبدالله.

-المحدث: ابن حبان.

-المصدر: صحيح ابن حبان.
-الصفحة أو الرقم: 3853
-خلاصة حكم المحدث: أخرجه في صحيحه.

لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ہم کسی بھی قول یا عمل کو بغیر دلیل اور ثبوت کے نہ صرف قبول کرلیں بلکہ اس کو پھیلانا بھی شروع کردیں، جبکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر کسی جھوٹی بات کو میری ذات کی طرف منسوب کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

■ **اس پوسٹ میں اولاد کیلئے دعا کے متعلق کہا گیا ہے۔**

اگر پہلی اولاد کیلئے دعا کرنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے پہلی اولاد کی دعا ان دنوں میں کی ہے تو یہ بات بلکل باطل اور بے اصل ہے، اور اگر اس سے ان ایام میں اپنی اولاد کی اصلاح اور بہتری کی دعا کرنا مراد ہے تو ایسی بات بعض مفسرین نے ذکر تو ضرور کی ہے لیکن اس کیلئے کسی تاریخ یا کسی خاص وقت کا تعین کرنا ہر گز درست نہیں۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اولاد کیلئے مطلقا دعا کرنا قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں کسی مخصوص تاریخ یا دن کا تذکرہ نہیں ہے۔

فهذا سيدنا إبراهيم يرفع أكف الضراعة طالبا من الله تعالى أن يرزقه أبناء صالحين مصلحين فقال: {رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ} (الصافات: 100)

گویا مطلقا دعا کرنا تو ثابت ہے لیکن کسی خاص دن یا کسی خاص موقعے کا ذکر نہیں، بلکہ مفسرین نے وہ موقعہ تو ذکر فرمادیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہوئے تو فرمایا کہ میں یہاں سے بیت المقدس کی سرزمین کی طرف ہجرت کررہاہوں، اے اللہ! مجھے صالح اولاد نصیب فرما۔

- قال ابن كثير رحمه الله في تفسيره:

يَقُول تَعَالَى مُخْبِرًا عَنْ خَلِيله إِبْرَاهِيم عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام إِنَّهُ بَعْدَمَا نَصَرَهُ اللَّه تَعَالَى عَلَى قَوْمه وَأَيِسَ مِنْ إِيمَانهمْ بَعْدَمَا شَاهَدُوا مِنْ الْآيَات الْعَظِيمَة هَاجَرَ مِنْ بَيْن أَظْهُرِهِمْ وَقَالَ: {إِنِّي ذَاهِب إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ○ رَبّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ} يَعْنِي أَوْلَادًا مُطِيعِينَ يَكُونُونَ عِوَضًا مِنْ قَوْمه وَعَشِيرَته الَّذِينَ فَارَقَهُمْ.

- قال العلامة السعدي رحمه الله في تفسيره:

وقال إبراهيم: إني مهاجر إلى ربي من بلد قومي إلى حيث أتمكن من عبادة ربي؛ فإنه سيدلني على الخير في ديني ودنياي.

- قال القرطبي رحمه الله:

هَذِهِ الْآيَة أَصْل فِي الْهِجْرَة وَالْعُزْلَة. وَأَوَّل مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ إِبْرَاهِيم عَلَيْهِ السَّلَام، وَذَلِكَ حِين خَلَّصَهُ اللَّه مِنْ النَّار (قَالَ إِنِّي ذَاهِب إِلَى رَبِّي) أَيْ مُهَاجِر مِنْ بَلَد قَوْمِي وَمَوْلِدِي إِلَى حَيْثُ أَتَمَكَّنُ مِنْ عِبَادَة رَبِّي فَإِنَّهُ (سَيَهْدِينِ) اى فِيمَا نَوَيْت إِلَى الصَّوَاب.

قَالَ مُقَاتِل: هُوَ أَوَّل مَنْ هَاجَرَ مِنْ الْخَلْق مَعَ لُوط وَسَارَة إِلَى الْأَرْض الْمُقَدَّسَة وَهِيَ أَرْض الشَّام.

وَقِيلَ: ذَاهِب بِعَمَلِي وَعِبَادَتِي، وَقَلْبِي وَنِيَّتِي.

سوال میں مذکور پوسٹ میں ان ایام میں اپنی اولاد کی خیر وبرکت کیلئے دعا کا لکھا گیا ہے. یقیناً ہر انسان کو اپنی اولاد کیلئے تمام حالات میں اور خاص کر ان بابرکت ایام میں دعا ضرور مانگنی چاہیئے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول رہا ہے کہ کبھی تو اولاد کیلئے ہدایت کی اور شرک سے بچنے کی دعا مانگ رہے ہیں:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِناً وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ (إبراهيم : 35)

اور کبھی ان کی آخرت کے ساتھ ساتھ ان کی دنیا کی بھلائی اور کامیابی کیلئے دعا مانگ رہے ہیں:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (إبراهيم: 37)

اور کبھی ان کے نیک اعمال پر جمنے کی دعا مانگ رہے ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (إبراهيم: 4)

- بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو یہ ایام حج تھے اور آپ نے اولاد کیلئے دعا مانگی.

پوری آیت اس طرح ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (بقرہ: 128)

تعمیر بیت اللہ سے فارغ ہونے کی روایات:

٢٠٦٩ -حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبدالرزاق قال، أخبرنا ابن جريج قال، قال ابن المسيب: قال علي بن أبي طالب: لما فرغ إبراهيم من بناء البيت، قال" :فعلت أي رب، فأرنا مناسكنا" (أى أبرزها لنا، علمناها) فبعث الله جبريل، فحج به. (طبری)

وأخْرَجَ الأزْرَقِيُّ عَنْ زُهَيْرِبْنِ مُحَمَّدٍ قالَ" :لَمّا فَرَغَ إبْراهِيمُ مِنَ البَيْتِ الحَرامِ، قالَ: أيْ رَبِّ، قَدْ فَعَلْتُ، فَأرِنا مَناسِكَنا. فَبَعَثَ اللَّهُ إلَيْهِ جِبْرِيلَ، فَحَجَّ بِهِ، حَتّى إذا جاءَ يَوْمُ النَّحْرِ، عَرَضَ لَهُ إبْلِيسُ، فَقالَ: احْصِبْ، فَحَصَبَ سَبْعَ حَصَياتٍ، ثُمَّ الغَدُ، ثُمَّ اليَوْمُ الثّالِثُ، فَمَلَأ ما بَيْنَ الجَبَلَيْنِ، ثُمَّ عَلا عَلى ثَبِيرٍ، فَقالَ: ياعِبادَالله، أجِيبُوا رَبَّكم. فَسَمِعَ دَعْوَتَهُ مَن بَيْنَ الأبْحُرِ مِمَّنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقالُ ذَرَّةٍ مِن إيمانٍ، قالُوا: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ "...الخ (در منثور)

خلاصہ کلام

ان ایام میں دعا کو اولاد کیلئے مخصوص کرنا اور اس کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی دلیل پیش کرنا اگرچہ بعض مفسرین سے منقول ضرور ہے لیکن اس میں کسی تاریخ کو متعین کرنا یا کسی خاص وقت کو متعین کرنا ایک ایسی زیادتی ہے جو قطعی اور یقینی نہیں، لہذا ایسے ہر قسم کے دعوے سے اجتناب کرنا چاہیئے.

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ فضیلت والے دن اور راتیں ہیں، لہذا ان میں نیک اعمال کرنا، روزے رکھنا، اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے دعائیں کرنا بہت برکت والا عمل ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 63

ذی الحجہ کے دس دنوں کی فضیلت

سوال: مندرجہ ذیل پوسٹ کثرت سے گردش کررہی ہے جس میں ذی الحج کے دس دنوں میں سے ہر دن کی الگ الگ فضیلت بیان کی گئی ہے اور ہر دن میں ایک خاص واقعہ اور وجہ بیان کی گئی ہے، اس حدیث کی صحت کے متعلق کیا حکم ہے؟

فضل الأيام العشر من ذى الحجة

ذی الحج کے دس دنوں کی فضیلت:

من صام هذه الايام أكرمه الله تعالى بعشرة أشياء هى:

جو شخص ذی الحج کے ابتدائی دس دنوں کے روزے رکھے گا اللہ تعالی اسکو دس انعامات سے نوازینگے:

١ -البركة فى العمر.

عمر میں برکت.

٢ -الزيادة فى المال.

مال میں زیادتی.

٣ -الحفظ والبركة فى الاولاد.

اولاد میں برکت وحفاظت.

٤ -التكفير للسيئات.

گناہوں کی معافی.

٥ -مضاعفة الحسنات .

نیکیوں کا بڑھنا.

٦ -التسهيل عند سكرات الموت.

موت کی سختی آسان ہوگی.

٧ -الضياء لظلمة القبر.

قبر میں روشنی.

٨ -التثقيل فى الميزان .

ترازو میں اعمال بھاری ہونگے .

٩ -النجاة من دركاته.

آخرت کی بربادی سے حفاظت .

١٠ -الصعود فى درجاته.

درجات کی بلندی.

روى ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال:

ابن عباس رضی اللہ عنھما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

پہلی ذی الحج کو حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی تھی، پس اس دن روزہ رکھنے والے کے تمام گناہ معاف ہونگے .

اليوم الذى غفر الله فيه لآدم عليه السلام هو أول يوم من ايام ذى الحجة، من صام ذلك اليوم غفر الله له كل ذنب.

دوسری تاریخ کو یونس علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی تھی، اس دن روزہ رکھنے والے کو ایک سال کامل عبادت کا اجر ملے گا .

اليوم الثانى هو اليوم الذى استجاب الله فيه دعاء سيدنا يونس عليه السلام وهو فى بطن الحوت؛ من صام ذلك اليوم كمن عبد الله سنة كاملة ولم يعصيه طرفة عين.

تیسرے دن زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی تھی، جو اس دن روزہ رکھے گا اس کی دعائیں قبول ہونگی .

اليوم الثالث هو اليوم الذى استجاب الله فيه دعاء سيدنا زكريا؛ من صام ذلك اليوم استجاب الله دعاءه.

چوتھے دن عیسی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی، جو اس دن روزہ رکھے گا اس سے فقر و فاقہ دور ہوگا .

اليوم الرابع هو اليوم الذى ولد فيه سيدنا عيسى عليه السلام؛ من صام ذلك اليوم ينفر الله عنه الفقر والبؤس.

پانچویں روز موسی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، جو اس دن روزہ رکھے گا اللہ تعالی اس کو عذاب قبر سے محفوظ کرینگے.

اليوم الخامس هو اليوم الذى ولد فيه سيدنا موسى عليه السلام، من صام ذلك اليوم انجاه الله من عذاب القبر.

چھٹے روز اللہ تعالی نے اپنے نبی پر خیر کے دروازے کھولے تھے، جو اس دن روزہ رکھے گا اللہ تعالی اس کو نظر رحمت سے دیکھیں گے، اور جس کو نظر رحمت سے دیکھا اس کو عذاب نہیں دینگے.

اليوم السادس هو اليوم الذى فتح الله فيه لنبيه كل ابواب الخير، من صام ذلك اليوم ينظر الله اليه بالرحمة؛ ومن نظر الله اليه بالرحمة لا يعذبه ابداً.

ساتویں روز جہنم کے دروازے بند کئے جاتے ہیں جو دس تاریخ تک بند رہتے ہیں، جو اس دن کا روزہ رکھے گا اللہ تعالی اس پر تیس دروازے آسانیوں کے کھول دینگے اور مشکلات کے تیس دروازے بند کئے جائینگے

اليوم السابع هو اليوم الذى تغلق فيه ابواب جهنم فلا تفتح حتى تنتهى العشر، ومن صام ذلك اليوم فتح الله له ثلاثين باباً من اليسر واغلق عنه ثلاثين باباً من العسر.

آٹھواں دن یہ حج کا پہلا دن ہے، جو اس دن روزہ رکھے گا اللہ تعالی اسکو اتنی خیر دینگے جس کو کوئی نہیں جانتا.

اليوم الثامن هو يوم التروية، من صام ذلك اليوم أعطاه الله من الخير ما لا يعلمه الا الله سبحانه وتعالى.

نویں دن کا روزہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے.

اليوم التاسع: وهو يوم عرفة من صام ذلك اليوم كان كفارة للسنة الماضية والسنة المستقبلة وهو اليوم الذى فيه انزل الله تعالى: {اليوم أكملت لكم دينكم} صدق الله العظيم.

دسواں دن عید کا دن اور قربانی کا دن ہے، جو شخص اس میں قربانی کرے گا وہ اسکے تمام گناہوں کا کفارہ بنے گا.

اليوم العاشر وهو يوم العيد ويوم التضحية، ومن قرب فيه قرباناً كان كفارة لكل ذنوبه.

اس روایت کا حکم بیان فرمائیں:

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت باوجود تلاش کرنے کے کسی بھی مستند کتاب میں کسی بھی صحیح یا ضعیف سند سے نہیں ملی بلکہ احادیث کو تلاش کرنے والے تمام ویبسائٹ نے بھی اس روایت کے وجود کا انکار کیا ہے اور ہر جگہ یہی جواب ملتا ہے کہ یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے

1) الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه أما بعد :فقد بحثنا عن هذا الخبر في مظانه من كتب السنة، فلم نقف عليه في شيء منها، فالظاهر أنه موضوع.

2) ج: هذا الحديث لا نعلم له أصلاً، وفضل العمل في عشر ذي الحجة ثابت في الأحاديث الصحيحة.

خلاصہ کلام

ذی الحج کے دس ایام کے فضائل قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے بلکل صحیح طور پر ثابت ہیں، لہذا یہ دن اور راتیں ہر گز اس بات کی محتاج نہیں کہ ان کی فضیلت کو ثابت کرنے کیلئے کسی من گھڑت روایات کا سہارا لیا جائے.

سوال میں ذکر کردہ باتیں اور واقعات میں سے اکثر من گھڑت اور بے اصل ہیں، لہذا یہی کہا جائے گا کہ یہ پوسٹ بے اصل اور غلط ہے.

ان ایام کے روزے اور خاص طور پر یوم عرفہ کا روزہ بہت ہی فضیلت والا ہے، لہذا ان روزوں کے رکھنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲ ذوالحجۃ ۱۴۳۸ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 64

تکبیرات تشریق کی حقیقت

سوال: گذشتہ کچھ روز سے ایک ویڈیو مسلسل گردش کررہی ہے جس میں ایک مولانا صاحب نے تکبیرات تشریق کے متعلق کچھ اس طرح بتایا کہ "تکبیر تشریق" عشق اور محبت کا ترانہ ہے، یہ عشق اور محبت کی ایک داستان ہے جسکو اللہ رب العزت نے تین جملوں میں سمیٹ کر بیان کردیا.

جس وقت ذی الحج کی ۱۰ تاریخ، ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند دلبند کو ذبح کرنا چاہتے ہیں، آسمان اور زمین کے تمام فرشتے پکار پکار کر کہہ رہے تھے: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ توسب سے بڑا توسب سے بڑا، یااللہ! یہ کیا کہ باپ بیٹے کو ذبح کررہا ہے؟

فرشتوں کی پکار سن کر ابراہیم علیہ السلام کا جذبہ توحید اور جوش میں آیا اور یہ پکار اٹھے: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تیرے سوا کوئی معبود نہیں، مولا توسب سے بڑا ہے.

یہ تو ایک اسماعیل ہے جسکو تجھ سے مانگا تھا، ایسے سینکڑوں بھی ہوتے تو تیرے نام پر قربان کردیتا.

اور یہ ننھے میاں (حضرت اسماعیل علیہ السلام) اپنے نازک ہونٹوں کے ساتھ پیشانی جھکا کر زمین پر لیٹے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ چھوٹا ہوں پتہ نہیں قبول کرینگے یا نہیں، اب جو سنی فرشتوں کی آواز اور جو سنی اپنے ابا کی پکار، وہیں لیٹے لیٹے یہ کہہ اٹھے: اللہ اکبر وللہ الحمد، اللہ جی تیرا شکر ہے مجھ ننھے کی قربانی تونے قبول فرمالی.

یہ فرشتوں کی ندا، یہ ابراہیم علیہ السلام (خلیل اللہ) کی ندا اور یہ اسماعیل علیہ السلام کا محبت سے بھرپور کلام، ان تینوں کو جمع کرکے اللہ تعالی نے مسلمانوں کو عطا فرمادیا کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک اس ترانے کو سب کے سب ادا کرتے چلے جاؤ.

ان پانچ ایام میں ہر مرد اور عورت پر ہر فرض نماز کے بعد ان تکبیرات کا پڑھنا واجب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت جہاں جہاں بھی منقول ہے اس حکم کے بیان کے ساتھ ہی نقل کی گئی ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے.

قال ابن نجيم في البحر:
وقد ذكر الفقهاء أنه مأثور
عن الخليل عليه السلام، وأصله أن جبريل لما خاف العجلة على إبراهيم عليه السلام
فقال: الله أكبر الله أكبر؛ فلما رأه إبراهيم عليه السلام قال: لا إله إلا الله؛ فلما علم
إسماعيل الفداء قال إسماعيل: الله أكبر ولله الحمد.
(كذا في غاية البيان وكثير من الكتب، ولم يثبت عند المحدثين.)
(وكذا في الشامي .)

(تفسیر کشاف میں یہ واقعہ "قیل" کے ساتھ زیادہ مفصل طور پر مذکور ہے.)

تکبیرات تشریق کی حکمت:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تکبیرات تشریق کی حکمت یوں بیان فرمارہے ہیں کہ ہر مشکل اور ہر خوشی کے موقع پر تکبیر کا پڑھنا سنت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے اور اس میں اللہ تعالی کی ذات کے ہر عیب سے منزہ (پاک) ہونے کا اقرار کرنا مقصود ہے خصوصاوہ نامناسب باتیں جن کی نسبت بدبخت یہودیوں نے اللہ تعالی کی ذات کی طرف کی ہے.

قال الحافظ: وأما التكبير فلأنه ذكر مأثور عند كل أمر مهول وعند كل حادث سرور شكرا لله تعالى وتبرئة له من كل ما نسب إليه أعداؤه ولاسيما اليهود قبحهم الله تعالى.
(فتح الباري لابن حجر: 4/2)

تکبیرات تشریق کا وقت:

- اس کا وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کے نزدیک عرفہ (9 ذی الحج) کی صبح سے ایام منی کے آخری دن (13 ذی الحج) تک ہے.
- لہذا ان پانچ ایام میں ہر مسلمان عاقل بالغ مرد اور عورت پر ہر فرض نماز کے بعد ان تکبیرات کا پڑھنا واجب ہے.
- قال الحافظ : وأصح ما ورد فيه عن الصحابة قول علي وابن مسعود إنه من صبح يوم عرفة إلى آخر أيام منى.
-أخرجه ابن المنذر وغيره..والله أعلم.
(فتح الباري لابن حجر: 462/2)

- وقال النووي: واختارت طائفة محققي الأصحاب المتقدمين والمتأخرين أنه يبدأ من صبح يوم عرفة ويختم بعصر آخر التشريق...

واختاره ابن المنذر والبيهقي وغيرهما من أئمة أصحابنا الجامعين بين الفقه والحديث وهو الذي اختاره.

[المجموع (34/5 و 35)]

وقال: وقول أنه من صبح يوم عرفة إلى عصر آخر أيام التشريق وهو الراجح عند جماعة من أصحابنا وعليه العمل.

-شرح النووي على مسلم (180/6.)

-الأوسط لابن المنذر (303/4 9.)

-وسنن البيهقي: (101/5)

وقال شيخ الإسلام: أصح الأقوال في التكبير الذي عليه جمهور السلف والفقهاء من الصحابة والأئمة أن يكبر من فجر يوم عرفة إلى آخر أيام التشريق عقب كل صلاة ويشرع لكل أحد أن يجهر بالتكبير عند الخروج إلى العيد وهذا باتفاق الأئمة الأربعة.

(مجموع الفتاوى: 220/24)

خلاصہ کلام

تکبیرات تشریق نہ صرف یہ کہ صحیح روایات سے ثابت ہیں بلکہ جمہور امت کا تعامل بھی اسی پر رہا ہے، لیکن اس کیلئے ایسی کمزور روایات سے استدلال کرنا اور غیر مستند اقوال کو عام کرنا عالمانہ اور عاقلانہ عمل ہرگز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۸ ذوالحجہ ۱۴۳۸ - عرفات

تنبیہات سلسلہ نمبر 65

معراج کا خاص راز

سوال: آج کل ایک ویڈیو گردش کر رہی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دررحمت جوش میں تھا، فرمایا کہ عائشہ جو مانگنا ہے مانگ لو، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرلوں، اجازت مل جانے پر اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ طلب کیا کہ اس سنہری موقعے سے فائدہ اٹھا کر اہم شیئ مانگنا چاہتی ہوں تو کیا مانگوں؟ (میں چاہتی ہوں کوئی بڑی چیز مانگوں)، والد محترم نے فرمایا کہ بیٹا! حضور سے جاکر کہنا کہ معراج کی خلوت خاص میں اللہ نے آپ سے جو راز کی باتیں کی تھیں ان میں سے کوئی ایک بات بتادیں، "مانگا بھی تو علم مانگا " اور عائشہ! مجھ سے وعدہ کرو کہ حضور جو بتائیں مجھے بھی ضرور بتانا. پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر جب سوال بتایا تو حضور نے تبسم فرمایا، غالبا اس بات پر مسکرائے ہونگے کہ میرے یار غار کا انتخاب کیسا ہے...یا اس بات پر کہ راز کی بات بتادوں تو راز پھر راز نہ رہا... لیکن وعدہ کیا تھا اسلیئے بتادیا، فرمایا کہ عائشہ سنو...جب میں قرب خاص میں پہنچا تو میرے مالک نے مجھ سے راز کی جو باتیں کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ محبوب! تیری امت میں سے جب کوئی شخص کسی شخص کا ٹوٹا ہوا دل جوڑ دے تو میرے اوپر لازم ہے کہ اسکو بغیر حساب کے جنت عطا کروں، ام المؤمنین بہت خوش تھیں اور آکر اپنے والد گرامی کو جب یہ بات بتائی تو وہ یہ سن کر رونے لگے، عرض کیا کہ یہ بات رونے والی تو نہیں ہے، کبھی ہم کسی دکھی دل کے کام آجاتے ہیں تو یہ تو ہمیں بخشش کا بہانہ مل گیا... فرمایا کہ تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھو کہ جب ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے پر یہ وعدہ ہے تو اگر کوئی کسی کا دل توڑ دے تو سیدھا جہنم میں جائے گا، میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ ہم سے کسی کا دل نہ ٹوٹ جائے..اس قصے کی صحت کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ کوئی بھی بات خواہ وہ کتنی بھی اچھی اور بھلی معلوم ہو جب اس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی جائے تو بیان کرنے والا چاہے کوئی بھی ہو اس سے اس نسبت کی دلیل ضرور طلب کی جائیگی.

علامہ قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں:

قوة الحديث إنما هي بالنظر إلى رجاله لا بالنظر إلى كونه فى كتاب كذا

کہ کسی حدیث کی قوت اور قابل قبول ہونے کیلیئے یہ دیکھا جائیگا کہ اس کی سند کیا ہے یہ نہیں دیکھا جائیگا کہ وہ کس کتاب میں ہے لہذا مذکورہ واقعہ کس نے بیان کیا اور اس میں کتنی اہم بات ذکر ہے اس قطع نظر سب سے پہلے دیکھا جائیگا کہ اس واقعے کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں

روایت کی تحقیق:

اس واقعے کو تمام میسر ذرائع میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی لیکن یہ واقعہ کسی بھی مستند یا غیر مستند کتاب یا مصدر میں نہیں مل سکا. البتہ اس مضمون کے قریب کا ایک واقعہ صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں ضرور ملتا ہے.

صحیح اور مستند واقعہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام کو بشاشت کی حالت میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجیئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ عائشہ کے اگلے پچھلے ظاہری و باطنی تمام گناہ معاف فرما حضرت عائشہ اتنی خوش ہوئی کہ ہنستے ہنستے آپ علیہ السلام کی گود میں گر پڑی آپ علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ کیا اس دعا سے تمھیں بہت خوشی ہوئی میں تو ہر نماز میں اپنی امت کیلیئے یہ دعا کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ کے والدین نے جب یہ دعا سنی تو تعجب کا اظہار کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دعا تو ہر نماز میں امت کیلیئے کرتا ہوں.

1) لَمَّا رأَيْتُ مِن النَّبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم طِيبَ نفسٍ قُلْتُ يا رسولَ اللهِ ادعُ اللهَ لي فقال: (اللَّهمَّ اغفِرْ لِعائشةَ ما تقدَّم مِن ذنبِها وما تأخَّر ما أسرَّتْ وما أعلَنَتْ) فضحِكَتْ عائشةُ حتَّى سقَط رأسُها في حِجْرِها مِن الضَّحِكِ قال لها رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (أيسُرُّكِ دعائي) ؟ فقالت : وما لي لا يسُرُّني دعاؤُكَ ؟ فقال صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (واللهِ إنَّها لَدعائي لِأُمَّتي في كلِّ صلاةٍ.)

الراوي: عائشة

المحدث: ابن حبان

المصدر: صحيح ابن حبان

الصفحة أو الرقم: 7111

خلاصة حكم المحدث: أخرجه في صحيحه

2) اللهمَّ اغفرْ لعائشةَ بنتِ أبي بكرٍ الصِّدِّيقِ مغفرَةً واجبةً ظاهرةً باطنةً . فعجبَ أبواها فقال : أتعجبانِ ، هذه دعوتي لِمَنْ شهدَ أنْ لا إلهَ إلَّا اللهُ ، وأنِّي رسولُ اللهِ .

الراوي: عائشة أم المؤمنين

المحدث: الذهبي

المصدر: سير أعلام النبلاء

الصفحة أو الرقم: 145/2

خلاصة حكم المحدث: غريب جداً

3) لما رأيتُ من النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم طِيبَ نفسٍ قلت يا رسولَ اللهِ ادعُ اللهَ لي قال اللهمَّ اغفرْ لعائشةَ ما تقدَّم من ذنبِها وما تأخرَ وما أسرَّت وما أعلنت فضحكت عائشةُ حتى سقط رأسُها في حِجرِها من الضحِكِ فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم أيسرُّكِ دعائِي فقالت وما لي لا يسرُّني دعاؤُكَ فقال واللهِ إنها لَدعوتِي لأمتي في كلِّ صلاةٍ.

الراوي: عائشة أم المؤمنين

المحدث: الهيثمي

المصدر: مجمع الزوائد

الصفحة أو الرقم: 246/9

خلاصة حكم المحدث: رجاله رجال الصحيح

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور واقعے کی سند اور ماخذ کا علم باوجود کوشش کے ہمیں نہ ہو سکا لہذا اس واقعے کو بیان کرنا یا پھیلانا کسی صورت درست نہ ہوگا .

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۲ ذوالحجہ ۱۴۳۸ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 66

دوران طواف ایک عجیب مکالمہ

سوال: کیا یہ واقعہ درست ہے؟

ایک مرتبہ کاواقعہ ہے کہ سید الانبیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طواف فرمارہے تھے. ایک اعرابی کو اپنے آگے طواف کرتے ہوئے پایاجس کی زبان پر "یاکریم یاکریم" کی صدا تھی۔ حضور اکرم نے بھی پیچھے سے "یاکریم" پڑھنا شروع کردیا۔ وہ اعرابی رُکن یمانی کی طرف جاتا تو پڑھتا یاکریم، سرکار دوعالم بھی پیچھے سے پڑھتے "یاکریم"۔ وہ اعرابی جس سمت بھی رخ کرتا اور پڑھتا یاکریم، سرکار بھی اس کی آواز سے آواز ملاتے ہوئے یاکریم پڑھتے۔

اعرابی نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے روشن چہرے والے! اے حسین قد والے! اللہ کی قسم اگر آپ کاچہرہ اتناروشن اور عمدہ قد نہ ہوتا تو آپ کی شکایت اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ضرور کرتا کہ آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں.

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ کیا تو اپنے نبی کو پہچانتا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم ایمان کیسے لائے؟ عرض کیا: بِن دیکھے ان کی نبوت و رسالت کو تسلیم کیا، مانا اور بغیر ملاقات کے میں نے انکی رسالت کی تصدیق کی۔ آپ نے فرمایا: مبارک ہو، میں دنیا میں تیرا نبی ہوں اور آخرت میں تیری شفاعت کرونگا۔

وہ حضور علیہ السلام کے قدموں میں گرا اور بوسے دینے لگا۔ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ وہ معاملہ نہ کر جو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اللہ نے مجھے متکبر وجابر بناکر نہیں بھیجا بلکہ اللہ نے مجھے بشیر اور نذیر بناکر بھیجا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ اللہ جل جلالہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور فرماتا ہے کہ اس اعرابی کو بتادیں کہ ہم اسکا حساب لیں گے۔ اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! کیا اللہ میرا حساب لے گا؟ فرمایا: ہاں، اگر وہ چاہے تو حساب لے گا۔ عرض کیا کہ اگر وہ میرا حساب لے گا تو میں اسکا حساب لونگا۔ آپ نے فرمایا کہ تو کس بات پر اللہ سے حساب لے گا؟ اس نے کہا کہ اگر وہ میرے گناہوں کا حساب لے گا تو میں اسکی بخشش کا حساب لونگا کہ میرے گناہ زیادہ ہیں یا اسکی بخشش؟ اگر اس نے میری نافرنیوں کا حساب لیا تو میں اسکی معافی کا حساب لونگا۔ اگر اس نے میرے بخل کا حساب لیا تو میں اس کے فضل وکرم کا حساب لونگا۔

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب سماعت کرنے کے بعد اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ رونا کم کریں۔ آپ کے رونے نے فرشتوں کو تسبیح و تھلیل بھلادی ہے۔ اپنے امتی کو کہیں کہ نہ وہ ہمارا حساب لے نہ ہم اسکا حساب لیں گے اور اس کو خوشخبری سنادیں کہ یہ جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا۔

-کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے

ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے.

(کتاب: مسند احمد بن حنبل)

کیا یہ پورا واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ باوجود شہرت پانے کے کسی بھی مستند یا غیر مستند روایات میں موجود نہیں اور باوجود تلاش بسیار کے کسی بھی مصادر حدیث میں بھی نہیں مل سکا.

بينما النبي صلى الله عليه وسلم في الطواف، إذ سمع أعرابياً يقول: ياكريم! فقال النبي صلى الله عليه وسلم خلفه: ياكريم، فمضى الأعرابي إلى جهة الميزاب، وقال: ياكريم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم خلفه: ياكريم، فالتفت الأعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم، وقال: يا صبيح الوجه، يا رشيق القد، أتهزأ بي لكوني أعرابياً؟ والله لولا صباحة وجهك، ورشاقة قدك لشكوتكم إلى حبيبي محمد صلى الله عليه وسلم؛ تبسم النبي صلى الله عليه وسلم وقال: أما تعرف نبيك يا أخا العرب؟ قال الأعرابي: لا. قال النبي صلى الله عليه وسلم: فما إيمانك به؟ قال: آمنت بنبوته ولم أره، وصدَّقت برسالته ولم ألقه، قال النبي صلى الله عليه وسلم: يا أعرابي! اعلم أني نبيك في الدنيا، وشفيعك في الآخرة، فأقبل الأعرابي يقبل يد النبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: مه يا أخا العرب! لا تفعل بي كما تفعل الأعاجم بملوكها، فإن الله سبحانه وتعالى بعثني لا متكبراً ولا متجبراً، بل بعثني بالحق بشيراً ونذيراً، فهبط جبريل على النبي صلى الله عليه وسلم، وقال له: يامحمد! السلام يقرئك السلام، ويخصك بالتحية والإكرام، ويقول لك:

قل للأعرابي، لا يغرنه حلمنا ولا كرمنا، فغداً نحاسبه على القليل والكثير، والفتيل والقطمير. فقال الأعرابي: أو يحاسبني ربي يارسول الله؟ قال: نعم يحاسبك إن شاء، فقال الأعرابي: وعزته وجلاله إن حاسبني لأحاسبنه. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: وعلى ماذا تحاسب ربك يا أخا العرب؟ قال الأعرابي: إن حاسبني ربي على ذنبي حاسبته على مغفرته، وإن حاسبني على معصيتي حاسبته على عفوه، وإن حاسبني على بخلي حاسبته على كرمه. فبكى النبي صلى الله عليه وسلم حتى ابتلت لحيته. فهبط جبريل عليه السلام على النبي صلى الله عليه وسلم، وقال: يامحمد! السلام يقرئك السلام، ويقول لك: يامحمد! قلل من بكائك، فقد ألهيت حملة العرش عن تسبيحهم. قل لأخيك الأعرابي: لا يحاسبنا ولا نحاسبه، فإنه رفيقك في الجنة.

کتب میں موجود واقعہ:

کتاب "احیاء علوم الدین" میں امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دیہاتی نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ مخلوق کا حساب کون لے گا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ رب العزت خود لینگے، یہ سن کر دیہاتی ہنس پڑا، آپ علیہ السلام نے اس سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو دیہاتی نے کہا کہ کریم ذات جب قدرت پالیتی ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں تو ہمیں بھی مغفرت مل جائے گی.

واقعے کی تحقیق:

یہ واقعہ اگرچہ مختلف کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن اس کی سند پر محدثین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے درست نہیں ہے.

حديث أنس الطويل: قال أعرابي: يارسول الله من يلي حساب الخلق؟ فقال "الله تبارك وتعالى" قال: هو بنفسه؟ قال "نعم" فتبسم الأعرابي، فقال صلى الله عليه وسلم "مم ضحكت يا أعرابي؟ " فقال: إن الكريم إذا قدر عفا، وإذا حاسب سامح. فقال النبي صلى الله عليه وسلم "صدق الأعرابي، ألا لا كريم أكرم من الله تعالى، هو أكرم الأكرمين". ثم قال: "فقه الأعرابي".

امام سخاوی رحمہ اللہ کا قول:

اس روایت کی کوئی اصل نہیں.

لم أجد له أصلا.

[المقاصد الحسنة للإمام السخاوي (متن الكتاب) (الباب الأول: الأحاديث بحسب ترتيب الأحرف) حرف الكاف]

حديث: "الكريم إذا قدر عفا". [البيهقي في الشعب (ص 316) من حديث ربيعة بن أبي عبدالرحمن عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة قال: قال أعرابي: يارسول الله! من يحاسب الخلق يوم القيامة؟ قال: الله، قال: الله؟ قال: الله، قال: نجونا ورب الكعبة، قال: وكيف؟ قال: لأن الكريم... وذكره.

بیہقی کی سند میں "غلابی" نامی راوی متروک ہے جس کی وجہ سے اس روایت پر موضوع ہونے کا شبہ ہوا ہے.

وقال: إن محمد بن زكريا الغلابي تفرد به عن عبيدالله بن محمد بن عائشة، والغلابي متروك، ويشبه أن يكون موضوعاً.

زین الدین العراقی رحمہ اللہ کا قول:

علامہ عراقی رحمہ اللہ نے جب احیاء علوم الدین کی تحقیق کی تو فرمایا کہ مجھے اس کی اصل نہ مل سکی.

(إحیاء علوم الدین 4/130)

وقد قال العراقي عن هذا الحديث: "لم أجد له أصلاً".

علامہ سبکی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ان روایات میں شامل کیا ہے جس کی کوئی سند موجود نہیں.

وذكره السبكي فى ضمن الأحاديث التي لم يجد لها إسناداً. (تخريج أحاديث الإحياء: رقم 3466، وطبقات الشافعية الكبرى: 364/6)

خلاصہ کلام

اللہ رب العزت کی رحمت اور مغفرت تو محض بہانے کی متلاشی رہتی ہے اور اس کے متعلق قرآن وحدیث میں بے شمار آیات اور احادیث موجود ہیں، لہذا اس کیلئے کسی بے سند اور کمزور دلیل کو پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں.

البتہ اس مضمون کے کچھ اقوال بزرگان امت سے ضرور ثابت ہیں:

جیسے ابوالسیف الزاہد سے منقول ہے کہ ہمیں بلکل منظور نہیں کہ ہمارا حساب ہمارے کریم رب کے سوا کوئی اور لے.

امام ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ میرا حساب میرے والدین لیں، میرا رب میرے لئے میرے والدین سے بھی بہتر ہے.

بہر حال یہ واقعہ اور اللہ تعالی کا خود حساب لینے والا واقعہ سند کے لحاظ سے بلکل بھی درست اور ثابت نہیں، لہذا اس کو پھیلانے اور بیان کرنے سے اجتناب ضروری ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۴ ذوالحجہ ۱۴۳۸ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 67

سال کے ابتداء کی ایک دعا

سوال: ایک شخص مولانا شاکر نوری امیر سنی دعوت اسلامی کی ویڈیو عام ہو رہی ہے جس میں وہ سال کے شروع کی دعا کی ترغیب دے رہے ہیں، برائے مہربانی اس دعا اور اس کے ساتھ منسلک باقی دونوں اعمال کے بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ کیا یہ مستند ہے اور اس کو کرنا چاہیئے یا نہیں؟



الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ سال کی ابتداء کے متعلق جس قدر روایات اور اعمال مشہور ہیں یا اس کی ترغیب دی جارہی ہے وہ تمام اعمال کسی بھی مستند اور صحیح روایات سے ثابت نہیں، بلکہ بعض اعمال تو ایسے ہیں کہ موضوعات کی کتب میں بھی تلاش کرنے کے باوجود اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا.

سال کے ابتداء میں پڑھی جانے والی دعائیں:

۱. پہلی دعا:

"اللهم أنت الأبدي القديم الأول وعلى فضلك القديم وجودك المعول، وهذا عام جديد قد أقبل نسألك العصمة من الشيطان وأوليائه، والعون على هذه النفس الأمارة بالسوء، والإشتغال بما يقربني إليك زلفى ياذا الجلال والإكرام يا أرحم الراحمين". -يقول ذلك ثلاثاً- وصلى الله على سيدنا محمد النبي الأمي وعلى آله وصحبه وسلم.

جو شخص اس دعا کو پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ باقی عمر یا باقی سال مجھ سے محفوظ ہوا اور اس شخص کی حفاظت کیلئے دو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ويزعمون " أن من دعا بهذا الدعاء أول يوم من المحرم فإن الشيطان يقول: استأمن على نفسه فيما بقي من عمره؛ لأن الله يوكل به ملكين يحرسانه من الشيطان".
(انظر: هامش دلائل الخيرات للجزولي (237 _ 238)

اس دعا کا ثبوت کسی بھی مستند غیر مستند حدیث کی کتاب میں وجود نہیں، البتہ بعض وظائف کی کتب میں بغیر سند کے مذکور ہے۔

۲. دوسری دعا:

جو شخص سال کے آخیر میں یہ دعا پڑھے "اے اللہ اس سال میں نے جتنے گناہ کئے ان سب کو معاف فرما " تو شیطان کہتا ہے کہ ہم نے پورے سال اس کو گناہ کرانے میں خود کو تھکا دیا اور اس نے ساری محنت ایک لمحے میں ختم کر دی۔

أما دعاء آخر السنة فهو: اللهم ما عملت في هذه السنة مما نهيتني عنه فلم أتب منه بعد جرأتي على معصيتك فإني أستغفرك فاغفر لي ... الخ . ويقولون بزعمهم أن من قرأ هذا الدعاء ثلاث مرات فإن الشيطان يقول تعبنا معه طول السنة فأفسد علينا تعبنا في ساعة واحدة.
(المصدر السابق 242 _ 243)

یہ دعا بھی فقط وظائف کی کتابوں میں ہی پائی جاتی ہے۔

۳. تیسرا عمل:

جو شخص ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھے تو اللہ تعالی ان روزوں کو پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔

كما استدلوا في تعظيم هذين اليومين إلى حديث موضوع لا يصح عن رسول الله وهو "من صام آخر يوم من ذي الحجة وأول يوم من المحرم فقد ختم السنة الماضية، وافتتح السنة المقبلة بصوم جعله الله كفارة خمسين سنة".

(انظر: الموضوعات لابن الجوزي 199/2).

اس روایت کو علامہ ابن جوزی نے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے.

۴. چوتھا عمل:

ہر سال کے آخری دن وضو کر کے چاشت کے وقت دو رکعت نفل پڑھیں اور یہ دعا مانگے اور پھر زوال کے بعد اور پھر عصر سے پہلے ایک دن میں تین مرتبہ یہ عمل کریں تو شیطان مایوس ہو کر کہتا ہے اس نے پورے سال کی محنت ضائع کر دی.

دعاء آخر السنة:

"في آخر يوم من كل سنة تتوضأ وتصلي ركعتين نافلة في الضحى ثم تدعو بهذا الدعاء:
بسم الله الرحمن الرحيم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما،
اللهم ما عملت في هذه السنة مما نهيتني عنه فلم أتب منه ولم ترضه ونسيته ولم تنسه وحلمتٌ علي بعد قدرتك على عقوبتي ودعوتني إلى التوبة بعد جرأتي على معصيتك فإني أستغفرك فاغفر لي بفضلك وما عملت فيها مما ترضاه ووعدتني عليه الثواب فأسالك اللهم يا كريم ياذا الجلال والإكرام أن تتقبله مني، ولا تقطع رجائي منك يا كريم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما.
و تفعل مثل ذلك بعد الزوال ثم قبل صلاة العصر و بذلك تكون قد دعوت في هذا اليوم ثلاث مرات، فإن انت فعلت ذلك حملت الشيطان على أن يقول: تعبنا مع هذا الشخص طوال السنة فأفسد تعبنا في ساعة واحدة."

الإجابة:

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه، أما بعد:
فقد ورد بعض هذا الكلام في بعض الكتب التي لا تهتم بتصحيح الحديث مثل حاشية الشيخ كنون على البناني، وبحثنا عنه في غالب كتب السنة فلم نجد له ذكراً.

یہ روایت بھی حدیث کی کسی صحیح یا ضعیف کتاب میں نہ مل سکی، البتہ بعض وظائف کی کتابوں میں پایا جانا اس کے مستند ہونے کی دلیل نہیں ہے.

۵.پانچواں عمل:

یکم محرم الحرام کو عصر کے بعد تین سو ساٹھ بار بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ آیۃ الکرسی پڑھ کر یہ دعا پڑھیں تو آپ پر پورے سال کسی قسم کی پریشانی کا منحوس سایہ نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی ظالم آپ پر ظلم کر سکے گا.

اللهم يا محول الأحوال! حول حالي إلى أحسن الأحوال بحولك وقوتك يا عزيز يا متعال، وصلى الله على نبينا محمد وصحبه"

یہ دعا بھی کسی مستند کتاب یا مصدر میں موجود نہیں ہے، بلکہ بعض پوسٹوں میں اس کو غلط لکھا گیا ہے یعنی "متعال" کی جگہ "مفضال" لکھا گیا ہے.

خلاصہ کلام

سال کی ابتداء یا انتہا پر کوئی بھی عمل یا کوئی بھی خاص دعا آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اکابرین امت سے کسی مستند ذریعے سے ان اعمال کا کرنا یا انکی ترغیب چلانا ثابت ہے.

لہذا اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ہر نئے عمل کو کرنے سے پہلے اس بات کی تسلی کرلی جائے کہ کیا وہ عمل مستند اور صحیح ہے تاکہ عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو، نہ کہ مسلمان ایسے عمل کا مرتکب ہو جو گناہ کا باعث بنے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

یکم محرم ۱۴۳۹ جمعہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 68

عاشوراء کی فضیلت

محرم الحرام سال کا پہلا مہینہ ہے اس سے ہجری سال کی ابتدا ہوتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی فضیلت بیان فرمائی اور اس کے دنوں میں روزہ رکھنے کی ترغیب فرمائی.

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ افضل ترین روزے رمضان کے بعد محرم کے ہیں اور فرض کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز ہے

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله: (أفضلُ الصيام بعد رمضان شهرُ الله المحرم ، وأفضلُ الصلاة بعد الفريضة صلاةُ الليل) وفي رواية: (الصلاة في جوف الليل) أخرجه مسلم .

لیکن شوم قسمت کہ دیگر چیزوں کی طرح اس مہینے اور عاشورا کے متعلق بھی اس قدر کمزور اور من گھڑت باتیں عام کی گئی کہ اب صحیح بات اور غلط بات میں تمیز مشکل تر ہوتی جارہی ہے

عاشورا کے متعلق مشہور روایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر دس محرم کا روزہ فرض کیا تم لوگ بھی یہ روزہ رکھو اور اپنے اہل وعیال پر رزق میں فراخی کرو کیونکہ جو شخص اس میں فراخی کرے گا سارا سال اس پر فراخی کی جائیگی

1) اس دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی.
2) اسی دن ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا.
3) اسی دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی.
4) اسی دن نوح علیہ السلام کی کشتی کو نجات ملی
5) اسی دن موسی علیہ السلام پر وحی آئی
6) اسی دن اسماعیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہوئی

7) اسی دن یوسف علیہ السلام کو جیل سے نجات ملی

8) اسی دن یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینآئیی واپس آئی

9) اسی دن یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی

10) اسی دن ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفا ملی

11) اسی دن موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر سمندر کو پار کیا

12) یہ دن حضور علیہ السلام کو اگلے پچھلے سارے گناہوں کی معافی ملی

13) اس دن کا روزہ 40 سال کے گناہوں کا کفارہ ہے

14) اللہ تعالی نے مخلوقات میں سے سب سے پہلے اس عاشورہ کا دن بنایا

15) سب سے پہلی بارش اسی دن ہوئی

16) سب سے پہلی رحمت اس دن نازل ہوئی

17) جس نے عاشورا کا روزہ رکھا گویا پورے سال کا روزہ رکھا

18) جس نے اس رات عبادت کی گویا اس نے تمام مخلوقات کے بقدر عبادت کی

عاشورا کے بعض اَعمال کے فضائل

1. چار رکعت نماز فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ قل ہو للہ احد پڑھے تو اللہ تعالی گذشتہ پچاس سال اور آئندہ پچاس سالوں کے گناہ معاف فرمادے
2. جس نے اس دن کسی کو کچھ پلایا تو گویا اس نے لمحہ بھر رب کی نافرمانی نہیں کی
3. اگر کسی نے عاشورا کے دن کسی غریب گھرانے کو کھلایا وہ پل صراط پر روشنی کی چمک کی طرح گزرے گا.

عاشورا کے بعض خاص اعمال

1. جو عاشورا کے دن غسل کرے گا اس کو مرض الموت کے سوا کوئی مرض لاحق نہ ہو گا
2. جو عاشورا کو سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی خراب نہ ہو نگی

3. جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا تمام یتیموں کے ساتھ بھلائی کی

4. جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اس کیلئے ایک ہزار حج ایک ہزار عمرے اور ایک ہزار شہیدوں کا لکھا جائیگا

اس دن کے خاص دیگر واقعات:

- عاشورا کے دن ساتوں آسمان ساتوں زمینیں پہاڑ سمندر پیدا کئے گئے
- اسی دن عرش بنایا گیا
- اسی دن جبرائیل کی پیدائش ہوئی
- اسی دن عیسی علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا
- اسی دن سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی گئ
- اور قیامت بھی اسی دن قائم کی جائیگی

عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن الله عز وجل افترض على بنى إسرائيل صوم يوم في السنة يوم عاشوراء وهو اليوم العاشر من المحرم، فصوموه ووسعوا على أهليكم فيه، فإنه من وسع على أهله من ماله يوم عاشوراء وسع عليه سائر سنته، فصوموه فإنه اليوم الذى تاب الله فيه على آدم، وهو اليوم الذى رفع الله فيه إدريس مكانا عليا، وهو اليوم الذى نجى فيه إبراهيم من النار، وهو اليوم الذى أخرج فيه نوحا من السفينة، وهو اليوم الذى أنزل الله فيه التوراة على موسى، وفيه فدى الله إسماعيل من الذبح، وهو اليوم الذى أخرج الله يوسف من السجن، وهو اليوم الذى رد الله على يعقوب بصره، وهو اليوم الذى كشف الله فيه عن أيوب البلاء، وهو اليوم الذى أخرج الله فيه يونس من بطن الحوت، وهو اليوم الذى فلق الله فيه البحر لبنى إسرائيل، وهو اليوم الذى غفر الله لمحمد ذنبه ما تقدم وما تأخر، وفى هذا اليوم عبر موسى البحر، وفى هذا اليوم أنزل الله تعالى التوبة على قوم يونس، فمن صام هذا اليوم كانت له كفارة أربعين سنة، وأول يوم خلق الله من الدنيا يوم عاشوراء، وأول مطر نزل من السماء يوم عاشوراء،

وأول رحمة نزلت يوم عاشوراء، فمن صام يوم عاشوراء فكأنما صام الدهر كله، وهو صوم الانبياء، ومن أحيا ليلة عاشوراء فكأنما عبدالله تعالى مثل عبادة أهل السموات السبع، ومن صلى أربع ركعات يقرأ في كل ركعة الحمد مرة وخمسين مرة قل هو الله

أحد غفر الله خمسين عاما ماض وخمسين عاما مستقبل وبنى له في الملا الاعلى ألف ألف منبر من نور، ومن سقى شربة من ماء فكأنما لم يعص الله طرفة عين، ومن أشبع أهل بيت مساكين يوم عاشوراء، مر على الصراط كالبرق الخاطف.

ومن تصدق بصدقة يوم عاشوراء فكأنما لم يرد سائلا قط، ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض مرضا إلا مرض الموت، ومن اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عينيه تلك السنة كلها، ومن أمر يده على رأس يتيم فكأنما بر يتامى ولد آدم كلهم، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة ألف ملك، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف شهيد، ومن صام يوم عاشوراء كتب له أجر سبع سموات وفين خلق الله السموات و الارضين والجبال والبحار، وخلق العرش يوم عاشوراء، وخلق القلم يوم عاشوراء، وخلق اللوج يوم عاشوراء، وخلق جبريل يوم عاشوراء، ورفع عيسى يوم عاشوراء، وأعطى سليمان الملك يوم عاشوراء، ويوم القيامة يوم عاشوراء، ومن عاد مريضا يوم عاشوراء فكأنما عاد مرضى ولد آدم كلهم ".

اس روایت کا درجہ:

علامہ ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی کتاب موضوعات میں ذکر کرکے فرمایا کہ یہ روایت من گھڑت ہے

رواه بن الجوزي في كتاب الموضوعات و قال عقب إيراده له :هذا حديث لا يشك عاقل في وضعه ولقد أبدع من وضعه وكشف القناع ولم

يستحيي وأتى فيه المستحيل وهو قوله: وأول يوم خلق الله يوم عاشوراء، وهذا تغفيل من واضعه لانه إنما يسمى يوم عاشوراء إذا سبقه تسعة. انتهى

اس روایت کے ہم معنی روایات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کے قریب کی روایت منقول ہے

06 - عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة بصيامها وقيامها، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملك، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف شهيد، ومن صام يوم

عاشوراء كتب الله له أجر سبع سموات، ومن أفطر عنده مؤمن في يوم عاشوراء فكأنما أفطر عنده جميع أمة محمد، ومن أشبع جائعا في يوم عاشوراء فكأنما أطعم جميع فقراء أمة محمد صلى الله عليه وسلم وأشبع بطونهم ومن مسح على رأس يتيم رفعت له بكل شعرة على رأسه في الجنة درجة. قال فقال عمر يا رسول الله لقد فضلنا الله عزوجل بيوم عاشوراء ؟ قال: نعم خلق الله عزوجل يوم عاشوراء والارض كمثله، وخلق الجبال يوم عاشوراء والنجوم كمثله وخلق القلم يوم عاشوراء واللوح كمثله، وخلق جبريل يوم عاشوراء وملائكته يوم عاشوراء، وخلق آدم يوم عاشوراء وولد إبراهيم يوم عاشوراء، ونجاه الله من النار يوم عاشوراء، وفداه الله يوم عاشوراء، وغرق فرعون يوم عاشوراء ورفع إدريس يوم عاشوراء، وولد في يوم عاشوراء، وتاب الله على آدم في يوم عاشوراء، وغفر ذنب داود في يوم عاشوراء، وأعطى الله الملك لسليمان يوم عاشوراء، وولد النبي صلى الله عليه وسلم في يوم عاشوراء، واستوى الرب عزوجل على العرش يوم عاشوراء، ويوم القيامة يوم عاشوراء ".

اس روایت کا حکم:

اس روایت پر بھی وضع کا حکم لگا ہے

هذا الحديث موضوع

ففي إسناده حبيب بن أبي حبيب و هو معروف بالكذب بل قال فيه الإمام أحمد رحمه الله :كان حبيب بن أبي حبيب يكذب

اس روایت کی سند میں حبیب بن ابی حبیب کو امام احمد نے جھوٹا قرار دیا ہے

. وقال ابن عدى: كان يضع الحديث

روایات گھڑتا تھا ابن عدی

وقال أبو حاتم أبو حبان: هذا حديث باطل لا أصل له.قال وكان حبيب من أهل مرو يضع الحديث على الثقاة لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل القدح فيه

یہ شخص من گھڑت روایات نقل کرتا تھا ابوحاتم

وقال بن الجوزي بعد ذكره لهذا الحديث هذا حديث موضوع بلا شك

یہ روایت من گھڑت ہے ابن جوزی

صحیح اور ثابت اعمال:

جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے

آپ علیہ السلام بھی رکھتے تھے اور مدینہ ہجرت کے بعد بھی رکھتے لیکن رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد اختیار دیا گیا جو چاہے رکھے

ان عائشة - رضي الله عنها - قالت : (كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية ، وكان رسول الله r يصومه في الجاهلية ، فلما قدم المدينة صامه ، وأمر بصيامه ، فلما فُرِضَ رمضان ترك يوم عاشوراء ، فمن شاء صامه ، ومن شاء تركه) أخرجه البخاري ومسلم

جابر بن سمرۃ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے ترغیب دیتے تھے

وعن جابر بن سمرةt قال : (كان رسول الله r يأمر بصيام يوم عاشوراء ، ويحثنا عليه ، ويتعاهدنا عليه ... الحديث) أخرجه مسلم(3) .

اس روزے کا اجر

آپ علیہ السلام سے عاشورا کے روزے کا اجر پوچھا گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ امید ہے کہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے

أبي قتادة أن رسول الله r سئل عن صوم يوم عاشوراء ، فقال : (يكفر السنة الماضية) وفي رواية : (... وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله) أخرجه مسلم(1)

اس روزے کی وجہ اور طریقہ

حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورا کے دن خوشی اور عید مناتے پایا جس کی وجہ یہ بیان کی گئ کہ اس دن حضرت موسی علیہ السلام کو نجات ملی تھی لہذا خوشیاں مناتے تھے

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے بنسبت ہم موسی علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں لیکن ہم روزہ رکھے گے

عن ابن عباس - رضي الله عنهما - قال : قدم رسول الله r المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء ، فسئلوا عن ذلك ، فقالوا : هذا اليوم الذي أظهر الله فيه موسى وبني

إسرائيل على فرعون ، فنحن نصومه تعظيماً له ، فقال رسول الله r : (نحن أولى بموسى منكم ، فأمر بصيامه) أخرجه البخاري ومسلم ، وفي رواية لمسلم : (فصامه موسى شكراً ، فنحن نصومه ...)

یہود کی مخالفت

جب آپ علیہ السلام نے اس دن کے روزے کا حکم دیا تو عرض کیا گیا کہ یہ دن تو یہود اور نصاریٰ کی بھی تعظیم کا دن ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگلے سال ہم نو تاریخ کا روزہ بھی رکھے گے

عن ابن عباس - رضي الله عنهما - أن رسول الله r لما صام يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا : يا رسول الله ، إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى ، فقال رسول الله r : (فإذا كان العام المقبل - إن شاء الله - صمنا اليوم التاسع) قال : فلم يأت العام المقبل حتى توفي رسول الله r . أخرجه مسلم ، وفي رواية له : (لئن بقية إلى قابل لأصومن التاسع)(1) .

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ عاشورا کا روزہ رکھو یہود کی مخالفت کرو اس سے ایک دن قبل یا بعد روزہ رکھو

بحديث ابن عباس مرفوعاً بلفظ : (صوموا يوم عاشوراء ، وخالفوا فيه اليهود ، صوموا قبله يوماً ، أو بعده يوماً) وهو حديث ضعيف

دستر خوان وسیع کرنا

اس متعلق استاد محترم مولانا طلحہ منیار صاحب کا مضمون اختصارا نقل کرونگا.

الجواب:

عاشوراء کے دن وسعت علی العیال والی حدیث: پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعا، اور حضرت عمر سے موقوفا، اور ایک تابعی کی روایت سے مرسلا منقول ہے، جن صحابہ کرام سے مرفوعا وارد ہے، وہ یہ ہیں :

- حضرت جابر [شعب الإیمان 3512]
- حضرت ابن مسعود [شعب الإیمان 3513]
- حضرت ابو سعید خدری [شعب الإیمان 3514]

- حضرت ابو ھریرہ [شعب الإيمان 3515]
- حضرت ابن عمر [التوسعة على العيال لأبي زرعة (ص:12، 10)]
- حضرت عمر پر موقوف روایت [التوسعة على العيال لأبي زرعة (ص:13)] میں
- اور ابن المنتشر تابعی کا بلاغ [شعب الإيمان 3516] میں مروی ہے۔

بعض علماء حدیث اس حدیث کی تمام اسانید وطرق پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث مرفوعا ثابت نہیں ہے، اور بعض صراحتا من گھڑت ہونے کا حکم لگاتے ہیں.

[التوسعة على العيال لأبي زرعة (ص: 13) ، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (6/ 363)]

جبکہ ان کے مقابلہ میں بعض محدثین نے ان کو قبول کیا ہے، اور بعض اسانید کو صحیح یا حسن کا مرتبہ دیا ہے، ان میں بالخصوص امام بیہقی، ابن القطان، عراقی، ابوزرعہ بن العراقی، ابن حجر عسقلانی، سیوطی رحمھم اللہ ہیں،

ان کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

اور مذاہب اربعہ کی کتابوں میں بھی اس پر عمل کرنے کی گنجائش لکھی ہے، اور یہ کہ سال بھر کی برکت کے بارے میں یہ عمل مجرب اور پائے ثبوت کو پہنچا ہوا ئے ہے.

حنفیہ کے بعض فتاوی ملاحظہ فرمائیں:

- وسعت علی العیال کی روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے؛ لیکن مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے فضائل میں قابل استدلال ہے؛ لیکن اس روایت سے کھچڑے اور حلیم پکانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ کھچڑا آج کل اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور یہ لوگ روزہ رکھنے کے بجائے دن بھر کھچڑا کھاتے کھلاتے رہتے ہیں، جو منشائے نبوی کے بالکل خلاف ہے، نیز اس میں التزام مالا یلزم کے معنی بھی پائے جاتے ہیں؛ کیوں کہ وسعت پر عمل کھچڑا پکانے پر ہی منحصر نہیں؛ بلکہ کسی بھی طرح دستر خوان وسیع کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ (کتاب النوازل ج ۱۷ ص ۱۸۸)۔
- عاشوراء کے روز شام کو وسعت دستر خوان ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز اور باعث خیر وبرکت ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ج ۲ ص ۴۳۲)۔

- عاشوراء کے دن اہل وعیال کو اچھا اور خوب کھلانا حدیث وکتب فقہ سے ثابت ہے، حدیث اگرچہ ضعیف بھی ہو پھر بھی فضائلِ اعمال میں اس پر عمل کرنے میں ثواب ہے، نیز فقھاء نے بھی اس حدیث کو قابلِ عمل فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ج ا ص ۴۱۹)۔
- عاشورا کے دن اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (نجم الفتاوی ج ا ص ۲۹۶) ۔

خلاصہ کلام

محرم کے دنوں میں عموما اور دس محرم کے دن کا روزہ خصوصا باعث اجر وثواب و کفارہ سیئات ہے اور اس دن اہل وعیال پر رزق کی وسعت بھی ایک مستحب عمل ہے لیکن اس کے علاوہ جس قدر اعمال یا نمازیں یا قصے اس دن کے حوالے سے مشہور کئے گئے ہیں وہ سب غلط اور من گھڑت روایات ہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

2 محرم الحرام 1439 کراچی

ضمیمہ تنبیہات سلسلہ نمبر 68

دعاء عاشوراء کے نام سے یا اعمال عاشوراء کے نام سے ایک پرچہ گردش کررہا ہے جس میں مختلف اعمال مذکور ہیں.

1) پہلی دو رکعت مخصوص سورت اور مقدار کے ساتھ جو کہ موضوعات میں سے ہے یعنی یہ نماز اس مخصوص ترکیب کے ساتھ کہیں بھی ثابت نہیں.

2) دوسری ایک دعا جو کہ کنز النجاح والسرور نامی کتاب میں مذکور ہے لیکن صرف اس کتاب میں ذکر ہونا اس دعا کی صحت کیلئے کافی نہیں ہے.

(نوٹ بعض حضرات اس طرح کے اعمال پر مجرب کا لیبل لگا کر علمی گرفت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں)

3) اس دعاء میں انبیاء کے واقعات کا تذکرہ ہے اس کی بھی کوئی اصل تلاش کے باوجود نہیں مل پائی بلکہ جس قدر روایات وارد ہیں وہ سب تقریبا موضوعات اور من گھڑت ہے جس کی تفصیل **تنبیہات نمبر 68** میں موجود ہے

مجموعی طور پر یہ پرچہ میں جو دعاء اور نماز مذکور ہے اور عوام میں مشہور ہوئی ہے اس کی کوئی اصل احادیث سے نہیں.

گزشتہ دنوں حرز ابودجانہ کے نام سے ایک عمل سامنے آیا تو اس کی جو روایت تھی وہ من گھڑت اور موضوع تھی لیکن بعض ساتھیوں کا یہ اصرار تھا کہ روایت موضوع ہے لیکن عمل مجرب ہے لہذا اس کی اجازت ملنی چاہیئے.

اللہ تعالی جزائے خیر مفتی عارف گلگتی صاحب کو جنھوں نے ہندوپاک کے جید محدثین مولانا نور البشر صاحب کراچی اور مولانا طلحہ منیار صاحب گجرات انڈیا سے رابطہ کیا تو دونوں حضرات نے اس بات کی تائید فرمائی کہ جس عمل کی بنیاد اگر کسی موضوع روایت پر ہو تو اس عمل کو بطور مجرب کے کرنا بھی درست نہیں ہے.

اس دعا کی بنیاد بھی من گھڑت روایات پر ہے لہذا اس دعا کا پڑھنا یا اس کو عام کرنا کسی بھی صورت درست نہیں.

عاشوراء کے اعمال میں روزہ اور اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کرنا ثابت ہے اس کے علاوہ جو باتیں مشہور ہیں انکی کوئی اصل نہیں اور انکی تشہیر اور عمل سے اجتناب کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالباقی اخونزادہ

2 اکتوبر 2017 کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 69

جنّت کے کپڑے

سوال: مندرجہ ذیل دو واقعات کی تحقیق مطلوب ہے:

١. روایتوں میں آتا ہے کہ چاند رات کو حضرت اِمام حسن اور حضرت اِمام حُسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ محترمہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا: "امی جان! صبح عید کا دِن ہے، مدینہ کے لوگوں کے بچے نئے نئے لِباس پہنیں گے۔ کیا اِمام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا کے شہزادے نئے کپڑے نہ پہنیں گے؟"

بچوں کے سوال سے ماں کی مامتا تڑپ اُٹھی، بچوں کو تسلّی دی کہ میرے بیٹوں! کوئی فِکر کی بات نہیں، تمھیں بھی نئے جوڑے مِل جائیں گے۔ سیّدہ نِساء العالمین خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا نے نماز سے فارغ ہو کر بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کِیا: "مولٰی! تیرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں نے مجھ سے نئے کپڑے مانگے ہیں۔ اے مولا! میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ اے میرے مولا! میرے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لے۔ "دُعا سے فارغ ہوئیں تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا: "کون؟" آنے والے نے جواب دیا: "اہلِ بیت کا درزی شہزادوں کے لیے نئے کپڑے لے کر آیا ہے۔ "سیّدہ رضی اللہ عنہا نے وہ کپڑے لئے اور صُبح دونوں شہزادوں کو پہنا دیئے. سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: "بیٹی! کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ کپڑے کہاں سے اور کون لے کر آیا تھا؟" عرض کِیا: "ابّا جان! آپ ہی بتا دیں۔ "تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ جبریل امین علیہ السّلام تھے جو خدائے تعالٰی کی طرف سے جنّت سے کپڑے لے کر حاضر ہوئے تھے۔" (روضتہ الشہداء، جِلد:٢، صفحہ:١٣٨)

معزز احباب!

اللہ تعالٰی کے یہاں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا یہ مقام ہے کہ ان کے لئے جنّت سے جوڑے بھیجے گئے اور شہزادوں کی دِل شکنی نہیں کی گئی، تو جو لوگ ان کی شان میں گُستاخیاں کرتے ہیں وہ کس قدر ظالم اور عذابِ خداوندی کے مُستحق ہوں گے۔

٢. ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھما نے کوئی تحریر لکھی اور دونوں اپنی تحریر کو اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور پوچھا کس کی تحریر اچھی ہے؟ ہمارے نبی نے فرمایا کہ اپنی

امی کے پاس جاؤ وہ بتائیں گی کہ کس کی تحریر اچھی ہے، امی کے پاس جاکر پوچھا تو امی بولیں کہ سیب جس کی تحریر پر گرے گا اس کی تحریر اچھی ہوگی، امی نے سیب اچھالا تو اوپر جاکر سیب کے دو ٹکڑے ہوگئے اور دونوں کی تحریر میں گرے.

برائے کرم ان دونوں واقعات کی تحقیق فرمادیجئے کہ صحیح ہیں یا نہیں.

الجواب باسمہ تعالی

یہ دونوں واقعے اپنے الفاظ سے ہی من گھڑت معلوم ہوتے ہیں کیونکہ شیعوں کی من گھڑت روایات لاکھوں کی تعداد میں ہیں جیسا کہ علماء نے اس بات کی طرف اشارے کئے ہیں کہ روافض نے حضرت علی اور اہل بیت کے فضائل میں تین لاکھ روایات گھڑی ہیں.

قال الحافظ أبو يعلى الخليلي في كتاب "الإرشاد": وضعت الرافضة في فضائل علي رضي الله عنه وأهل البيت نحو ثلاث مئة ألف حديث.

سیب اور حضرت فاطمہ کی پیدائش کے متعلق عجیب روایات:

روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت فرمایا: بتاؤ فاطمہ کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں. آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ انسانی حور ہے، انسان نہیں ہے اور اس کی پیدائش جبرائیل کے پسینے اور پروں سے ہوئی ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ انسانی حور ہے لیکن انسان نہیں، اور آپ نے فرمایا کہ جبرائیل کے پسینے اور اس کے پروں سے پیدا ہوئی ہے. آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جنت کا ایک سیب مجھے تحفے کے طور پر بھجوایا جس کو جبرائیل لے کر آنے لگے تو اس سیب کو اپنے سینے سے چمٹایا، اس کے بعد جبرائیل کو بھی پسینہ آیا اور سیب کو بھی پسینہ آیا اور دونوں کا پسینہ مل گیا، پھر جبرائیل نے وہ سیب میری خدمت میں پیش کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپ کو جنت کے سیب کا تحفہ دیا ہے، آپ یہ سیب کھالیں. میں نے کہا کہ کیا اللہ تعالی کا تحفہ کھایا جاتا ہے؟ تو جبرائیل نے کہا کہ یہ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ آپ اس سیب کو کھالیں. میں نے اس سیب کو جیسے ہی کاٹا تو اس میں سے ایک نور نکلا جو پورے افق پر چھا گیا، مجھ سے کہا گیا کہ یہ منصورہ کا نور ہے. میں نے کہا کہ منصورہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا کہ ایک لڑکی جو آپ کے خاندان میں ہوگی، اس کا آسمانی نام منصورہ اور دنیاوی نام فاطمہ ہوگا.

اور اس کو فاطمہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ماننے والے جہنم سے دور ہونگے اور نہ ماننے والے اللہ کی رحمت سے دور ہونگے۔

عن أبي عبدالله جعفر بن محمد بن علي، عن أبيه، عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: معاشر الناس! أتدرون لما خلقت فاطمة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم.

قال: خلقت فاطمة حوراء إنسية لا إنسية. وقال: خُلقت من عَرَق جبرئيل ومن زَغَبه.

قالوا: يارسول الله، استشكل ذلك علينا، تقول: حوراء إنسية لا إنسية. ثم تقول: من عَرَق جبرئيل ومن زَغَبه؟ قال: إذا أنبئكم: أهدي إلى ربي تفاحة من الجنة، أتاني بها جبرئيل عليه السلام، فضمها إلى صدره فعرق جبرئيل، وعرقت التفاحة، فصار عرقهما شيئا واحدا، ثم قال: السلام عليك يارسول الله ورحمة الله وبركاته، قلت: وعليك السلام ياجبرئيل! فقال: إن الله أهدي إليك تفاحة من الجنة، فأخذتها وقبلتها ووضعتها على عيني وضممتها إلى صدري.

ثم قال: يامحمد! كلها. قلت: ياحبيبي ياجبرئيل! هدية ربي تؤكل؟ قال: نعم، قد أمرت بأكلها، فأفلقتها فرأيت منها نورا ساطعا ففزعت من ذلك النور، قال: كل فإن ذلك نور المنصورة، قلت: ياجبرئيل! ومن المنصورة؟ قال: جارية تخرج من صلبك واسمها في السماء منصورة، وفي الأرض فاطمة، فقلت: ياجبرئيل! ولم سميت في السماء منصورة وفي الأرض فاطمة؟ قال: سميت "فاطمة" في الأرض لأنه فطمت شيعتها من النار، وفطموا أعداؤها عن حبها، وذلك قول الله تعالى في كتابه: {ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله} بنصر فاطمة.

بيان: الزغب: الشعيرات الصغرى على ريش الفرخ، وكونها من زغب جبرئيل إما لكون التفاحة فيها وعرقت من بينها، أو لأنه التصق بها بعض ذلك الزغب فأكله النبي.

خلاصہ کلام

یہ واقعات اور اس طرح کے بے شمار واقعات جو روافض اور شیعوں نے گھڑے ہیں جس کا نہ کوئی سر ہے اور نہ کوئی پیر ہے، ان واقعات کو سنانا اور پھیلانا سخت گناہ اور جہنم میں ٹھکانہ بنانے کی طرح ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۹

تنبیہات سلسلہ نمبر 70

حضرت عمر کے دور کا انصاف

سوال: دو نوجوان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی محفل میں داخل ہوتے ہی محفل میں بیٹھے ایک شخص کے سامنے کھڑے ہو کر اسکی طرف انگلی سے اشارہ کر کے کہتے ہیں: یا عمرؓ! یہ ہے وہ شخص.....

سیدنا عمرؓ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا ہے اس شخص نے؟

وہ کہتے ہیں کہ یا امیر المؤمنین! اس نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے۔

سیدنا عمرؓ پوچھتے ہیں: کیا کہہ رہے ہو، اس نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟

سیدنا عمرؓ اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں: کیا تو نے ان کے باپ کو قتل کیا ہے؟

وہ شخص کہتا ہے: ہاں امیر المؤمنین! مجھ سے انکے باپ کا قتل ہو گیا ہے.

کس طرح قتل کیا ہے؟ سیدنا عمرؓ پوچھتے ہیں۔

یا عمرؓ! انکا باپ اپنے اونٹ سمیت میرے کھیت میں داخل ہو گیا تھا، میں نے منع کیا، باز نہیں آیا تو میں نے ایک پتھر دے مارا۔ جو سیدھا اس کے سر میں لگا اور وہ موقع پر مر گیا۔ پھر تو قصاص دینا پڑے گا، موت ہے اسکی سزا۔ سیدنا عمرؓ کہتے ہیں۔

نہ فیصلہ لکھنے کی ضرورت، اور فیصلہ بھی ایسا اٹل کہ جس پر کسی بحث و مباحثے کی بھی گنجائش نہیں، نہ ہی اس شخص سے اسکے کنبے کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا ہے، نہ ہی یہ پوچھا گیا ہے کہ اسکا تعلق کس قدر شریف خاندان سے ہے، نہ ہی یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اسکا تعلق کسی معزز قبیلے سے تو نہیں، معاشرے میں کیا رتبہ یا مقام ہے؟ ان سب باتوں سے بھلا سیدنا عمرؓ کو مطلب ہی کیا ہے، کیوں کہ معاملہ اللہ کے دین کا ہو تو عمرؓ پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے میں عمرؓ کو روک سکتا ہے۔ حتیٰ کہ سامنے عمرؓ کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ قاتل کی حیثیت سے آ کھڑا ہو، قصاص تو اس سے بھی لیا جائے گا۔

وہ شخص کہتا ہے: اے امیر المؤمنین! اس کے نام پر جس کے حکم سے یہ زمین و آسمان قائم کھڑے ہیں مجھے صحراء میں واپس اپنی بیوی بچوں کے پاس جانے دیجیئے تاکہ میں انکو بتا کر آؤں کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ ان کا اللہ اور میرے سوا کوئی آسرا نہیں ہے، میں اسکے بعد واپس آ جاؤں گا۔

سیدنا عمرؓ کہتے ہیں: کون تیری ضمانت دے گا کہ تو صحراء میں جا کر واپس بھی آجائے گا؟

مجمع پر ایک خاموشی چھا جاتی ہے۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے جو اسکا نام تک بھی جانتا ہو۔ اسکے قبیلے، خیمے یا گھر وغیرہ کے بارے میں جاننے کا معاملہ تو بعد کی بات ہے۔

کون ضمانت دے اسکی؟ کیا یہ دس درہم کے ادھار یا زمین کے ٹکڑے یا کسی اونٹ کے سودے کی ضمانت کا معاملہ ہے؟ ادھر تو ایک گردن کی ضمانت دینے کی بات ہے جسے تلوار سے اڑا دیا جانا ہے۔

اور کوئی ایسا بھی تو نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمرؓ سے اعتراض کرے، یا پھر اس شخص کی سفارش کیلئے ہی کھڑا ہو جائے۔ اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا جو سفارشی بننے کی سوچ سکے۔

محفل میں موجود صحابہ پر ایک خاموشی سی چھا گئی ہے، اس صورتحال سے خود عمرؓ بھی متأثر ہیں۔ کیوں کہ اس شخص کی حالت نے سب کو ہی حیرت میں ڈال کر رکھ دیا ہے۔ کیا اس شخص کو واقعی قصاص کے طور پر قتل کر دیا جائے اور اس کے بچے بھوک سے مرنے کیلئے چھوڑ دیئے جائیں؟ یا پھر اسکو بغیر ضمانتی کے واپس جانے دیا جائے؟ واپس نہ آیا تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا.

خود سیدنا عمرؓ اس صورتحال پر سر جھکائے افسردہ بیٹھے ہیں، سر اُٹھا کر التجا بھری نظروں سے نوجوانوں کی طرف دیکھتے ہیں، معاف کر دو اس شخص کو۔

نہیں امیر المؤمنین! جو ہمارے باپ کو قتل کرے اسکو چھوڑ دیں، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، نوجوان بغیر کسی جھجھک کے اپنا آخری فیصلہ سنا دیتے ہیں۔

عمرؓ ایک بار پھر مجمع کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پوچھتے ہیں: اے لوگو! ہے کوئی تم میں سے جو اس کی ضمانت دے؟

ابوذر غفاریؓ اپنے زہد و صدق سے بھرپور بڑھاپے کے ساتھ کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں اس شخص کی ضمانت دیتا ہوں.

سیدنا عمرؓ کہتے ہیں: ابوذر! اس نے قتل کیا ہے۔

چاہے قتل ہی کیوں نہ کیا ہو، ابوذرؓ اپنا اٹل فیصلہ سناتے ہیں۔

عمرؓ: جانتے ہو اسے؟

ابوذرؓ: نہیں جانتا اسے۔

عمرؓ: تو پھر کس طرح ضمانت دے رہے ہو؟

ابوذرؓ: میں نے اس کے چہرے پر مؤمنوں کی صفات دیکھی ہیں، اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا، انشاءاللہ یہ لوٹ کر واپس آجائے گا۔

عمرؓ: ابوذرؓ دیکھ لو اگر یہ تین دن میں لوٹ کر نہ آیا تو مجھے تیری جدائی کا صدمہ دیکھنا پڑے گا۔

امیر المؤمنین، پھر اللہ مالک ہے۔ ابوذر اپنے فیصلے پر ڈٹے ہوئے جواب دیتے ہیں۔

سیدنا عمرؓ سے تین دن کی مہلت پا کر وہ شخص رخصت ہو جاتا ہے، کچھ ضروری تیاریوں کیلئے، بیوی بچوں کو الوداع کہنے، اپنے بعد اُن کے لئے کوئی راہ دیکھنے، اور اس کے قصاص کی ادئیگی کیلئے قتل کئے جانے کی غرض سے لوٹ کر واپس آنے کیلئے۔

اور پھر تین راتوں کے بعد، عمرؓ بھلا کیسے اس امر کو بھلا پاتے، انہوں نے تو ایک ایک لمحہ گن کر کاٹا تھا، عصر کے وقت شہر میں (الصلاۃ جامعۃ) کی منادی پھر جاتی ہے، نوجوان اپنے باپ کا قصاص لینے کیلئے بے چین اور لوگوں کا مجمع اللہ کی شریعت کی تنفیذ دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا ہے۔

ابوذرؓ بھی تشریف لاتے ہیں اور آکر عمرؓ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔

کہاں ہے وہ آدمی؟ سیدنا عمرؓ سوال کرتے ہیں۔

مجھے کوئی پتہ نہیں ہے یا امیر المؤمنین! ابوذرؓ مختصر جواب دیتے ہیں۔

ابوذرؓ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں جہاں سورج ڈوبنے کی جلدی میں معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ جاتا دکھائی دے رہا ہے۔

محفل میں 'ہو' کا عالم ہے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ آج کیا ہونے جا رہا ہے؟

یہ سچ ہے کہ ابوذرؓ سیدنا عمرؓ کے دل میں بستے ہیں، عمرؓ سے ان کے جسم کا ٹکڑا مانگیں تو عمرؓ دیر نہ کریں، کاٹ کر ابوذرؓ کے حوالے کر دیں، لیکن ادھر معاملہ شریعت کا ہے، اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا ہے، کوئی کھیل تماشہ نہیں ہونے جا رہا، نہ ہی کسی کی حیثیت یا صلاحیت کی پیمائش ہو رہی ہے، حالات اور واقعات کے مطابق نہیں، اور نہ ہی زمان و مکان کو بیچ میں لایا جانا ہے۔

اگر قاتل نہیں آتا تو ضامن کی گردن جاتی نظر آرہی ہے۔

مغرب سے چند لحظات پہلے وہ شخص آجاتا ہے، بے ساختہ حضرت عمرؓ کے منہ سے اللہ اکبر کی صدا نکلتی ہے، ساتھ ہی مجمع بھی اللہ اکبر کا ایک بھرپور نعرہ لگاتا ہے۔

عمرؓ اس شخص سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: اے شخص! اگر تو لوٹ کر نہ بھی آتا تو ہم نے تیرا کیا کر لینا تھا، نہ تو کوئی تیرا گھر جانتا تھا اور نہ ہی کوئی تیرا پتہ جانتا تھا.

امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! بات آپکی نہیں ہے، بلکہ بات اس ذات کی ہے جو سب ظاہر و پوشیدہ کے بارے میں جانتا ہے، دیکھ لیجئے میں آگیا ہوں، اپنے بچوں کو پرندوں کے چوزوں کی طرح صحراء میں تنہا چھوڑ کر، جہاں نہ درخت کا سایہ ہے اور نہ ہی پانی کا نام و نشان۔ میں قتل کر دیئے جانے کیلئے حاضر ہوں۔ مجھے بس یہ ڈر تھا کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے وعدوں کا ایفاء ہی اُٹھ گیا ہے۔

سیدنا عمرؓ نے ابوذر کی طرف رخ کر کے پوچھا: ابوذرؓ! تو نے کس بنا پر اسکی ضمانت دے دی تھی؟

ابوذرؓ نے کہا: اے عمرؓ، مجھے اس بات کا ڈر تھا کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے خیر ہی اٹھالی گئی ہے۔

سیدنا عمرؓ نے ایک لمحے کیلئے توقف کیا اور پھر ان دو نوجوانوں سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اب؟

نوجوانوں نے روتے ہوئے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! ہم اس کی صداقت کی وجہ سے اسے معاف کرتے ہیں، ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے عفو اور در گذر ہی اُٹھالیا گیا ہے۔

سیدنا عمرؓ اللہ اکبر پکار اُٹھے اور آنسو انکی داڑھی کو تر کرتے نیچے گر رہے تھے۔۔۔

اے نوجوانو! تمہارے عفو و در گذر پر اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔

اے ابوذرؓ! اللہ تجھے اس شخص کی مصیبت میں مدد پر جزائے خیر دے۔

اور اے شخص! اللہ تجھے اس وفائے عہد و صداقت پر جزائے خیر دے۔

اور اے امیر المؤمنین، اللہ تجھے تیرے عدل و رحمدلی پر جزائے خیر دے۔

الجواب باسمہ تعالی

اس واقعے کی تحقیق کرتے ہوئے تمام روایات کے مصادر میں تلاش کیا گیا لیکن کسی بھی مستند یا ضعیف مصدر میں اس واقعے کے متعلق کوئی حوالہ نہیں مل سکا، البتہ بہت بعد کی کچھ کتابوں میں اس کے بارے میں بغیر سند کے کچھ حوالہ ملتا ہے، لیکن وہ کتابیں بھی اس قدر مضبوط نہیں کہ ان کی بنیاد پر اس واقعے کو صحیح یا درست مانا جائے.

اس واقعے کی تحقیق:

۱. یہ واقعہ اتلیدی نے اپنی کتاب "نوادر الخلفاء" (جو "إعلام الناس بما وقع للبرامكہ مع ابن عباس" کے نام سے مشہور ہے) میں اس واقعے کو ذکر کیا ہے.

۲. اسی طرح یہ واقعہ "مجانی الأدب فی حدائق العرب"(4/230)میں بھی مذکور ہے.

ان دونوں کتابوں کی اہمیت کسی عربی زبان کے ناول سے زیادہ نہیں کیونکہ یہ دونوں مصنفین صرف عربی لطائف اور عرب کے ایسے اخبار کو جمع کرتے تھے جس میں دلچسپی کا سامان ہو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ درست ہے یا نہیں

ن القصة المذكورة لم ترد في مصدر موثوق، ولم أجدها بعد بحث طويل إلا في كتابين،

الأول: إعلام الناس بما وقع للبرامكة مع بني العباس، لمحمد دياب الإتليدي (ت بعد 1100هـ) وهو رجل مجهول لم يزد من ترجموا له على ذكر وفاته وأنه من القصّاص، وليس له سوى هذا الكتاب .

رابعا: وأما الإتليدي (؟ - بعد 1100 هـ، ؟- بعد 1689 م) :

فهو محمد دياب الإتليدي :

قصاص، من إقليم منية الخصيب بمصر، له كتاب :

(إعلام الناس بما وقع للبرامكة مع بني العباس).

ومثل هذا الكتاب مثل كتب جمع الطرف والأشياء الظريفة، ولكنه كله كتابات، ليس فيها من صحة التاريخ شيء، سوى شيئا واحدا، وهو أسماء الشخصيات التاريخية فحسب .

والكتاب الآخر: مجاني الأدب من حدائق العرب، للويس شيخو (ت 1346هـ)، وهو رجل متّهم ظنين، ويكفي أنه بنى أكثر كتبه على أساس فاسد -

اس واقعے کے سند کی حالت:

ا. اتلیدی نے اس واقعے کو قاضی شرف الدین حسین بن ریان کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ دونوں کے درمیان چار سو(۴۰۰)سال کا زمانہ حائل ہے.

۲. قاضی شرف الدین نے اس واقعے کو صحابہ کے دور سے بغیر سند کے ذکر کیا ہے جبکہ ان کے اور صحابہ کرام کے درمیان سات سو(۷۰۰)سال کا زمانہ حائل ہے.

درمیان کے اس زمانے کی سند کا ذکر کہیں بھی موجود نہیں.

دث في عهد عمر بن الخطاب أن جاء ثلاثة أشخاص ممسكين بشاب، وقالوا: ياأمير المؤمنين! نريد منك أن تقتص لنا من هذا الرجل، فقد قتل والدنا. قال عمر بن

الخطاب: لماذا قتلته؟ قال الرجل: إني راعى إبل، وأعز جمالي أكل شجرة من أرض أبيهم، فضربه أبوهم بحجر فمات، فأمسكت نفس الحجر وضربته به، فمات. قال عمر بن الخطاب: إذا سأقيم عليك الحد. قال الرجل: أمهلني ثلاثة أيام فقد مات أبي، وترك لي كنزاً أنا وأخي الصغير، فإذا قتلتني ضاع الكنز، وضاع أخي من بعدي. فقال عمر بن الخطاب: ومن يضمنك؟ فنظر الرجل في وجوه الناس فقال: هذا الرجل. فقال عمر بن الخطاب: يا أباذر! هل تضمن هذا الرجل؟ فقال أبو ذر: نعم ياأمير المؤمنين. فقال عمر بن الخطاب: إنك لا تعرفه، وإن هرب أقمت عليك الحد. فقال أبو ذر: أنا أضمنه ياأمير المؤمنين. ورحل الرجل، ومر اليوم الأول، والثاني، والثالث وكل الناس كانوا قلقين على أبي ذر حتى لا يقام عليه الحد. وقبل صلاة المغرب بقليل جاء الرجل وهو يلهث، وقد اشتد عليه التعب والإرهاق ووقف بين يدي أميرالمؤمنين عمر بن الخطاب قال الرجل: لقد سلمت الكنز وأخي لأخواله، وأنا تحت يدك لتقيم علي الحد. فاستغرب عمر بن الخطاب وقال: ما الذي أرجعك؟ كان من الممكن أن تهرب. فقال الرجل: خشيت أن يقال: لقد ذهب الوفاء بالعهد من الناس. فسأل عمر بن الخطاب أباذر لماذا ضمنته؟ فقال أبو ذر: خشيت أن يقال: لقد ذهب الخير من الناس. فتأثر أولاد القتيل فقالوا: لقد عفونا عنه. فقال عمر بن الخطاب: لماذا؟ فقالوا: نخشى أن يقال لقد ذهب العفو من الناس.

أرجو الرد -وجزاكم الله كل خير-.

الإجابة:

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه، أما بعد:

فقراءة هذه القصة يغني عن البحث في صحتها، ففيها غرائب لا تليق بفقه الصحابة رضي الله عنهم. وعلى أية حال فقد بحثنا لها عن سند فلم نجد، ولم نطلع عليها إلا في كتب القصاص وأصحاب النوادر، فذكرها الإتليدي في بداية كتابه "نوادر الخلفاء) المشهور باسم: (إعلام الناس بما وقع للبرامكة مع بني العباس ص: 11). وذكرها لويس شيخو اليسوعي مؤسس مجلة المشرق في كتابه: "مجاني الأدب في حدائق العرب" (230/4)

- قال الإتليدي في كتابه: قال القاضي شرف الدين حسين بن ريان: وبينهما ٤٠٠ سنة.

قال القاضي شرف الدين حسين بن ريان: قال أغرب ما سمعته من الأخبار، وأعجب ما سمعته عن الأخيار...ثم ذكر القصة؛ وبينه وبين الصحابة ٧٠٠ سنة تقريبا، دون أن يذكر رجلا واحدا ممن روى عنه.

اس واقعے کی ایک اور جہت:

یہ واقعہ بعض کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے.

دخل أعرابي بستانا ليستريح .. أناخ ناقته ثم نام قليلا .. قامت الناقة و أحدثت فسادا كبيرا في البستان .. جاء صاحب البستان فقتل الناقة، استيقظ الأعرابي وقتل صاحب البستان .. أقبل أولاد صاحب البستان وأمسكوا بالأعرابي للقصاص، طلب الأعرابي منهم أن يمهلوه حتى يرجع إلى أولاده فيوصي لهم ثم يعود، قالوا: ومن يضمن لنا أنك ستعود؟ وبينما هم كذلك مر بهم أبوهريرة رضي الله عنه وعلم أمرهم ثم قال: أنا أضمن الرجل .. ذهب الرجل إلى أهله بعد أن وعدهم بالعودة في يوم معلوم ..

وجاء اليوم الذي انتظروه .. وذهب أولاد القتيل إلى أبي هريرة فقالوا: كيف تضمن رجلا لا تعرفه ولا تعرف بلده؟ قال أبوهريرة: حتى لا يقال إن أهل المروءة قد ولوا .. وبينما هم كذلك إذ ظهر الرجل في الأفق وأقبل حتى وقف بينهم؛ قالوا: لماذا عدت وقد كان بإمكانك أن تنجو بنفسك؟ قال: حتى لا يقال إن أصحاب الوفاء قد ولوا ..

عندها قال أولاد القتيل: ونحن قد عفونا عنك حتى لا يقال: إن أهل العفو قد ولوا.

خلاصہ کلام

اس واقعے کو تمام دستیاب مصادر میں تلاش کرنے کے بعد اس کے متعلق موجودہ زمانے کے باحثین (تلاش کرنے والے) علماء کی رائے کچھ اس طرح کی ہے:

شیخ خالد عبدالعلیم متولی:

شیخ فرماتے ہیں کہ ہم نے باوجود تلاش کے اس واقعے کو کہیں نہیں پایا اور یہ جس درجے کا واقعہ ہے تو لازم تھا کہ حدیث، تاریخ یا حالات صحابہ میں ضرور موجود ہوتا.

قال عنها الشيخ خالد عبدالعليم متولي:

١- وهذه القصة لم أقف عليها في أي كتاب، فلو أنها حدثت مع صحابي لذكرت في كتب الحديث أو كتب التاريخ والسير أو التراجم، فهذه القصة ليس لها أصل وهي مكذوبة قطعا مع ما فيها من النكارة الظاهرة.

٢- فكيف يقيم عمرُ الحدّ على ابي ذر رضي الله عنهما دون جناية لكن بمجرد الكفالة!! فأين ذهب فقه الصحابة رضي الله عنهم؟ وهل يجوز شرعا أن ينوب أحد عن أحد في إقامة الحد؟

قبّح الله من وضعها!! ولم يستحي مَن وضعها بقوله [وكل الناس كانوا قلقين على أبي ذر حتى لا يقام عليه الحد]

وهذه القصة متداولة في المنتديات فلا يجوز ذكرها الا ببيان كذبها ... والله أعلم وأحكم

ایک اور جگہ لکھا گیا کہ 'اس واقعے کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں'.

هذه القصة ليس لها أصل وهي مكذوبة قطعا.

مع ما فيها من النكارة الظاهرة فكيف يقيم عمرُ الحدّ على ابي ذر رضي الله عنهما دون جناية.

لكن بمجرد الكفالة!! فأين ذهب فقه الصحابة رضي الله عنهم.

قبّح الله من وضعها!!

ولم يستحي مَن وضعها بقوله: =وكل الناس كانوا قلقين على أبي ذر حتى لا يقام عليه الحد=

وهذه القصة متداولة في المنتديات؛ فلا يجوز ذكرها الا ببيان كذبها.

یہ واقعہ ثابت نہیں، لہذا اس کا بیان کرنا اور پھیلانا کسی طرح بھی درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۹

تنبیہات سلسلہ نمبر 71

مردوں کے لئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا حکم

جناب محترم مفتی صاحب!
اس ویڈیو میں ایک مفتی صاحب نے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو ممنوع قرار دیا ہے، اسکے بارے میں تحقیقی بات کی طرف رہنمائی فرمادیجئے.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے، لہذا کسی ایک ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو بدعت یا گمراہ لوگوں کا طریقہ کہنا درست نہ ہوگا.

داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ثبوت:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے کیونکہ یہ بھی زینت کی چیزوں میں سے ہے اور داہنے ہاتھ کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے.

يقول الإمام النووي رحمه الله: "الصحيح المشهور أنه في اليمين أفضل؛ لأنه زينة، واليمين أشرف". (المجموع 462/4)

روایات سے استدلال:

ا. حضور علیہ السلام نے پہلے سونے کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگینہ اندر کی جانب رکھا، جب لوگوں کو علم ہوا تو انہوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنالیں.

آپ علیہ السلام کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے انگوٹھی اتار دی تو لوگوں نے بھی اتار دی.
صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ انگوٹھی داہنے میں پہنی تھی.

١- عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْطَنَعَ خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ إِذَا لَبِسَهُ، فَاصْطَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ، فَرَقِيَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ اصْطَنَعْتُهُ، وَإِنِّي لاَ أَلْبَسُهُ، فَنَبَذَهُ فَنَبَذَ النَّاسُ. قَالَ جُوَيْرِيَةُ: وَلاَ أَحْسِبُهُ إِلاَّ قَالَ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى. (رواه البخاري 5876).

- وفي رواية عند مسلم أيضا (2091): فيها التصريح باليمين أيضا.

٢. حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنی جس کا نگینہ حبشی تھا اور آپ نگینے کو ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے.

٢- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِي يَمِينِهِ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ. (رواه مسلم 2094)

٣. عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے.

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب کی روایات میں یہ سب سے صحیح ترین روایت ہے.

٣- عن عبدالله بن جعفر رضي الله عنه قال: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ". (رواه أحمد في "المسند" 265/3)

وقال فيه الإمام البخاري: "هذا أصح شيء روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الباب". (سنن الترمذي، رقم: 1744).

آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام سے داہنے اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننے کا ثبوت:

آپ علیہ السلام کا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا:

١. أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ كان يتختمُ بيمينِه.

- الراوي: أنس بن مالك.
- المحدث: الخليلي.
- المصدر: الإرشاد.
- الصفحة أو الرقم: 305/1.
- خلاصة حكم المحدث: له متابعة.

٢- أن النبيَّ صلى الله عليه وسلم كان يتختَّمُ بيمينِه.
- الراوي: عبدالله بن جعفر بن أبي طالب.
- المصدر: صحيح النسائي.
- الصفحة أو الرقم: 5219.
- خلاصة حكم المحدث: صحيح.

صحابہ کرام اور تابعین کا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا:

ا. ابو رافع نے داہنے میں انگوٹھی پہنی اور کہا کہ عبد اللہ بن جعفر داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور علیہ السلام داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے.

١- رأيتُ ابنَ أبي رافِعٍ يَتختَّمُ في يَمينِه، فسألتُه عن ذلِك، فقال: رأيتُ عبدَاللَّهِ بنَ جَعفرٍ يتختَّمُ في يمينِهِ، وقالَ عبدَاللَّهِ بنَ جعفرٍ: كانَ النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ يتختَّمُ في يَمينِهِ.
- الراوي: ابن أبي رافع.
- المصدر: الترمذي.
- الصفحة أو الرقم: 1744.
- خلاصة حكم المحدث: صحيح.

٢. ابن عباس رضی اللہ عنھما نے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور فرمایا میں نے آپ علیہ السلام کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے دیکھا.

٢- كان ابنُ عبَّاس يتختَّمُ في يمينِه، ولا إِخالُه إلَّا قال: رأيتُ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يتختَّمُ في يمينِه.
- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: البخاري.
- المصدر: العلل الكبير.
- الصفحة أو الرقم: 286.
- خلاصة حكم المحدث: هذا الحديث أصح شيء عندي في هذا الباب.

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا:

۱. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرتے تھے۔

١- أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان يَتختمُ في يسارِهِ، قال: وكانَ ابنُ عمرَ يَتختمُ في يسارِهِ فإذا توضأَ نزعَ خاتمَهُ.

- الراوي: عبدالله بن عمر.
- المحدث: ابن عدي.
- المصدر: الكامل في الضعفاء.
- الصفحة أو الرقم: 151/7.
- خلاصة حكم المحدث: [فيه] قاسم بن عبد الله العمري عامة رواياته مما لا يتابع عليه.

٢- أنَّ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليْهِ وسلَّمَ كان يتختَّمُ في يسارِه، قال: وكان ابنُ عمرَ يتختَّمُ في يَسارِه فإذا تَوضَّأَ نزعَ خاتمَهُ.

- الراوي: عبدالله بن عمر.
- المحدث: ابن رجب.
- المصدر: الخواتيم.
- الصفحة أو الرقم: 688/2.
- خلاصة حكم المحدث: القاسم هذا قد تكلم فيه وقال البخاري سكتوا عنه.

۳. ابن عمر رضی اللہ عنہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

٣- أنَّ ابنَ عمرَ رضيَ اللَّهُ عنْهما كانَ يتختَّمُ في يسارِهِ.

- المحدث: النووي.
- المصدر: المجموع.
- الصفحة أو الرقم: 462/4.
- خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح.

۴. آپ علیہ السلام بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اسکا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

٤- أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان يتختَّم في يسارِه وكان فصُّه في باطنِ كفِّه.

- الراوي: عبدالله بن عمر.

- المحدث: أبو داود.

- المصدر: سنن أبي داود.

- الصفحة أو الرقم: 4227.

- خلاصة حكم المحدث: قال ابن إسحاق وأسامة عن نافع في يمينه.

ایک روایت میں ہے کہ داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا:

أنَّ ابنَ عبَّاسٍ رضي اللَّهُ عنهُما تختَّمَ في يمينِهِ.

- المحدث: النووي.

- المصدر: المجموع.

- الصفحة أو الرقم: 463/4.

- خلاصة حكم المحدث: إسناده حسن.

دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا:

آپ علیہ السلام نے پہلے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور پھر بائیں ہاتھ کی طرف منتقل کی۔

- أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم تختَّم في يمينِه ثم إنه حوَّله في يَسارِه.

- الراوي: عبدالله بن عمر.

- المحدث: السفاريني الحنبلي.

- المصدر: كشف اللثام.

- الصفحة أو الرقم: 133/7.

- خلاصة حكم المحدث: سنده ضعيف.

شیعہ (روافض) کے ہاں انگوٹھی پہننے کا عمل:

شیعوں کی روایات میں انگوٹھی پہننے کا ثبوت وطریقہ:

۱. موسی کاظم سے پوچھا گیا کہ انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیئے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چاہے داہنے ہاتھ میں پہنو چاہے بائیں ہاتھ میں.

محمد بن يعقوب عن عدة من اصحابنا عن احمد بن محمد بن خالد عن محمد بن علي عن علي بن اسباط عن علي بن جعفر قال سألت اخي موسى عليه السلام عن الخاتم يلبس في اليمين قال: ان شئت في اليمين وان شئت في اليسار.
(الكافي 6: 469|9).

۲. ابوعبداللہ سے پوچھا گیا کہ بنو ہاشم کی عادت داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی ہے تو کیا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننی چاہیئے یا نہیں؟

تو انہوں نے فرمایا کہ میرے والد بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور وہ ان سے افضل اور زیادہ علم والے تھے.

وعنهم عن احمد عن علي بن الحكم عن ابان عن يحيى بن ابي العلاء عن أبي عبدالله عليه السلام انه سأله عن التختم باليمين وقلت اني رأيت بني هاشم يتختمون في ايمانهم فقال: كان ابي يتختم في يساره وكان افضلهم وافقههم.
(الكافي 6: 469|8).

۳. حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے.

وعنهم عن احمد عن احمد بن محمد بن ابي نصر عن ابان عن يحيى بن ابي العلاء عن ابي عبدالله عليه السلام قال: كان الحسن والحسين عليهما السلام يتختمان في يسارهما.
(الكافي 6: 470|14).

۴. حضرت علی اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے.

وعنهم عن سهل بن زياد عن جعفر بن محمد الاشعري عن ابن القداح عن ابي عبدالله عليه السلام قال: كان علي والحسن والحسين عليهما السلام يتختمون في ايسارهم. (الكافي 6: 469|12).

۵. علی العسکري نے اپنی جماعت کے لوگوں سے ۲۶۰ ہجری میں کہا کہ ہم تم لوگوں کو پہلے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا حکم دیتے تھے جبکہ ہم یہاں موجود تھے، اب چونکہ ہم مخفی ہو رہے ہیں لہذا انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہن لو.

عن الحسن بن علي بن شعبة في "تحف العقول": عن الحسن بن علي العسكري عليه السلام انه قال لشيعته في سنة ستين ومئتين: امرناكم بالتختم في اليمين ونحن بين ظهرانيك، والآن نأمركم بالتختم في الشمال لغيبتنا عنكم الى ان يظهر الله امرنا وامركم فإنه من ادل دليل عليكم في ولايتنا اهل البيت، فخلعوا خواتيمهم في ايمانهم بين يديه ولبسوها في شمائلهم وقال لهم: حدثوا بهذا شيعتنا.
(تحف العقول: 367).

ان تمام روایات سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ شیعوں کے ہاں بھی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننے کی کوئی تخصیص نہیں.

البتہ بعض غالی قسم کے شیعہ اس معاملے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخالفت کو بنیاد بنا کر داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا کہتے ہیں.

وہ کہتے ہیں کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا حضور علیہ السلام کی سنت ہے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا حضرت عمر اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے.

يقول الرافضي: التختم باليمين سنة النبي صلى الله عليه وسلم، لكن سنة عمر ومعاوية هى التختم باليسار.

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اور خلفاء داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، پھر حضرت معاویہ نے اس کو بائیں ہاتھ کی طرف منتقل کیا اور تمام بنو امیہ کے خلفاء کا یہی معمول رہا پھر السفاح العباسی نے اس کو داہنے ہاتھ کی طرف منتقل کیا لیکن پھر ہارون رشید نے اسکو واپس بائیں ہاتھ کی طرف منتقل کیا.

وذكر السلامي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يمينه والخلفاء بعده. فنفله معاويه الى اليسار، واخذ الامويه بذلك، ثم نقله السفاح الى اليمين فبقى الى ايام الرشيد، فنفله الى اليسار واخذ الناس بذلك.

کیا کسی بدعتی کے کسی عمل کو اختیار کر لینے سے اس سنت عمل کو ترک کر دینا چاہیئے:

یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام سے داہنے اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے، لہذا اگر کوئی بدعتی اور گمراہ طبقہ کسی سنت کو اپنالے اور اپنا شعار بنالے تو کیا اسکی وجہ سے (باقی لوگوں کو) اس سنت کو ترک کر دینا چاہیئے؟

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انگوٹھی کا داہنے ہاتھ میں پہننا افضل اور بہتر ہے، یہ روافض کا شعار نہیں ہے، اور اگر ہے بھی تو کسی بدعتی فرقے کے عمل کی وجہ سے سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا.

- **هل تترك السنن النبوية الثابتة، إذا ما عمل بها الروافض؟**

○ **أجاب على هذا الإمام النووي في رده على صاحب الإبانة من الشافعية في مسألة لبس الخاتم في خنصر اليمنى حيث قال: وقال صاحب الإبانة: في اليسار أفضل؛ لأن اليمين صار شعار الروافض، فربما نسب إليهم.**
هذا كلامه، وتابعه عليه صاحب التتمة والبيان.

☆ **والصحيح الأول وليس هو في معظم البلدان شعارا لهم، ولو كان شعارا لما تركت اليمين، وكيف تترك السنن لكون طائفة مبتدعة تفعلها .... (المجموع شرح المهذب: 462/4)**

ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مباح اور اچھا کام ہے اور سلف سے دونوں عمل ثابت ہیں، جیسا کہ آپ علیہ السلام سے دونوں عمل ثابت ہیں.

جب روافض کے ہاں اس کا چرچا ہوا تو بعض علماء نے مکروہ یا حرام کہے بغیر داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو ناپسند کیا.

قال ابوعمرو ابن عبدالبر: وقد كان التختم في اليمين مباحا حسنا لأنه قد تختم به جماعة من السلف في اليمين كما تختم منهم جماعة في الشمال وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم الوجهان جميعا. فلما غلبت الروافض على التختم في اليمين ولم يخلطوا به غيره كرهه العلماء منابذة لهم وكراهية للتشبه بهم لا أنه حرام ولا أنه مكروه.

فقہ حنفی کی رو سے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا حکم:

فقیہ ابواللیث نے جامع صغیر کی شرح میں دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو برابر قرار دیا ہے کہ چاہے دائیں ہاتھ میں پہنے یا بائیں میں.

وفی غاية البيان قد سوى الفقيه ابوالليث فی شرح الجامع الصغير بين اليمين واليسار؛ وهو الحق... الخ.

(شامی زکریا ج۹، ص۵۱۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، حاشية الشلبی علی الزيلعی ص:۱۶، ج:۶، کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص:۱۹۷، ج:۴، کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمية، بيروت)

فتاوی محمودیہ:

فتاوی محمودیہ میں مفتی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں:

انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے.

سوال: انگوٹھی (انگشتری) اور واچ (گھڑی) سیدھے ہاتھ میں پہننا سنت ہے یا بائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھڑی ہاتھ میں پہننے کو سنت کہنا غلط ہے، پھر داہنے اور بائیں کا سوال سنت کی حیثیت سے بے محل ہے، انگوٹھی (وزن محدود میں) جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتا ہے، کوئی قید نہیں ا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم.

(حررہ العبد محمود غفرلہٗ)

(دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ)

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا فتوی:

Question: 4644

سوال:

برائے کرم صحیح احادیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کس ہاتھ اور کس انگلی میں چاندی کی انگوٹھی پہننی چاہیئے؟

Aug 28,2013

Answer: 46445

فتوی: H=10/1434/867-1121

جواب:

سب سے چھوٹی والی انگلی خواہ داہنے ہاتھ والی میں اور خواہ بائیں ہاتھ والی میں پہنے، دونوں طرح گنجائش ہے۔

(فتاوی شامی: ۲۳۰/۵)

اور ترک "تختم" یعنی انگوٹھی پہننے کو ترک کردینا بہتر اور افضل ہے۔ (وترک التختم..... اھ)

- وفي البستان عن بعض التابعين: لا يتختم إلا ثلثة: أمير أو كاتب أو أحمق..اھ□

(فتاوی شامي: ۲۳۱/۵، مطبوعه نعمانيه) واللہ تعالیٰ اعلم (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

انگوٹھی کونسی انگلی میں پہنی جائے:

- ابن ملقن رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں نقل کیا ہے کہ انگوٹھی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی میں پہننی چاہیئے۔

□ حديثُ التَّختمِ...وفيهِ: في هذِه أو هذِه؛ أى السبابةِ والوسْطَي.

- المحدث: ابن الملقن.
- المصدر: شرح البخاري لابن الملقن.
- الصفحة: 28/85
- خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح.

حضور علیہ السلام کی انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلی انگلی میں تھی.

كان خاتمُ النبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم في هذه. وأشار إلى الخِنصرِ من يدِه اليُسرى.

- الراوي: أنس بن مالك.
- المحدث: مسلم.
- المصدر: صحيح مسلم.
- الصفحة أو الرقم: 2095
- خلاصة حكم المحدث: صحيح.

خلاصہ کلام

آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا بلا کراہت درست ہے، لہذا کسی ایک ہاتھ کو کسی کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی خاص وجہ معلوم نہیں ہوتی، اور اگر کوئی بدعتی فرقہ اس عمل کو اپناتا بھی ہے تب بھی ان کے عمل کی وجہ سے سنت رسول علیہ السلام کو ترک نہیں کیا جائے گا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۹

تنبیہات سلسلہ نمبر72

ستر ہزار بار کلمہ پڑھنا

سوال: ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) بار کلمہ پڑھنے کی جو فضیلت مختلف کتابوں میں لکھی گئی ہے اس کا حکم اور درجہ کیا ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

اس سوال کے جواب سے پہلے ایک اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہمارے ہاں بہت ساری چیزیں "مجربات" کے نام پر مشہور ہیں، ہماری نظر میں ان مجربات کی چار صورتیں ہیں.

مجربات:

ہمارے ہاں عموما مجرب اعمال کا بہت چرچہ رہتا ہے اور سینہ بہ سینہ مجربات منتقل ہوتے رہتے ہیں.

مجربات چار طرح کے ہیں:

۱. وہ عمل جس کی اصل نصوص صحیحہ سے ثابت ہو اور اس کے لئے فضائل بھی صحیح روایات سے ثابت ہوں.

جیسے سورہ بقرہ کے بارے میں روایات سے ثابت ہے کہ یہ سحر اور جنات سے حفاظت کیلئے ہے.

حکم: ان مجربات پر عمل کرنا اور انکو پھیلانا بلاشبہ جائز اور مستحسن ہے.

۲. وہ عمل جو نصوص صحیحہ سے ثابت ہو

جیسے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی فضیلت عام ہے کہ یہ افضل ترین عمل ہونے کے ساتھ ہی نجات کا سبب بھی ہے، اور اسکو سو(۱۰۰) مرتبہ پڑھنا بھی روایات سے ثابت ہے.

وقد وردت أحاديث كثيرة فيها مثل التهليل والتسبيح والتكبير والتحميد وقول لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير وسبحان الله وبحمده، كل هؤلاء ورد فيهم فضل تكريرها ١٠٠ مرة.

البتہ ان کلمات کے کچھ ایسے فضائل بھی ہیں جو موضوع اور من گھڑت روایات سے نقل کئے گئے ہیں.

جیسے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مرتبہ کلمہ پڑھنے والی روایت موضوع ہے.

حکم: اس عمل کو کرنا اور پھیلانا درست ہے، لیکن ان موضوع فضائل کا تذکرہ درست نہیں.
لہذا مطلقا کلمہ پڑھا جائے لیکن اس روایت کو فضیلت میں بیان نہ کیا جائے.

۳. وہ اعمال جو نصوص سے تو ثابت نہ ہوں لیکن انکے الفاظ اور معانی درست ہوں.

جیسے "درود تنجینا" کہ یہ الفاظ روایات سے ثابت نہیں لیکن درست ہیں، البتہ فضائل کا بیان درست نہیں.
لیکن اگر کسی کے تجربے کے واقعات ہیں کہ انہیں اس عمل کے کرنے سے یہ فائدہ ہوا تو ایسے واقعات کا تعلق چونکہ مشاہدے سے ہے لہذا اس کا بیان کرنا درست ہے.

حکم: ایسے اعمال کو پڑھنا اور پھیلانا درست ہے، لیکن انکے فضائل کا بیان کرنا درست نہیں.

۴. وہ اعمال جن کی بنیاد ہی من گھڑت روایات پر ہو.

جیسے حرز ابو دجانہ.

حکم: ایسے اعمال کا کرنا اور پھیلانا درست نہیں.

ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مرتبہ کلمہ پڑھنے والی روایت کی تحقیق:

۱. علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مضمون کے بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف روایت موجود نہیں.

- هللَّ سبعين ألفَ مرةٍ وأهداه للميتِ يكونُ براءةً للميتِ من النارِ.
- المحدث: ابن تيمية.
- المصدر: مجموع الفتاوى.
- الصفحة أو الرقم: 32/24
- خلاصة حكم المحدث: ليس هذا حديثا صحيحا ولا ضعيفا.

۲. علامہ البانی نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس روایت کی کوئی صحیح، حسن یا ضعیف سند نہیں، البتہ یہ موضوع اور باطل روایت ہے.

هذا الحديث باطل لا يصح.

قال الشيخ الألباني رحمه الله في سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (465/11):

«وأما حديث: "من قال لا إله إلا الله سبعين ألفاً؛ فقد اشترى نفسه من الله تعالى".
فقد قال الحافظ ابن حجر -وقد سئل عنه- : "ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف، بل هو باطل موضوع، لا تحل روايته إلا مقروناً ببيان حاله".

اس روایت کا کتب مشائخ میں تذکرہ:

مختلف کتب میں اس روایت کے ضمن میں ایک واقعہ کثرت سے نقل کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان کی والدہ کو جہنم میں ڈالا جارہا تھا کہ اس نوجوان کو کشف ہوا اور وہ رونے لگا تو حاضرین میں سے ایک شخص نے اپنا "ستر ہزار بار کلمے والا" عمل اس کی والدہ کو بخش دیا تو اس نوجوان نے کہا کہ الحمدللہ میری والدہ کی مغفرت ہوگئی.

وذكر الإمام الرافعي أن شابا كان من أهل الكشف ماتت أمه فبكى وصاح فسئل عن ذلك فقال: إن أمي ذهبوا بها إلى النار وكان بعض الأخوان حاضرا فقال: اللهم إني قد هللت سبعين ألف تهليلة وإني أشهدك أني قد أهديتها لأم هذا الشاب؛ فقال: أخرجوا أمي من النار وأدخلوها الجنة. قال المهدي المذكور: فحصل لي صدق الخبر وصدق كشف الشاب.

بہت سارے مشائخ صوفیہ اس عمل کی باقاعدہ وصیت کیا کرتے تھے.

نقله الشيخ محمد بن أحمد نجم الدين الغيطي في "الابتهاج في الكلام على الإسراء والمعراج" (1/5)، ثم علق عليه بقوله: "لكن ينبغي للشخص أن يفعلها اقتداءً بالسلف، وامتثالاً لقول من أوصى بها، وتبركاً بأفعالهم".

اس عمل کے متعلق مشکل:

تلاش اور جستجو کے بعد جہاں بھی اس عمل کا ثبوت ملا ہے وہیں پر اس عمل کو حدیث کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مشائخ اس روایت کو بنیاد بنا کر اس عمل کا پرچار کیا کرتے تھے.

جیسے شیخ حموی نے اس عمل کو مشائخ کے معمولات میں شمار کیا اور آخر میں فرمایا کہ اس کے بارے میں حدیث بھی وارد ہے.

المحبي الحموي في خلاصة الأثر في ترجمة ابي بكر باعلوي المهدي: وهذا المذكور (التهليل سبعين الفا) تداوله الصوفية قديما وحديثا وأوصى بعضهم بالمحافظة عليه وذكروا أن الله تعالى يعتق به رقبة من أهدى له وأنه ورد في الحديث.

اور جیسے ابن عربی کی طرف بھی اس کی نسبت کی گئی کہ انہوں نے اس کو حدیث کہہ کر بیان کیا ہے.

كذا قال، ويعني بـ(السلف) هنا: مشايخ الصوفية، وبـ(من أوصى بها): ابن عربي - النكرة- ، كما ذكر هو نفسه قبيل الحديث.

خلاصہ کلام

ستر ہزار مرتبہ کلمہ پڑھنے کی روایات سند کے لحاظ سے بلکل بھی درست نہیں ہیں، لہذا اس عمل کو حدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں.

البتہ اگر کوئی شخص کسی خاص تعداد اور کسی خاص فضیلت کو بیان کئے بغیر اس کلمے کے کثرت سے ورد کرنے پر نجات کے حاصل ہونے کو بیان کرے تو یقینا یہ کلمہ افضل ترین کلمات میں سے ہے اور اس کے عمومی فضائل بے شمار ہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۹

تنبیہات سلسلہ نمبر 73

دو نمازوں کو جمع کرنا

سوال: ایک شخص جن کا نام محمدّ علی مرزا صاحب ہے وہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ شیعہ اور سنی کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے، ظہر اور عصر کو ایک ساتھ پڑھتے ہیں، اور مغرب اور عشاء کو ساتھ پڑھتے ہیں، اور حدیث میں آیا ہے کہ سفر میں ایسا کر سکتے ہیں، لیکن اسکا کہنا ہے کہ مسلم شریف میں انٹرنیشنل نمبر کے مطابق حدیث نمبر ۱۶۲۹ اور ۱۶۳۳ میں مذکور ہے کہ سفر کے علاوہ عام حالت میں بھی ان نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ برائے مہربانی اس بات کی تحقیق فرما دیجئے کہ یہ کس حد تک درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ (وقت کے لحاظ سے) نماز کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں:

۱. نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا:

قرآن مجید نے اس کے متعلق فرمایا: {إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً}
کہ نماز مسلمانوں پر مخصوص وقت میں فرض کی گئی ہے.

شیعہ (روافض) کے علاوہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عام حالات میں تمام نمازیں اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے اور بلاعذر کسی نماز کو اپنے مقررہ وقت پر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے.

۲. حج کے موقعے پر دو نمازوں کو بیک وقت جمع کرنا:

اگر دو نمازوں کو عرفات میں یا مزدلفہ میں جمع کیا جائے تو یہ بھی باتفاق امت جائز اور سنت عمل ہے.

۳. سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا:

اس بات میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ دو نمازوں کو دوران سفر اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ ظہر اور عصر کو جمع کر کے یا تو ظہر کے وقت میں پڑھ لیا جائے یا عصر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھ لیں، اور مغرب اور عشاء کو کسی ایک وقت میں جمع کر لیں.

جمہور فقہائے کرام اس جمع بین الصلواتین فی السفر کے قائل ہیں کہ چلتے ہوئے سفر میں ایسا کرنا درست ہے، جبکہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس جمع کو "جمع صوری" قرار دے کر ایک ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں.

جمع صوری:

جمع صوری کی شکل یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے بلکل آخر وقت میں پڑھا جائے اور عصر کو بلکل ابتدائی وقت میں پڑھا جائے، توبظاہر یہ جمع بین الصلواتین معلوم ہو گی لیکن در حقیقت اس طرح کرنے سے ہر نماز اپنے وقت پر ہی ادا ہو گی.

(نوٹ: ان مسائل کے دلائل تمام فقہی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ ہمارا موضوع نہیں).

۴. بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو شہر میں جمع کرنا:

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے.

۵. شہر میں ہوتے ہوئے دو نمازوں کو بلا عذر ایک وقت میں جمع کرنا:

(یہ وہ موضوع ہے جو سوال میں پوچھا گیا ہے)

اس قول کے قائلین کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اس عمل کو عادت نہ بنائی جائے.

یہ ابن سیرین، ربیعہ، ابن المنذر وغیرہ کا قول ہے اور شیعوں کا عمومی عمل ہے.

لیکن جمہور امت کے نزدیک بلا عذر جمع کرنا جائز نہیں ہے.

الجَمْع بين الصلوات مطلقًا من غير عذر، فقد ذَهَبَ بعضُ أهل العلم إلى جوازه، بشرط أن لا يتخذ ذلك خُلُقًا وعادة.

• قال الحافظ ابن حجر في "الفتح": وممن قال به ابنُ سيرين ورَبِيعَة وابن المنذر والقَفَّال الكبير، وحكاه الخطابي عن جماعة من أصحاب الحديث. وهو مذهب الشيعة الإمامية. وذهب الجمهور (ومنهم الأئمة الأربعة) وابن حزم وأكثرُ أهل العلم إلى أن الجَمْع لغير عذر لا يجوز.

صحیح مسلم کی روایت:

سب سے پہلے اس روایت پر نظر ڈالتے ہیں جس میں حضور علیہ السلام کا نمازوں کو جمع کرنا بیان کیا گیا ہے..

حديث ابن عباس قال: "جَمَعَ رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر، والمغرب والعشاء بالمدينة فى غير خوف ولا مطر". (رواه مسلم).

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو، نیز مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا جبکہ خوف اور بارش نہیں تھی.

اس روایت کے متعلق محدثین اور فقہائے کرام کے اقوال:

یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا دیکھنا یہ ہے کہ جماہیر امت نے اس روایت کے کیا مطلب اور معنی بیان فرمائے ہیں:

۱. امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت پر عمل نہ کرنے پر اجماع نقل کیا ہے کہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس روایت (کے ظاہر) پر عمل نہیں کیا جائے گا، اور حضور علیہ السلام کے عمل کو مرض پر محمول کیا کہ آپ علیہ السلام مریض تھے اس لئے جمع فرمایا.

أن جماهير العلماء حمل الحديث على المرض لا غير، وروى ابن الترمذى الاجماع على عدم العمل بهذا الحديث.

جن علماء نے اس روایت کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے بغیر عذر کے جمع بین الصلواتین کرنے کو جائز کہا ہے تو علامہ ابن عبد البر نے ان لوگوں کی جماعت کی رائے کو 'شاذ' قرار دیا.

(شاذ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی قابل اعتبار شخص اپنے سے زیادہ قابل لوگوں کی مخالفت کرے... شاذ قول معتبر نہیں ہوتا)

أن من العلماء من خالف وعمل بظاهر الحديث؛ منهم: ابن سيرين وابن المنذر وأشهب صاحب مالك، ووصف ابن عبدالبر هذا الرأى بالشذوذ واليك النقل:

'جمع من غير خوف ولا مطر'. [شرح النووي على مسلم: 218/5]

۲. امام ترمذی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں صرف دو روایتیں ایسی ہیں کہ جن پر پوری امت میں سے کسی کا عمل نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ روایت ہے.

وَقَدْ قَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي آخِرِ كِتَابِهِ: لَيْسَ فِي كِتَابِي حَدِيثٌ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى تَرْكِ الْعَمَلِ بِهِ إِلَّا حَدِيثَ بن عَبَّاسٍ فِي الْجَمْعِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ وَحَدِيثَ قَتْلِ شَارِبِ الْخَمْرِ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَة، وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي حديث شارب الخمر. هو كما قاله فَهُوَ حَدِيثٌ مَنْسُوخٌ، دَلَّ الْإِجْمَاعُ عَلَى نَسْخِهِ.

[الاستذكار: 2/211-212].

۳. مالکیہ کے نزدیک بارش کے عذر کے علاوہ حضر میں دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں.

بعض لوگوں نے اس قول سے اختلاف کیا لیکن ان کا اختلاف معتبر نہیں.

وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْحَضَرِ لِغَيْرِ عُذْرِ الْمَطَرِ إِلَّا طَائِفَةً شَذَّتْ. سَنُورِدُ مَا إِلَيْهِ ذَهَبَتْ فِي هَذَا الْبَابِ إِنْ شَاءَاللهُ........

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ شَذَّتْ عَنِ الْجمهور : الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْحَضَرِ مُبَاحٌ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَطَرٌ) إِذَا كَانَ عُذْرٌ وَضِيقٌ عَلَى صَاحِبِهِ وَيَشُقُّ عَلَيْهِ.

وَمِمَّنْ قَالَ ذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ سيرين واشهب صاحب مالك. [بداية المجتهد ونهاية المقتصد: 1/182]

۴. احناف کے نزدیک اس روایت کی تاویل جمع صوری ہے کہ ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو مقدم کیا.

اسی طرح مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کو مقدم کیا گیا.

حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ خَرَّجَهُ مَالِكٌ، وَمُسْلِمٌ قَالَ: «صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ» فَذَهَبَ الْقَائِلُونَ بِجَوَازِ الْجَمْعِ فِي تَأْوِيلِ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ إِلَى أَنَّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ الْمُخْتَصِّ بِهَا وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا. وَذَهَبَ الْكُوفِيُّونَ إِلَى أَنَّهُ إِنَّمَا أَوْقَعَ صَلَاةَ الظُّهْرِ فِي آخِرِ وَقْتِهَا وَصَلَاةَ الْعَصْرِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا عَلَى مَا جَاءَ فِي حَدِيثِ إِمَامَةِ جِبْرِيلَ قَالُوا: وَعَلَى هَذَا يَصِحُّ حَمْلُ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لِأَنَّهُ قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ هَذَا فِي الْحَضَرِ لِغَيْرِ عُذْرٍ: (أَعْنِي: أَنْ تُصَلَّى الصَّلَاتَانِ مَعًا فِي وَقْتِ إِحْدَاهُمَا)

[حاشية الروض المربع: 2/399]

۵. بعض علماء نے اس کو حالت مرض پر محمول کیا کہ آپ علیہ السلام بیمار تھے.

لأن النبي صلى الله عليه وسلم جمع من غير خوف ولا مطر.

- وفي رواية: من غير خوف ولا سفر.

رواهما مسلم من حديث ابن عباس، ولا عذر بعد ذلك إلا المرض.

اسی بات کو علامہ ابن حجر اور علامہ نووی نے بھی قبول کیا ہے.

قال ابن حجر في "الفتح": وَجَوَّزَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ أَنْ يَكُونَ الْجَمْعُ الْمَذْكُورُ لِلْمَرَضِ، وَقَوَّاهُ النَّوَوِيُّ.

٦. بعض علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی کہ گہرے بادلوں کی وجہ سے جمع بین الصلواتین کیا گیا.

قَالَ النَّوَوِيُّ: وَمِنْهُمْ مَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى أَنَّهُ كَانَ فِي غَيْمٍ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ انْكَشَفَ الْغَيْمُ مَثَلًا فَبَانَ أَنَّ وَقْتَ الْعَصْرِ دَخَلَ فَصَلَّاهَا.

٧. جمع صوری کے کچھ اور قائلین جن میں ابن عباس کے شاگرد ابوالشعثاء بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی یہ جمع صوری کی شکل لگتی ہے، اور روایت کے مطلب کو راوی سے بہتر اور کوئی نہیں سمجھ سکتا.

وَمِنْهُمْ مَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى أَنَّ الْجَمْعَ الْمَذْكُورَ صُورِيٌّ، بِأَنْ يَكُونَ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى آخِرِ وَقْتِهَا وَعَجَّلَ الْعَصْرَ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا. وَهَذَا الَّذِي ضَعَّفَهُ النووي، اِسْتَحْسَنَهُ الْقُرْطُبِيُّ وَرَجَّحَهُ قَبْلَهُ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَجَزَمَ بِهِ مِنْ الْقُدَمَاءِ ابْنُ الْمَاجِشُونِ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَوَّاهُ ابْنُ سَيِّدِ النَّاسِ بِأَنَّ أَبَاالشَّعْثَاءِ وَهُوَ رَاوِي الْحَدِيثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَدْ قَالَ بِهِ، وَذَلِكَ فِيمَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ وَزَادَ: قُلْت يَاأَبَاالشَّعْثَاءِ! أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ. قَالَ: وَأَنَا أَظُنُّهُ. قَالَ ابْنُ سَيِّدِ النَّاسِ: وَرَاوِي الْحَدِيثِ أَدْرَى بِالْمُرَادِ مِنْ غَيْرِهِ.

٨. اس بات کو خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سننے والے بھی چونک گئے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ امت کی سہولت کیلئے یہ عمل کیا گیا، گویا یہ عمل صحابہ کے دور میں بھی اجنبی اور اچھنبا محسوس ہوا.

ما رواه مسلم عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الظهر والعصر، والمغرب والعشاء، قال ابن شقيق: فحاك في صدري من ذلك شيء، فأتيت أباهريرة فسألته فصدق مقالته.

موجودہ زمانے کے اہل حدیث اور سلفی حضرات جو ہر روایت (کے ظاہر) پر عمل کی کوشش کرتے ہیں ان کے امام شیخ ابن عیثمین جو کہ سعودی عرب کے بڑے علماء میں سے تھے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا:

شیخ ابن عیثمین کا جواب:

خود ابن عباس رضی اللہ عنہما پر اشکال کیا گیا کہ یہ کیسے ممکن ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام امت پر حرج کم کرنا چاہتے تھے، لہذا اگر کہیں پر کوئی مشکل یا حرج ہو تو دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہو گا، لیکن اگر کوئی حرج یا مشکل نہیں تو پھر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا حرام اور ناجائز ہے، اور بلا عذر جمع کرنے والوں کیلئے اس روایت میں کوئی دلیل نہیں ہے.

• سئل العلامة العثيمين رحمه الله في "اللقاء المفتوح" 23/55:

السؤال: كيف توجه حديث ابن عباس في صحيح مسلم: (أن النبي صلى الله عليه وسلم جمع بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء، من غير خوف ولا سفر)؟

الجواب: نعم، (جمع في المدينة بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء، من غير خوف ولا مطر)، وهذه الرواية أصح من رواية: (ولا سفر)؛ لأن قوله: (ولا سفر) يغني عنه قوله: (في المدينة)، وعلى كل حال فإن هذا الإشكال الذي أوردته أورده الناس على ابن عباس رضي الله عنهما فقالوا: (ما أراد إلى ذلك؟ قال: أراد ألا يحرج أمته) أي: لا يلحقها حرج بترك الجمع. فمتى كان في ترك الجمع حرج فإنه يجوز الجمع، أما إذا لم يكن هناك حرج فإن الجمع حرام ولا يجوز؛ لقول الله تبارك وتعالى: {إِنَّ الصَّلاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً} [النساء: ١٠٣]، ولأن النبي صلى الله عليه وسلم وقت هذه المواقيت وحدد الظهر من كذا إلى كذا والعصر كذلك، والمغرب والعشاء والفجر، فمن قدم شيئاً على وقته أو أخر شيئاً على وقته بغير عذر شرعي فإنه آثم ولا تقبل منه الصلاة؛ لقول النبي صلى الله عليه وسلم: "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد". ولا حجة في هذا الحديث لمن أجاز جمعاً بدون حاجة؛ لأن ابن عباس وضح هذا فقال: (أراد ألا يحرج أمته)، لو قال: أراد أن يوسع لأمته، لكان فيه احتمال أن يكون مراده أن الجمع جائز وتركه أفضل، لكن لما قال: (أراد ألا يحرج أمته)، علمنا أن المراد بذلك ما إذا كان في ترك الجمع حرج ومشقة.

انجینیئر محمد علی کے بارے میں:

انجینیئر محمد علی اور ان جیسے جتنے بھی لوگ ہیں ان کی مشکل یہ ہے کہ انہوں نے احادیث کے اردو ترجمے پڑھ کر روایات پر عمل اور حکم لگانا شروع کر دیا ہے، حالانکہ چودہ سو(۱۴۰۰) سال سے یہ روایات ہماری کتابوں میں موجود ہیں، لہذا پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اکابرین امت نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہے یا نہیں.

اگر آپ اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور آپ سے پہلے کسی بھی محدث یا فقیہ نے وہ رائے مقرر نہیں کی تو آپ کو ڈرنا چاہیئے کہ آپ کا راستہ درست سمت میں نہیں جارہا.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی اپنے شاگرد کو قیمتی نصیحت:

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد امام میمونی سے فرمایا: خبردار کوئی ایسی بات نہ کہنا جو تم سے پہلے کسی نے نہ کہی ہو.

قول الإمام أحمد لتلميذه الفقيه العالم الميموني: "إيّاك أن تقول قولا ليس لك فيه إمام".

عربی کا مقولہ:

عربی کا مقولہ ہے کہ شاذ آدمی ہی شاذ اقوال بیان کرتا ہے.

قال: لا يأتيك بالقول الشاذ إلاّ الرجل الشاذ.

جب کوئی اجنبی بات سننے میں آئے تو پوچھ لو کہ کیا اس سے پہلے اس قول کا کوئی قائل موجود تھا یا نہیں.

وما عليك إلا أن تطالبه بمن سبقه بذاك القول المخترع المبتدع الذي لا يعلم عالم سبق إليه ...

خلاصہ کلام

مدینہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایات اگرچہ صحیح ہیں لیکن امت کے تمام محدثین اور فقہاء نے ان روایات کی تاویل کی ہے اور ان روایات (کے ظاہر) پر عمل کو ناجائز اور اجماع کے خلاف قرار دیا ہے، لہذا جمع بین الصلواتین کا عمل اگر شیعہ کرتے ہیں تو وہ بھی غلط ہے، اور اگر کوئی اور شخص اس کی دعوت یا ترغیب دیتا ہے تو وہ بھی غلط ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۹

تنبیہات سلسلہ نمبر 74

عورتوں کا مردوں کے جوتے پہننا

سوال: گذشتہ روز ایک صاحب نے بیان کیا کہ خواتین کیلئے گھر میں موجود مردوں کے جوتے پہننا بھی منع ہے اور یہ باعث لعنت ہے... برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں.

الجواب باسمه تعالی

واضح رہے کہ شریعت مطہرہ نے مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور اس پر سخت وعید فرمائی ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت ہے:

حضور اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ "لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں".

لعَن رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم المُتَشَبِّهينَ من الرجالِ بالنساءِ، والمُتَشَبِّهاتِ من النساءِ بالرجالِ.

- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: البخاري.
- المصدر: صحيح البخاري.
- الصفحة أو الرقم: 5885.
- خلاصة حكم المحدث: صحيح.

اب اس مشابہت سے کیا مراد ہے؟ خود آپ علیہ السلام سے اس مشابہت کے متعلق وضاحت موجود ہے.

ایک روایت میں فرمایا کہ لعنت ہے اس مرد پر جو مخنث بن کر عورتوں جیسی ہیئت اختیار کرے اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور لعنت ہے ان مردوں پر جو تنہائی کی زندگی گذاریں اور کہیں کہ میں شادی نہیں کرونگا اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو تنہائی کی زندگی گذاریں اور کہیں کہ مجھے شادی نہیں کرنی.

لعنَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ مُخنَّثي الرِّجالِ الذين يتشبَّهونَ بالنِّساءِ، والمترجِّلاتِ مِنَ النِّساءِ، المتَشبِّهينَ بالرِّجالِ، والمتبتِّلينَ منَ الرِّجالِ، الَّذينَ يَقولونَ: لا نتزوَّجُ، والمتبتِّلاتِ منَ النِّساءِ، اللَّائي يقُلنَ ذلِكَ، وراكبَ الفَلاةِ وحدَهُ، فاشتدَّ ذلِكَ على أصحابِ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ، حتَّى استَبانَ ذلِكَ في وجوهِهِم، وقالَ: البائِتُ وحدَهُ.

- الراوي: أبوهريرة.
- المحدث: أحمد شاكر.
- المصدر: مسند أحمد.
- الصفحة أو الرقم: 10/15.
- خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح.

اسی طرح بعض روایات میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے کہ وہ عورت باعث لعنت ہے کہ جس کی چال چلن، لباس اور ہتھیار وغیرہ بھی مردوں کی طرح ہو.

جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک عورت گذری جس نے تیر کمان اٹھایا ہوا تھا (یہ چیزیں مردوں کے ساتھ مختص ہوتی تھیں) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں.

أنَّ امرأةً مرَّت على رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم مُتقلِّدةً قوسًا، فقال النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: لعَن اللهُ المُتشبِّهاتِ مِن النِّساءِ بالرِّجالِ والمُتشبِّهينَ مِن الرِّجالِ بالنِّساءِ.

- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: الطبراني.
- المصدر: المعجم الأوسط.
- الصفحة أو الرقم: 212/4.
- خلاصة حكم المحدث: لم يرو هذا الحديث عن عمر بن دينار إلا محمد بن مسلم ولا عن محمد بن مسلم إلا عبدالرحمن بن زياد.

اس سے بھی زیادہ وضاحت دیگر روایات میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے مردوں کو عورتوں کی طرح لباس اور عورتوں کو مردوں کی طرح لباس اور ہیئت اختیار کرنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ لباس اور جوتے پہننے اور زندگی کے ہر عمل میں مشابہت کو منع اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے.

جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے مرد کو عورت جیسا لباس اختیار کرنے یا (پہننے کی) ہر وہ چیز پہننے پر لعنت فرمائی (جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو) اور عورت کو مردوں جیسی ہیئت اختیار کرنے پر لعنت فرمائی.

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: "لَعَنَ رسول اللهِ صلى الله عليه وسلم الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ". (رواه أبوداود 4097).

علمائے کرام نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یہ مشابہت صرف لباس کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ زندگی کے تمام امور میں یہ مشابہت ممنوع ہے.

جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے علامہ نووی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایسے مرد اور عورت فاسق ہو جاتے ہیں.

يقول المناوي رحمه الله: فيه كما قال النووي حرمة تشبه الرجال بالنساء وعكسه، لأنه إذا حُرّم في اللباس ففي الحركات والسكنات والتصنع بالأعضاء والأصوات أولى بالذم والقبح، فيحرم على الرجال التشبه بالنساء وعكسه في لباس اختص به المشبّه، بل يفسق فاعله للوعيد.

اس کے بعد علامہ مناوی نے "الرجلة" کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ عورت جو اپنے لباس، ہیئت، چلنے پھرنے اور بات چیت میں مردوں کی مشابہت اختیار کرے.

يقول المناوي رحمه الله: (الرَّجُلَةَ من النِّسَاءِ) أي المترجلة (وهو بفتح الراء وضم الجيم) التي تتشبه بالرجال في زيهم أو مشيهم أو رفع صوتهم أو غير ذلك. (فيض القدير:269/5)

عون المعبود میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جو مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے، تو فرمایا کہ آپ علیہ السلام نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں.

- **فِي عون المعبود:**

3576 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ وَبَعْضُهُ قِرَاءَةً عَلَيْهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ، فَقَالَتْ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنْ النِّسَاءِ.

پھر شارح نے اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد وہ جوتا ہے جو عموماً مردوں کے لئے ہی خاص ہوتا ہے. آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو لباس اور ہیئت میں مردوں کی مشابہت اختیار کریں، البتہ علم میں مشابہت اختیار کرنا محمود ہے. آگے فرماتے ہیں کہ مشابہت سے مراد ایسی مشابہت ہے کہ جو چیزیں مردوں کی پہچان ہیں وہ عورتیں پہنیں.

صاحب میقات لکھتے ہیں کہ مشابہت سے مراد مردوں جیسا لباس اور کلام کرنا ہے.

- **قَالَ صَاحِبُ عَوْنِ الْمَعْبُودِ:**

(إِنَّ اِمْرَأَة تَلْبَس النَّعْل): أَيْ الَّتِي يَخْتَصّ بِالرِّجَالِ، فَمَا حُكْمهَا؟
"لَعَنَ رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَة": (بِفَتْحِ الرَّاء وَضَمّ الْجِيم وَفَتْح اللَّام)
"مِنْ النِّسَاء": بَيَان لِلرَّجُلَةِ.
قَالَ فِي النِّهَايَة: إِنَّهُ لَعَنَ الْمُتَرَجِّلَات مِنْ النِّسَاء، يَعْنِي اللَّاتِي يَتَشَبَّهْنَ بِالرِّجَالِ فِي زِيّهمْ وَهَيْئَتهم، فَأَمَّا فِي الْعِلْم وَالرَّأْي فَمَحْمُود. وَفِي رِوَايَة: لَعَنَ الرَّجُلَة مِنْ النِّسَاء بِمَعْنَى الْمُتَرَجِّلَة.
وَيُقَال: اِمْرَأَة رَجُلَة إِذَا تَشَبَّهَتْ بِالرِّجَالِ فِي الرَّأْي وَالْمَعْرِفَة... اِنْتَهَى.
وَفِي الْمِرْقَاة: وَالتَّاء فِي الرَّجُلَة لِلْوَصْفِيَّة؛ أَيْ الْمُتَشَبِّهَة فِي الْكَلَام وَاللِّبَاس بِالرِّجَالِ... اِنْتَهَى.
وَقَالَ السِّنْدِيُّ: الرَّجُلَة تَأْنِيث الرَّجُل، أَيْ الْمُتَشَبِّهَة اِنْتَهَى.
¤ وَالْحَدِيث سَكَتَ عَنْهُ الْمُنْذِرِيُّ.

اسی طرح ایک اور روایت سے بھی یہ بات مزید واضح ہوتی ہے:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تین لوگ جنت میں کبھی بھی داخل نہ ہونگے: دیوث، رجلہ اور ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا. صحابہ کرام نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص جس کو یہ پرواہ نہیں کہ اس کے گھر میں کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے. اور "رجلہ" وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے.

وعن عمار بن ياسر رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا يدخلون الجنة أبدا، الديوث والرجلة من النساء ومدمن الخمر. قالوا: يارسول الله! أما مدمن الخمر فقد عرفناه؛ فما الديوث؟ قال: الذي لا يبالي من دخل على أهله.

قلنا: فما الرجلة من النساء؟ قال: التي تشبه بالرجال. (رواه الطبراني، ورواته لا أعلم فيهم مجروحا؛ وشواهده كثيرة).

خلاصہ کلام

ان تمام روایات اور محدثین کے کلام سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عمومی زندگی میں عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے.

اس ممنوع مشابہت سے مراد یہ ہے کہ عمومی زندگی میں ایسی روش کو اختیار کیا جائے کہ مرد پر عورت کا رنگ غالب آجائے اور عورت پر مرد کا رنگ غالب آجائے، یہاں تک کہ چلنا پھرنا، بات چیت اور لباس تک میں تبدیلی آجائے، لیکن وقتی طور پر کسی مرد کا اپنی بیوی کی کوئی چیز استعمال کرنا یا عورت کا مردوں کی کوئی چیز استعمال کرنے کو اس ممانعت میں داخل کرنا درست معلوم نہیں ہوتا.
لہذا خواتین اگر گھر میں کسی جگہ مردوں کی چپل استعمال کرلیں تو شرعا اس میں کوئی حرج نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ
دوران سفر... بمقام: اوش کرغیزستان
۱۹ دسمبر ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 75

ایک صحابیہؓ کے طلاق مانگنے کا واقعہ

سوال: میں نے ایک صحابیہؓ کا ایک عجیب واقعہ پڑھا ہے کہ ایک صحابی رات کو اپنے گھر میں آرام فرماتے تھے، جب انہیں پیاس لگی تو انہوں نے اہلیہ سے پانی مانگا، ان کی اہلیہ صحابیہ عورت تھیں، وہ پانی لے کر آئیں تو وہ صحابی دوبارہ سو چکے تھے، وہ صحابیہ اتنی خدمت گذار تھیں کہ پانی لے کر کھڑی رہیں، جب رات کا کافی حصہ گذر گیا اور صحابی کی آنکھ کھلی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کی وفادار بیوی پانی لے کر کھڑی ہے، پوچھا: تم کب سے کھڑی ہو؟ ان صحابیہ عورت نے جواب دیا کہ جب آپ نے پانی مانگا تھا اور میں پانی لے کر آئی تو آپ آرام فرما چکے تھے اس لئے میں نے آپ کو جگا کر آپ کے آرام میں خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور سونا بھی گوارا نہ کیا کیونکہ میں نے سوچا کہ ممکن ہے پھر آپ کی آنکھ کھلے اور آپ کو پانی کی طلب ہو اور کوئی پانی دینے والا نہ ہو، کہیں خدمت گذاری اور وفاشعاری میں کوتاہی نہ ہو جائے اس لئے میں ساری رات پانی لے کر کھڑی رہی.

ذرا سوچیئے! آج کوئی ایک عورت ایسی وفادار اور خدمت گذار تو دکھاؤ، آج اگر خاوند پانی مانگے تو بیوی سو باتیں سناتی ہے، لیکن ان عورتوں کی وفاشعاری بھی دیکھو، جب اس عورت نے یہ کہا کہ میں ساری رات کھڑی رہی تو ان صحابی کی حیرت کی انتہا نہ رہی، وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور عجیب خوشی کی کیفیت میں اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ تم نے خدمت کی انتہا کردی، اب میں تم سے اتنا خوش ہوں کہ آج تم مجھ سے جو مانگو گی میں دونگا، صحابیہ نے کہا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، بس آپ راضی اور خوش رہیں، لیکن جب صحابی نے بار بار اصرار کیا تو عورت نے کہا: اگر ضرور میرا مطالبہ پورا کرنا ہے تو مہربانی کر کے مجھے طلاق دے دو، جب اس نے یہ الفاظ کہے تو ان صحابی کے پاؤں کے نیچے سے گویا زمین ہی نکل گئی، وہ ہکا بکا رہ گئے اور حیران ہو کر اپنی بیوی کا منہ دیکھنے لگے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ کہنے لگے کہ تم اتنی خدمت گذار بیوی آج مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو، اور یہ بھی کہا کہ چونکہ میں وعدہ کر چکا ہوں اس لئے تمہارا مطالبہ تو پورا کرونگا لیکن پہلے چلتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، آپ سے مشورہ کرنے کے بعد جو فیصلہ ہو گا اسی پر عمل کرونگا۔

صبح صادق کا وقت ہو چکا تھا، چنانچہ یہ دونوں میاں بیوی اپنے گھر سے نکل کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں ایک گڑھے میں صحابی کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر گئے، ان کی بیوی نے ہاتھ پکڑ کر صحابی کو اٹھایا اور پوچھا کہ آپ کو چوٹ تو نہیں آئی؟ صحابی نے کہا: اور تو کچھ نہیں البتہ پاؤں میں تکلیف ہے۔ صحابیہ عورت نے کہا کہ چلو واپس

گھر چلیں، صحابی نے کہا کہ اب تو قریب آچکے ہیں، صحابیہ کہنے لگیں: نہیں واپس چلیں، چنانچہ جب واپس گھر آئے تو صحابی نے پوچھا کہ مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ یہ سارا ماجرا کیا ہے، صحابیہ نے کہا: مسئلہ یہ ہے کہ میں نے کسی سے سنا ہے کہ جسے ساری زندگی میں کوئی تکلیف نہ ہو اس کے ایمان میں شک ہے، کیونکہ جو بھی ایمان دار ہوتا ہے وہ ضرور تکلیف میں آزمایا جاتا ہے، مجھے تو آپ کے ساتھ رہتے ہوئے ۱۵ سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی حتی کہ سر میں درد بھی نہیں ہوا، اس لئے مجھے شک ہو گیا تھا اور میں نے سوچا کہ ایسے آدمی کے نکاح میں رہنے کا کیا فائدہ ہے جس کا ایمان مشکوک ہے، اس لئے میں نے طلاق مانگی لیکن جب راستے میں آپ کے پاؤں میں چوٹ آئی تو میرا شک دور ہو گیا کہ الحمدللہ آپ تکلیف میں آزمائے گئے اور آپ نے اس تکلیف پر صبر کیا.

یہ ہیں صحابہ۔۔۔ آج تو میاں بیوی کی لڑائی زیوروں، کپڑوں، گھر، مکان اور اخراجات پر ہوتی ہے، ایمان اور دین کی بات تو کوئی پوچھتا ہی نہیں.....(صحیح مسلم،حدیث نمبر:1959)

کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ باوجود بہت تلاش کرنے کے کسی بھی معتبر حوالے سے نہیں مل سکا، نیز اس میں صحیح مسلم کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے۔ البتہ صحیح روایات میں ایسے مضامین موجود ہیں جن میں بیماری کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے اور بیمار نہ ہونے کو ناپسندیدگی سے دیکھا گیا ہے۔

جو بیمار نہ ہو:

ایک صحابی کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، آپ علیہ السلام نے بیماریوں کا تذکرہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ مومن پر جب بیماری آتی ہے تو وہ اس کے گذشتہ تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل کیلئے ایک نصیحت کا کام کرتی ہے اور منافق جب بیمار ہوتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی سی ہوتی ہے کہ اس کا مالک اس کو باندھ دے پھر کھول دے اور اس کو پتہ ہی نہ چلے کہ مجھے کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا. ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بیماری کیا ہوتی ہے؟ خدا کی قسم میں تو کبھی بیمار ہی نہیں ہوا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری مجلس سے آٹھ جاؤ، تم ہم میں سے نہیں ہو۔

إني لببلادِنا إذ رفعتْ لنا راياتٌ وألويةٌ فقلتُ: ما هذا؟ قالوا: هذا لواءُ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ، فأتيتُه وهو تحتَ شجرةٍ قد بُسط له كساءٌ وهو جالسٌ عليه وقد اجتمع إليه أصحابُه فجلستُ إليهم، فذكر رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ الأسقامَ فقال: إنَّ المؤمنَ إذا أصابه السَّقمُ ثم أعفاه اللهُ منه كان كفارةً لما مضى من ذنوبِه وموعظةً له فيما يستقبلُ؛ وإنَّ المنافقَ إذا مرض ثم أُعفِيَ كان كالبعيرِ عقَلَه أهلُه ثم أرسلوه فلم يدرِ لمَ عقَلوه ولم يدرِ لم أرسلوه. فقال رجلٌ ممن حولَه: يارسولَ اللهِ! وما الأسقامُ؟ واللهِ ما مرضتُ قطُّ. فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ قُمْ عنَّا فلستَ منَّا.

-الراوي: عامر الرام أخو الخضر بن محارب.

-المحدث: أبوداود.

-المصدر: سنن أبي داود.

-الصفحة أو الرقم: 3089.

-خلاصة حكم المحدث: سكت عنه [وقد قال في رسالته لأهل مكة كل ما سكت عنه فهو صالح]

بیماری مؤمن کیلئے اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے:

کوئی مسلمان جب بیمار ہوتا ہے تو وہ بیماری اس کیلئے دنیا اور آخرت کی بہت ساری بھلائیوں کا باعث بنتی ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے مؤمن بندے کو کسی بیماری میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس بیماری کی شکایت کسی سے نہیں کرتا تو ہم اسے جہنم کی قید سے آزاد کر دیتے ہیں اور دنیا میں اس کے گوشت کو بہتر گوشت سے بدل دیتے ہیں اور خون کو بہتر خون سے بدل دیتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے کہ پھر سے عمل شروع کرو، گذشتہ سب معاف کر دیا گیا ہے۔

قالَ اللهُ تبارَكَ وتعالى: إذا ابتَليتُ عبدي المؤمِنَ ولم يشتَكِ إلى عوَّادِه أطلقتُه من أُساري ثمَّ أبدلتُه لحمًا خيرًا من لحمِه ودمًا خيرًا من دمِه ثمَّ يستأنفُ العملَ.

-الراوي: أبوهريرة.

-المحدث: البيهقي.
-المصدر: شعب الإيمان.
-الصفحة أو الرقم: 3245/7.
-خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح.

بیماری اور پریشانی درجات کی بلندی اور اجر و ثواب کا باعث:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ امتحان جتنا بڑا ہوگا اسی کے بقدر اجر زیادہ ہوگا اور اللہ رب العزت جس قوم سے محبت کرتے ہیں اس کو (کسی پریشانی یا بیماری میں مبتلا کر کے) آزماتے ہیں، جو اللہ سے رضا کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتے ہیں اور جو ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

ولفظ الترمذي: إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ.

اس حدیث میں کسی مشکل یا مصیبت کو اللہ کی محبت کی علامت بتایا گیا ہے اور اس پر صبر کی ترغیب دی گئی ہے، البتہ مصیبت کو مانگنا اور اس کی تمنا کرنا مقصود نہیں، جیسا کہ علامہ مناوی نے فرمایا کہ اس طرح کی روایات کا مقصد مصیبتوں کے آنے پر صبر کی ترغیب دینا ہے، نہ کہ مصیبتوں کو طلب کرنے کی ترغیب دینا ہے، کیونکہ مصیبتوں کو مانگنا منع ہے۔

قال المناوي في شرح الجامع الصغير: والمقصود الحث على الصبر على البلاء بعد وقوعه، لا الترغيب في طلبه للنهي عنه.

☆عافیت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت عظیم نعمت ہے۔

ان روایتوں سے یہ بات ہرگز نہ سمجھی جائے کہ جس پر مصیبت نہ آئے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، بلکہ آپ علیہ السلام نے اپنی امت کو عافیت مانگنے کی ترغیب دی ہے:

سَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِنَّهُ لَمْ يُعْطَ عَبْدٌ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنْ الْعَافِيَةِ. (رواه أحمد في المسند.)

آپ علیہ السلام خود بھی صبح شام اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب فرماتے رہتے تھے۔

فی سنن أبي داود من حديث ابْن عُمَرَ قال: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي.

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عافیت اور سہولت اللہ رب العزت کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس کو طلب کرنے کا حکم دیا گیا، اس کے برعکس فقر اور مصیبت کے طلب کا نہ تو حکم دیا گیا اور نہ ہی اسکے طلب کرنے کو پسند کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے آپ علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ سے صبر مانگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے مصیبت مانگ لی ہے، سو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگ لے۔

سمِعَ النَّبيُّ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ رجلًا يَدعو يقولُ: اللَّهمَّ إنِّي أسألُكَ تمامَ النِّعمةِ، فقالَ: أيُّ شيءٍ تمامُ النِّعمةِ؟ قالَ: دَعوةٌ دعَوتُ بِها أرجو بِها الخَيرَ. قالَ: فإنَّ مِن تمامِ النِّعمةِ دخولَ الجنَّةِ، والنجاة منَ النَّارِ. وسمِعَ رجلًا وَهوَ يقولُ: ياذا الجلالِ والإِكْرامِ، فقالَ: قد استُجيبَ لَكَ فسَلْ. وسمِعَ النَّبيُّ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ رجلًا وَهوَ يقولُ: اللَّهمَّ إنِّي أسألُكَ الصَّبرَ. قالَ: سألتَ اللهَ البلاءَ فاسألهُ العافِيةَ.

-الراوي: معاذ بن جبل.

-المحدث: الترمذي.

-المصدر: سنن الترمذي.

-الصفحة أو الرقم: 3527.

-خلاصة حكم المحدث: حسن.

علامہ ابن قتیبہ اپنی کتاب "تأويل مختلف الأحاديث" میں لکھتے ہیں کہ امت کو ایسی کوئی دعا انبیائے کرام علیہم السلام یا صحابہ کرام نے نہیں سکھائی جس میں فقر اور مصیبت کو طلب کیا گیا ہو، بلکہ ایسی دعائیں ثابت ہیں جن میں سخت امتحان سے حفاظت مانگی گئی ہو۔

قال ابن قتيبة في تأويل مختلف الحديث: ولا نعلم أن أحداً من الأنبياء ولا من صحابتهم ولا العباد ولا المجتهدين كان يقول: اللهم أفقرني ولا أزمني ولا بذلك استعبدهم الله عزوجل، بل استعبدهم بأن يقولوا: اللهم ارزقني، اللهم عافني، وكانوا

يقولون: اللهم لا تبلنا إلا بالتي هي أحسن. يريدون بذلك: أي لا تختبرنا إلا بالخير ولا تختبرنا بالشر، لأن الله تعالى يختبر عباده بهما ليعلم كيف شكرهم وصبرهم.

خلاصہ کلام

بیماری کی فضیلت ثابت ہے، اور مصیبتوں کا آنا بھی اگرچہ اللہ رب العزت کی طرف سے رحمت ہے، لیکن جو شخص بیمار نہ ہو اور جس پر مصیبت نہ آئے وہ اللہ کا محبوب نہیں بلکہ اللہ کا مبغوض ہے یہ بات درست نہیں۔

سوال میں مذکور واقعہ تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہیں مل سکا، لہذا اس واقعے کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر... بمقام: قراسو۔ کرغیزستان

۲۲ دسمبر ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 76

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! اس روایت کا حکم اور درجہ بیان فرمائیں:

في تاريخ دمشق للإمام العالم أبي القاسم الشافعي في الجزء الثاني والأربعين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مثل علي فيكم (أو قال في هذه الأمة) كمثل الكعبة المستورة النظر إليها عبادة، والحج إليها فريضة". وقال: "ذكر علي عبادة."

تاریخ دمشق میں یہ روایت ہے کہ حضرت علی کی مثال تمہارے درمیان ایسی ہے جیسے کعبے کی مثال ہے، اس کو دیکھنا عبادت اور اس کی طرف جانا فرض ہے. اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا عبادت ہے

کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت اگرچہ تاریخ دمشق میں مذکور ہے لیکن اس روایت پر کسی محدث نے صحت کا حکم نہیں لگایا، البتہ اس مضمون کے قریب کی تمام روایات کو محدثین نے موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے۔

روایت کا حکم:

"النظر إلى وجه علي عبادة" "حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے."

اس روایت کو اگرچہ بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، لیکن اس روایت پر اکابر محدثین مثلا: امام ذہبی، ابن حجر، سیوطی اور ابن جوزی رحمہم اللہ نے **"من گھڑت"** ہونے کا حکم لگایا ہے.

اس روایت کو ذکر کرنے والے:

۱۔ اس روایت کی سب سے معتبر کتاب مستدرک حاکم ہے. امام حاکم نے اس روایت کو اپنی کتاب المستدرک على الصحيحين جلد۳ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا: "النظر إلى وجه على عبادة" هذا حديث صحيح الاسناد.

۲۔ امام طبرانی نے "المعجم الكبير" میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

۳۔ ابن شاہین نے "شرح مذاہب اہل السنة" میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ اصبہانی نے "حلية الأولياء وطبقات الاصفياء" میں ذکر کیا ہے۔

یہ روایت ان کتابوں میں تقریباً کل گیارہ مقامات پر ذکر کی گئی ہے۔

اس روایت پر محدثین کے اقوال:

۱۔ اس روایت کو اگرچہ امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ذہبی نے ان روایات کو **"من گھڑت"** قرار دیا ہے۔

ذكره الحاكم من طريقين وصححهما، وتعقبه الذهبي بأن كلا الروايتين موضوعة. (مختصر استدراك الذهبي)

۲۔ امام سیوطی نے "اللآلی المصنوعه" میں اور ابن جوزی نے "موضوعات" میں اس روایت کو "موضوع" کہا ہے۔

وحكم عليها السيوطي فی "اللآلی المصنوعة" وابن الجوزي فی "الموضوعات" بالوضع.

۳۔ اس روایت پر ابن جوزی رحمہ اللہ نے وضع کا حکم لگایا ہے اور فرمایا کہ اس روایت کی کوئی سند درست نہیں۔

وقد حكم ابن الجوزي عليه بالوضع.

وقد ذكر ابن الجوزي رحمه الله هذا الحديث في كتابه "الموضوعات" وقال: لا يصح من جميع طرقه. (الموضوعات: 126/2)

۴۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔

وحكم عليه الإمام الذهبي بالوضع والبطلان في أكثر من موضع في كتبه، منها في "ميزان الاعتدال" (236/3)

۵۔ امام شوکانی نے بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

وذكره الشوكاني في "الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة" (ص:359)

ان روایات کے ضعف کے اسباب:

۱۔ ان روایات میں محمد بن اسماعیل الرازی ہے جس پر امام ذہبی نے حکم لگایا کہ یہ راوی باطل خبر بیان کرتا ہے۔

۲۔ دوسرا راوی مطر بن مطر بن میمون ہے جس کے بارے میں امام بخاری، اَبو حاتم اور امام نسائی نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

وأسباب التضعيف:

١۔ محمد بن إسماعيل الرازي:

قال الذهبي في ميزان الاعتدال: أتى بخبر باطل.

٢۔ مطر بن مطر بن ميمون:

قال البخاري وأبوحاتم والنسائي: منكر الحديث. (ميزان الاعتدال)

خلاصہ کلام

یہ روایت اپنے تمام طرق سے موضوع اور من گھڑت ہے، لہذا اس کو بیان کرنا اور آگے پھیلانا بلکل درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر.....بمقام: امام سرخسی کے مرقد اوزجند موجودہ اوزگن، کرغیزستان

۲۵ دسمبر ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 77

لولاك لما خلقت الافلاك

حدیث: "لولاك لما خلقت الافلاك" یعنی اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ساری کائنات نہ بناتے۔ یہ روایت مختصر اور طویل دونوں طرح سے کتب روایات میں موجود ہے۔

اس روایت کے مختصر طرق:

ملا علی قاری صاحب رحمہ اللہ نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

١۔ لوْلاكَ لما خلقتُ الأفلاكَ.

-المحدث: ملا علي قاري.

-المصدر: الأسرار المرفوعة.

-الصفحة أو الرقم: 288.

-خلاصة حكم المحدث: قيل لا أصل له أو بأصله موضوع.

٢۔ لولاكَ لما خلقتُ الأفلاكَ.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: السلسلة الضعيفة.

-الصفحة أو الرقم: 282.

-خلاصة حكم المحدث: موضوع.

٣۔ لولاكَ لولاكَ ما خُلِقَتِ الأفْلاكُ.

-المحدث: العجلوني.

-المصدر: كشف الخفاء.

-الصفحة أو الرقم: 214/2.

-خلاصة حكم المحدث: سنده صحيح وإن لم يكن حديثا.

٤۔ لولاك لولاك ما خلقتُ الأفلاكَ.

-المحدث: القاوقجي.

-المصدر: اللؤلؤ المرصوع.

-الصفحة أو الرقم: 154.
-خلاصة حكم المحدث: لم يرد بهذا اللفظ.

اس روایت کا طویل تذکرہ:

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو انہوں نے حضور علیہ السلام کے واسطے سے مغفرت کی دعا مانگی، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ آپ کو محمد کا کیسے پتہ چلا؟ عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش کے پائے پر آپ کے نام کے ساتھ محمد کا نام لکھا ہوا دیکھا تھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ آپ کی محبوب مخلوق ہے، اسلئے میں نے ان کے واسطے سے دعا مانگی۔

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا کہ وہ واقعی میرا محبوب ہے اور میں نے ان کے وسیلے تم کو معاف کیا اور اگر میں محمد کو نہ بناتا تو کسی چیز کو بھی نہ بناتا۔

هذا الحديث رواه الحاكم من طريق عبدالله بن مسلم الفهري. حدثنا اسماعيل بن مسلمة عن عبدالرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه عن جده عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما اقترف آدم الخطيئة قال يارب! اسألك بحق محمد لما غفرت لي، فقال الله: ياآدم! وكيف عرفت محمدا ولم اخلقه قال: يارب! لانك لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت أنك لم تضف الى اسمك الا أحب الخلق اليك، فقال الله: صدقت ياآدم! انه لأحب الخلق الي؛ ادعني بحقه فقد غفرت لك، ولولا محمد ما خلقتك.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد.

اس روایت کو علماء نے باطل اور موضوع قرار دیا ہے۔

وقد تعقبه جمع من العلماء وانكروا عليه تصحيحه لهذا الحديث وحكموا على هذا الحديث انه باطل موضوع وبينوا ان الحاكم نفسه قد تناقض في هذا الحديث.

- امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے، عبدالرحمن کا کوئی اعتبار نہیں اور عبداللہ بن مسلم الفہری مجہول ہے، اور میزان الإعتدال میں فرمایا کہ یہ خبر باطل ہے۔

قال الذهبي: بل موضوع. وعبدالرحمان واه وعبدالله بن مسلم الفهري لا ادري من هو.
وقال الذهبي ايضا في "ميزان الاعتدال": خبر باطل، واقره الحافظ ابن حجر في "لسان الميزان."

- امام بیھقی نے اس کو ضعیف قرار دیاہے اور ابن کثیر نے ان سے اتفاق کیا.

وقال البيهقي: تفرد به عبدالرحمن بن زيد بن اسلم من هذا الوجه وهوضعيف. واقره ابن كثير في "البداية والنهاية."

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاکم نے خود اپنی کتاب "المدخل" میں عبدالرحمن کو من گھڑت روایات نقل کرنے والا قرار دیا تھا.

وقال شيخ الاسلام ابن تيمية في القاعدة الجليلة في التوسل والوسيلة (ص: 69) ورواية الحاكم لهذا الحديث مما انكر عليه فانه نفسه قد قال في كتاب "المدخل الى معرفة الصحيح من السقيم": عبدالرحمن بن زيد بن اسلم روى عن ابيه احاديث موضوعة لا يخفى على من تاملها من اهل الصنعة. وعبدالرحمن ابن زيد بن اسلم ضعيف باتفاقهم يلغط كثيرا.

اس روایت کے دیگر مآخذ:

- أخرجه الحاكم في "المستدرك" (615/2) وعنه ابن عساكر (2/323/2)
- وكذا البيهقي في باب ما جاء فيما تحدث به صلى الله عليه وسلم بنعمة ربه من "دلائل النبوة" (488/5) من طريق أبي الحارث عبدالله بن مسلم الفهري، حدثنا إسماعيل ابن مسلمة، نبأنا عبدالرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده عن عمر بن الخطاب مرفوعا، وقال الحاكم: صحيح الإسناد، وهو أول حديث ذكرته لعبدالرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب.

فتعقبه الذهبي بقوله: بل موضوع، وعبدالرحمن واه، وعبدالله بن مسلم الفهري لا أدري من هو.

- قلت: والفهري هذا أورده في "ميزان الاعتدال" لهذا الحديث وقال: خبر باطل.
- رواه البيهقي في "دلائل النبوة" وقال البيهقي: تفرد به عبدالرحمن بن زيد ابن أسلم وهو ضعيف.

- وأقره ابن كثير في "تاريخه" (323/2) ووافقه الحافظ ابن حجر في "اللسان" أصله "الميزان" على قوله: خبر باطل وزاد عليه قوله: في هذا
الفهري: لا أستبعد أن يكون هو الذي قبله فإنه من طبقته.
قلت: والذي قبله هو عبدالله بن مسلم بن رشيد، ذكره ابن حبان فقال: متهم بوضع الحديث، يضع على ليث ومالك وابن لهيعة لا يحل كتب حديثه، وهو الذي روى عن ابن هدبة نسخة كأنها معمولة.
- والحديث أخرجه الطبراني في "المعجم الصغير" (207) من طريق أخرى عن عبدالرحمن بن زيد ثم قال: لا يروي عن عمر إلا بهذا الإسناد.
- وقال الهيثمي في "المجمع" (253/8): رواه الطبراني في "الأوسط" و"الصغير" وفيه من لم أعرفهم.

ان تمام طرق اور کتب کے خلاصے کے بعد اس روایت پر امام ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے وضع اور خبر باطل کا حکم لگایا ہے اور اس کی بنیادی وجہ عبد الرحمن بن زید اور الفہری اور عبد اللہ بن مسلم بن رشید ہیں.

کیا اس روایت کا معنی صحیح ہے:

اس بات پر تو تقریبا اتفاق ہے کہ اس روایت کے الفاظ من گھڑت ہیں لیکن کیا معنی کے لحاظ سے یہ روایت درست ہے اور ایسا کہنا کہ دنیا آپ علیہ السلام کی وجہ سے وجود میں آئی ہے درست ہے؟

نجم الفتاوی اور فتاوی حقانیہ نے اس قول کی تائید کی ہے:

مذکورہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے موضوع ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔

كما هو مصرح فى "الموضوعات الكبير" (ص١٠١): لولاك لما خلقت الافلاك. قال الصنعانى انه موضوع. كذا فى الخلاصة. لكن معناه صحيح، فقد روى الديلمى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما مرفوعا: اتانى جبريل فقال: يامحمد! لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار.

-وفى رواية ابن عساكر: لولاك ماخلقت الدنيا۔ (نجم الفتاوى)

حدیث:

"لولاك لما خلقت الافلاك". قال الصغاتی: انه موضوع. كذا فی الخلاصة لٰكن معناه صحيح فقد روى الديلمیؒ عن ابن عباس رضى الله عنهما مرفوعًا: اتانی جبريل فقال: يامحمد! لولاك ما خلقت الجنّة ولولاك ما خلقت النار، وفی رواية ابن عساكر: لولاک ما خلقت الدنيا۔ (موضوعاتِ كبير: ص۔ ۵۹، حرف اللام)
قال العلامة شهاب الدين قسطلانیؒ: قال الله تبارك وتعالٰى لآدم: ياآدم يا ابا محمدﷺ! ارفع رأسك فرفع رأسه فرأى نور محمد فی سرادق العرش فقال: يارب! ما هٰذا النور؟ قال: هٰذا نور نبیٌّ مِّنْ ذُرّيتك؛ اسمُهٗ فی السّمآء احمد وفی الارض محمّد لولاه ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضًا۔ (المواهب اللدنية: ج۔ ۱، ص۔ ۸۳)
وروى فی حديث طويل عن سلمان رضى الله عنه ولقد خلقت الدُّنيا واهلها لأعرفهم كرامتك ومنزلتك عندى ولولاك ما خلقت الدُّنيا۔ (فتاوىٰ حقانيه :ج۔۲،ص:۲۰۳)

مظاہر العلوم کے شیخ الحدیث مولانا یونس جونپوری صاحب رحمہ اللہ کی رائے:

حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب اپنی کتاب میں ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہ روایت محد ثانہ حیثیت سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی، مگر ملا علی قاری رحمہ اللہ کے سامنے چونکہ ان روایات کی اسانید نہیں ہیں اس لئے انہوں نے حسن ظن کرتے ہوئے حدیث مشہور کی صحت کا دعوٰی کر دیا، اور جن حضرات نے بھی صحت کا دعوٰی کیا ہے ان کو بھی یہی صورت پیش آئی ہے، یا پھر انہوں نے ملا علی قاری رحمہ اللہ پر اعتماد کیا ہے۔ (اللآلی المنثورۃ:458) "
حضرت شیخ جونپوری صاحب فرماتے ہیں کہ ملا علی قاری صاحب نے اس روایت کے مضمون کی صحت کا دعوی کیا ہے لیکن اس مضمون پر ایسی کوئی روایت وارد نہیں جو اس مضمون کو صحیح قرار دے، بلکہ جتنی روایات ہیں وہ سب باطل اور بے اصل ہیں۔

فقہ حنفی کی دو مشہور کتابیں:

"البحر الرائق" میں ابن نجیم لکھتے ہیں: لا (يكفر) بقوله: لولا نبينا لم يخلق آدم عليه السلام وهو خطأ.

یعنی اگر کوئی یوں کہے کہ **"اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے"** تو وہ کافر نہیں ہوگا، لیکن ایسا کہنا غلط ہے. (البحر الرائق:5/121)

☆ **علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس کلام سے احتراز کرنا چاہیئے کہ اگر ہمارے نبی نہ ہوتے تو دنیا نہ ہوتی.**

اس کے حاشیہ (منحة الخالق) میں علامہ شامی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

قال في التاتارخانية وفي جواهر الفتاوى: هل يجوز أن يقال "لولا نبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لما خلق الله تعالى آدم" قال: هذا شيء يذكره الوعاظ على رؤوس المنابر يريدون به تعظيم محمد عليه الصلاة والسلام، والأولى أن يحترزوا عن أمثال هذا فإن النبي عليه الصلاة والسلام وإن كان عظيم المنزلة والمرتبة عند الله تعالى، كان لكل نبي من الأنبياء عليهم السلام منزلة ومرتبة وخاصيته ليست لغيره فيكون كل نبي أصلا بنفسه.

خلاصہ کلام

یہ بات تو بالاتفاق واضح ہوگئی کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں بلکہ یہ من گھڑت روایات میں سے ہے، البتہ ہماری بعض کتابوں میں اس روایت کے معنی کو درست قرار دیا گیا ہے.

لیکن شیخ یونس جونپوری صاحب کے قول کے مطابق ایسی کوئی بات روایات سے ثابت نہیں، لہذا اس مضمون کو کسی روایت کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر... بمقام: جلال آباد کرغیزستان

۲۷ دسمبر ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 78

ابو طالب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانا

سوال: اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے: حضرت صادق سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو چند روز تک آپ کی والدہ کے دودھ نہ اترا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے۔ تو ابو طالب نے انکا منہ اپنے چھاتی سے لگا دیا تو اللہ تعالی نے اس میں دودھ پیدا کر دیا. (حیات القلوب جلد:2، ص:139). کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں، اس کی تحقیق کیلئے اہل سنت کی کتابوں کے بجائے اگر اہل تشیع کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے خود اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے.

اس روایت کی سند:

یہ روایت دراصل (الکافی جلد:1) سے نقل کی گئی ہے جس کی سند درج ذیل ہے:

محمد ابن يحيى عن سعد ابن عبدالله عن ابراہيم ابن محمد الثقى عن على ابن معلى عن اخيه محمد عن درست ابن ابى منصور عن على ابن ابى حمزه عن ابى بصير عن ابى عبدالله عليه السلام.

☆ **یہ روایت سخت ضعیف ہے.**

اس کو ضعیف کہنے والوں میں سے چند علماء کے نام درج ذیل ہیں:

١۔ علامہ مجلسی نے مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول (جلد:5، ص:253) مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران.

٢۔ شیخ شعرانی نے شرح اصول کافی (جلد:7، ص:181) میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حاشیہ پر لکھا کہ اس کا راوی علی ابن ابی حمزہ ملعون متهم بالكذب ہے۔

٣۔ علامہ علی غفاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی تحقیق میں الکافی کے حاشیہ پر اس روایت کے راوی علی ابن ابی حمزہ کو ملعون اور جھوٹا کہا.

اس روایت میں علی ابن ابی حمزہ نامی راوی کے جھوٹا ہونے کے علاوہ کچھ اور بھی رواۃ مجاہیل میں سے ہیں، جیسے: علی ابن معلی اور اس کا بھائی۔

چنانچہ شیخ جواہری نے علی ابن ابی معلی کو مجہول لکھا ہے (المفید من معجم الرجال الحدیث ص:414، راوی:8524 مطبوعہ مؤسۃ التاریخ العربی بیروت)

☆ ان تمام حوالوں سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ یہ روایت خود شیعہ حضرات کے نزدیک بھی من گھڑت اور ناقابل اعتبار ہے.

اس طرح کی روایات کا مقصد:

اس طرح کی روایات کا مقصد ابو طالب کیلئے ایسی فضیلت کا ثابت کرنا ہے کہ جس کے ذریعے ابو طالب کو مسلمان ثابت کیا جائے کہ دیکھو جس شخص کا دودھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں داخل ہو وہ جہنمی کیسے ہو سکتا ہے.
اس طرح کی من گھڑت اور لایعنی قسم کی روایات پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تفصیلی کلام فرمایا ہے.

کیا ابو طالب مسلمان ہوئے تھے؟

صحیح اور مستند روایات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ابو طالب کی موت حالت کفر میں ہی ہوئی تھی اور موت کے بعد زندہ کر کے مسلمان ہونے والی بات بے اصل اور بے دلیل ہے.

● دلیل نمبر ا:

روى البخاري ومسلم وأحمد والترمذي والنسائي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لما حضرت وفاة أبي طالب أتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: "يا عماه! قل لا إله إلا الله، أشهد لك بها يوم القيامة"، فقال: لولا أن تعيرني قريش يقولون: ما حمله عليه إلا جزع الموت، لأقررت بها عينك، ولا أقولها إلا لأقر بها عينك، فأنزل الله عزوجل: {إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء وهو أعلم بالمهتدين.}

یہ روایت صحاح کی تمام کتب میں موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت اپنے چچا سے کلمہ پڑھنے کا مطالبہ کیا تو ابو طالب نے اپنے باپ دادا کے دین پر قائم رہنے کو ہی پسند کیا اور آیات مقدسہ میں آپ علیہ السلام کو استغفار سے بھی منع کیا گیا.

● دلیل نمبر ۲:

عبداللہ بن عباس، ابن عمر، مجاہد، شعبی اور قتادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول ہے کہ یہ آیت: {انك لا تهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء} اَبوطالب کے بارے میں ہی نازل ہوئی کہ اللہ کے رسول نے ان پر اسلام کو پیش کیا اور ابوطالب نے انکار کیا.

وهكذا قال عبدالله بن عباس وابن عمر ومجاهد والشعبي وقتادة: إنها نزلت في أبي طالب، حين عرض عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقول: لا إله إلا الله.

● دلیل نمبر ۳:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے چچا آپ کیلئے لوگوں سے لڑتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے تو آپ کی ذات سے اس کو کیا نفع ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جہنم کے کنارے پر ہوگا، اور اگر میں نہ ہوتا (یعنی میری شفاعت نہ ہوتی) تو وہ جہنم کے نچلے حصے میں ہوتا.

روى البخاري من حديث عباس بن عبدالمطلب أنه قال: قلت للنبي صلى الله عليه وسلم: ما أغنيت عن عمك، فإنه كان يحوطك ويغضب لك قال: "هو في ضحضاح من نار، ولولا أنا لكان في الدرك الأسفل من النار."

● دلیل نمبر ۴:

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ میری شفاعت سے اس کو جہنم کے کنارے پر اتنی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا.

وروى مسلم في صحيحه عن أبي سعيد أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم ذكر عنده عمه فقال: "لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من نار يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه". وفي رواية: "تغلي منه أم دماغه."

● دلیل نمبر ۵:

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ جہنم میں سب سے کم ترین عذاب ابوطالب کو ہوگا کہ اس کو آگ کے دو جوتے پہنائے جائینگے جس سے اس کا دماغ کھول اٹھے گا.

وروى مسلم من حديث ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أهون أهل النار عذاباً أبوطالب، وهو منتعل بنعلين يغلي منهما دماغه."

● **دلیل نمبر٦:**

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کے چچا ابو طالب گمراہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کو دفن کرو، اسکے بعد کچھ بھی کرنے سے قبل میرے پاس آجاؤ. میں واپس آیا تو آپ نے مجھے غسل کا حکم دیا اور میرے لئے دعا فرمائی.

قلت للنبي صلى الله عليه وسلم: إن عمك الشيخ الضال قد مات، قال: اذهب فوار أباك ثم لا تحدثن شيئا حتى تأتيني، فذهبت فواريته وجئته فأمرني فاغتسلت ودعا لي.

- الراوي: علي بن أبي طالب.
- المحدث: أبوداود.
- المصدر: سنن أبي داود.
- الصفحة أو الرقم: 3214.
- خلاصة حكم المحدث: سكت عنه [وقد قال في رسالته لأهل مكة: كل ما سكت عنه فهو صالح

ابو طالب کو مسلمان کہنے والوں کی دلیل:

روافض نے ابو طالب کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے بہت سی باتیں مشہور کی ہیں اور بہت سے دلائل بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ سب یا تو غلط تاویلات یا غلط روایات کی بنیاد پر ہیں.

☆ **البتہ اس میں ایک علمی سوال ہے:**

سوال: اگر ابو طالب کافر تھے تو فاطمہ بنت اسد (جو کہ ایک مسلمان صحابیہ تھیں ان) کو ابو طالب کے نکاح میں کیوں رہنے دیا گیا؟

جواب: ابو طالب کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل عام الحزن کو ہوا اور مسلمان عورتوں کو کافر شوہروں سے الگ ہونے کا حکم صلح حدیبیہ کے موقع پر چھ ہجری میں نازل ہوا، لہٰذا اس سے قبل تفریق کا سوال بے بنیاد ہے.

- وأما سماحه صلى الله عليه وسلم ببقاء فاطمة بنت أسد في عصمة أبي طالب، فإن ذلك كان قبل تحريم بقاء المؤمنات تحت الكفار، لأن أباطالب مات عام الحزن، وهو قبل الهجرة بثلاث سنين، وتحريم بقاء المؤمنات في عصم الكفار نزل في صلح الحديبية عام ستة من الهجرة.
- أخرج الشيخان عن المسور ومروان بن الحكم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما عاهد كفار قريش يوم الحديبية جاءت نساء من المؤمنات، فأنزل الله: {ياأيها الذين أمنوا إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات...} إلى قوله تعالى: {... ولا تمسكوا بعصم الكوافر.}
- وأخرج الواحدي عن ابن عباس قال: إن مشركي مكة صالحوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية على أن من أتاه من أهل مكة رده إليهم، ومن أتى من أهل مكة من أصحابه فهو لهم، وكتبوا بذلك كتاباً وختموه، فجاءت سبيعة بنت الحارث الأسلمية بعد الفراغ من الكتاب، والنبي صلى الله عليه وسلم بالحديبية، فأقبل زوجها وكان كافراً، فقال: يامحمد! رد علي امرأتي، فإنك قد شرطت علينا أن ترد علينا من أتاك منا، وهذه طينة الكتاب لم تجف بعد، فأنزل الله هذه الآية.

فوفاة أبي طالب، ونزول تحريم بقاء المؤمنات في عصم الكفار بينهما تسع سنين... والعلم عند الله تعالى.

خلاصہ کلام

اس طرح کی تمام روایات من گھڑت ہیں جن میں ابو طالب کا مسلمان ہونا مذکور ہے یا اس کی کسی ایسی فضیلت کا تذکرہ ہے کہ جس سے ان کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہو جائے، یہ تمام روایات روافض کی من گھڑت روایات ہیں، لہذا نہ ان پر اعتماد کیا جائے اور نہ انکو بیان کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

دوران سفر... بمقام: جلال آباد کرغیزستان

۲۹ دسمبر ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 79

سات زمینوں میں سات آدم علیہ السلام

سوال: ایک بات بہت زیادہ سننے میں آتی ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین پر ایسی ہی انسانیت بستی ہے اور ہر زمین پر نبوت کا ایسا ہی نظام ہے اور وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کا سلسلہ چل رہا ہے. کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ یہ بات بلاشک وشبہ درست ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرمائی ہیں اور یہ بات قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے. جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے سات آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی اسی طرح سات ہیں.

قال الله تعالى: {اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا} (سورة الطلاق:١٢).

ساتوں زمینوں پر انبیائے کرام کا وجود:

جس طرح ہماری زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام آتے رہے ہیں کیا اسی طرح ساتوں زمینوں پر نظام چلایا گیا ہے؟ اس بارے میں صحیح اور صریح احادیث خاموش ہیں اور براہ راست آپ علیہ السلام سے اس کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں. البتہ مختلف تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نسبت سے ایسی روایات ملتی ہیں جن میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ اس نظام نبوت کا سلسلہ تمام زمینوں پر چلایا گیا ہے.

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

تفسیر طبری، امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی کتابوں میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر زمین پر ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اسی طرح کی مخلوق ہے.

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہر زمین پر تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں اور تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں اور تمہارے نوح کی طرح نوح اور تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم اور عیسی کی طرح عیسی ہیں. **(صلوات الله وسلامه عليهم).**

روى الطبري في "تفسيره" (469/23)، والحاكم (3822)، والبيهقي في "الأسماء والصفات "(832): عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: {اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ} قَالَ: فِي كُلِّ أَرْضٍ مِثْلُ إِبْرَاهِيمَ، وَنَحْوُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْخَلْقِ.

- وفي لفظ: سَبْعَ أَرَضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُمْ، وَآدَمُ كَآدَمَ، وَنُوحٌ كَنُوحٍ، وَإِبْرَاهِيمُ كَإِبْرَاهِيمَ، وَعِيسَى كَعِيسَى.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود فرمایا کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کرنا شروع کر دوں تو تم لوگ انکاری ہو جاؤ اور جھٹلانے لگ جاؤ.

ثم روى الطبري (469/23) عن إبراهيم بن مهاجر، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: لو حدثتكم بتفسيرها لكفرتم، وكفركم هو تكذيبكم بها.

اس قول کی اسنادی حیثیت:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مختلف تفاسیر اور کتب حدیث میں موجود ہے لیکن اس روایت کے ناقلین خود (اس روایت کو نقل کرنے کے بعد) اس پر سند اور متن کے لحاظ سے صحت کا حکم لگانے سے قاصر ہیں.

۱. امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت اگرچہ سند کے لحاظ سے درست ہے لیکن اس کا متن انتہائی شاذ ہے کہ ابی الضحیٰ کا کوئی متابع موجود ہی نہیں.

قال البيهقي في الأسماء والصفات (268/2): إسناد هذا عن ابن عباس رضي الله عنهما صحيح، وهو شاذ بمرة، لا أعلم لأبي الضحى عليه متابعا... والله أعلم.

☆ حدیث شاذ اس روایت کو کہتے ہیں کہ جس کی ظاہری سند تو درست ہو لیکن اس کے باطن میں ایسا عیب ہو جو اس روایت کو منکر بنا دے.

والحديث الشاذ هو ما كان ظاهر اسناده الصحة وباطنه من قبله التفرد والنكارة.

۲. ابن کثیر نے امام بیہقی کا قول نقل کر کے فرمایا کہ اگر اس روایت کی سند کو درست مان بھی لیا جائے تب بھی یہ بات اسرائیلیات میں سے تو ہو سکتی ہے، لیکن اس سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں.

ونقل ابن كثير كلام البيهقي، وأقره (تفسير ابن كثير 386/4) وقال في موضع آخر: هو محمول (إن صح نقله عنه) على أنه أخذه ابن عباس رضي الله عنهما عن الإسرائيليات. (البداية والنهاية: 22/1).

۳. امام أحمد بن حنبل سے جب اس روایت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس روایت کی صحت کا انکار کیا.

وقال الخلال: أخبرني أحمد بن أصرَم المُزني أن أبا عبدالله (يعني الإمام أحمد) سُئل عن هذا الحديث، فقال: هذا رواه شعبة، عن عمرو بن مُرّة، عن أبي الضحى، عن ابن عباس، لا يذكر هذا، إنما يقول: "يتنزّل العلمُ والأمرُ بَيْنهنّ". وعطاء بن السائب اختلط، وأنكر أبوعبدالله الحديث. وعن قتادة قال: في كل سماءٍ وكل أرضٍ خلقٌ من خلقه، وأمر من أمره، وقضاءٌ من قضائه. (المنتخب من العلل للخلال 58، منهج الإمام أحمد في إعلال الأحاديث 412/1).

۴. امام ذہبی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس روایت کی کوئی اصل موجود ہی نہیں، اس جیسی روایات کا سننے والا تعجب اور حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ روایت ان چیزوں میں سے ہے کہ سنو اور خاموش رہو.

وقال الذهبي: لا نعتقد ذلك أصلا... شريك وعطاء فيهما لين لا يبلغ بهما رد حديثهما، وهذه بلية تحير السامع كتبتها استطرادا للتعجب، وهو من قبيل اسمع واسكت. (العلو للعلي الغفار 161).

۵. ابوحیان الأندلسي نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے.

وقال أبوحيان الأندلسي: هذا حديث لا شك في وضعه. (تفسير البحر المحيط 283/8).

٦. علامہ سیوطی نے اس روایت کو شاذ کی بحث میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ مجھے حاکم رحمہ اللہ کے (اس روایت کو) صحیح کہنے پر تعجب ہے، اور اسی وجہ سے بیہقی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے.

وذكره السيوطي في مبحث الشاذ وهو نوب من تصحيح الحاكم له حتى رأيت البيهقي قال: إسناده صحيح ولكنه شاذ بمرة. (تدريب الراوي: 233/1، وانظر "توجيه النظر إلى أصول الأثر" لطاهر الجزائري ص:512).

٨. امام سیوطی نے ایک مقام پر اس روایت کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ امام بیہقی کا اس روایت کو شاذ کہنا ہی بہترین توجیہ ہے کیونکہ بعض اوقات سند درست ہوتی ہے لیکن متن درست نہیں ہوتا اور یہ روایت جس نوعیت کی ہے اس میں اتنی ضعیف روایات قبول نہیں کی جاتیں.

وقال السيوطي رحمه الله في "الحاوي" (462/1): هَذَا الْحَدِيثُ رَوَاهُ الحاكم فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ وَلَكِنَّهُ شَاذٌّ بِمَرَّةٍ، وَهَذَا الْكَلَامُ مِنَ الْبَيْهَقِيِّ فِي غَايَةِ الْحُسْنِ؛ فَإِنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ صِحَّةِ الْإِسْنَادِ صِحَّةُ الْمَتْنِ كَمَا تَقَرَّرَ فِي عُلُومِ الْحَدِيثِ؛ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَصِحَّ الْإِسْنَادُ وَيَكُونُ فِي الْمَتْنِ شُذُوذٌ أَوْ عِلَّةٌ تَمْنَعُ صِحَّتَهُ، وَإِذَا تَبَيَّنَ ضَعْفُ الْحَدِيثِ أَغْنَى ذَلِكَ عَنْ تَأْوِيلِهِ؛ لِأَنَّ مِثْلَ هَذَا الْمَقَامِ لَا تُقْبَلُ فِيهِ الْأَحَادِيثُ الضَّعِيفَةُ.

۹. ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمینوں کے متعلق جتنی روایات نقل کی جاتی ہیں کہ پہلی زمین مٹی کی، دوسری لوہے کی اور اس کے نیچے والی اس اس طرح کی ہے یہ سب باتیں جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح سند سے ثابت نہ ہوں تو یہ سب باتیں مردود ہیں.

وقال ابن كثير رحمه الله في "البداية والنهاية" (42/1): مَا يَذْكُرُهُ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَتَلَقَّاهُ عَنْهُمْ طَائِفَةٌ مِنْ عُلَمَائِنَا مِنْ أَنَّ هَذِهِ الْأَرْضَ مِنْ تُرَابٍ، وَالَّتِي تَحْتَهَا مِنْ حَدِيدٍ، وَالْأُخْرَى مِنْ حِجَارَةٍ مِنْ كِبْرِيتٍ، وَالْأُخْرَى مِنْ كَذَا. فَكُلُّ هَذَا إِذَا لَمْ يُخْبَرْ بِهِ وَيَصِحَّ سَنَدُهُ إِلَى مَعْصُومٍ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلَى قَائِلِهِ.

خلاصہ کلام

اس روایت پر محدثین کے کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کی سند درست نہیں. اگر سند کو درست مان بھی لیا جائے تب بھی متن میں انتہائی نکارت موجود ہونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا تو بلکل بھی درست نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کو اسرائیلیات میں سے شمار کرسکتے ہیں، لیکن اس طرح کی روایات سے اتنا بڑا دعوی ثابت نہیں ہوسکتا، لہذا اس کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب نہ کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر... بمقام: شمال سائی کرغیزستان

یکم جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر80

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بچوں کا زندہ ہونا

سوال: مختلف بیانات میں یہ قصہ سنا ہے کہ غزوہ خندق میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کا اکرام کیا اور جب بکری کو ذبح کیا تو ان کے دو بچے اس منظر کو دیکھ رہے تھے، پھر ایک بچے نے دوسرے کو ذبح کیا اور پھر خود تندور میں گر کر مر گیا اور پھر آپ علیہ السلام کی دعا سے دونوں بچے اور بکری تینوں زندہ کر دیئے گئے... کیا یہ واقعہ درست ہے.؟

الجواب باسمہ تعالی

اس واقعہ کی دو نوعیتیں ہیں: صحیح اور غیر صحیح.

واقعے کی صحیح شکل:

یہ واقعہ صحاح کی تمام کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ منقول ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خندق میں ایک سخت چٹان نکلی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ چٹان نکلی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اتر رہا ہوں، پھر آپ علیہ السلام اٹھے اور آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی. آپ علیہ السلام نے ہتھوڑا لیا اور اس چٹان کو مارا تو چٹان بلکل ریزہ ریزہ ہوگئی، میں نے آپ علیہ السلام سے گھر جانے کی اجازت چاہی اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے آپ علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اب مزید صبر مشکل ہے، کیا گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟ میری بیوی نے کہا کہ تھوڑا سا جو اور ایک بکری کا بچہ ہے، میں نے وہ بکری کا بچہ ذبح کیا اور جو کو پیس لیا اور اس گوشت کو ہانڈی میں ڈالا، پھر میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے، بس آپ اور ایک دو ساتھی چلیں. آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے مقدار عرض کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: بہت ہے، البتہ گھر والوں سے کہو کہ ہانڈی چھولے سے نہ اتاریں اور میرے آنے سے پہلے روٹی تندور سے نہ نکالیں.

میں گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ تیرا ناس ہو! آپ علیہ السلام مہاجرین اور انصار کو لے کر تشریف لا رہے ہیں.

بیوی نے پوچھا کیا آپ علیہ السلام نے تم سے پوچھ لیا تھا؟ میں نے کہا: ہاں پوچھ لیا تھا.

اس کے بعد آپ علیہ السلام داخل ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ داخل ہو جاؤ اور جلد بازی نہ کرو، اور خود روٹی توڑ توڑ کر ساتھیوں کو دیتے رہے اور ہانڈی اور تندور کو ڈھانکے رکھا یہاں تک کہ وہ کھانا سب کو کافی ہو گیا بلکہ کچھ کھانا بچ بھی گیا.

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی کھلاؤ کیونکہ لوگوں کو بھوک نے ستایا ہے.

إنَّا يَومَ الخَندَقِ نَحفِرُ، فعَرَضَت كُدْيَةٌ شَديدَةٌ، فجاءوا النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فقالوا: هذه كُدْيَةٌ عَرَضَت في الخَندَقِ، فقال: "أنا نازِلٌ". ثُمَّ قامَ وبَطْنُهُ مَعصوبٌ بحَجَرٍ، ولَبِثْنا ثلاثةَ أيَّامٍ لا نَذوقُ ذَواقًا، فأخذ النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم المِعْوَلَ فضرب الكُدْيَة، فعاد كَثيبًا أهيَلَ، أو أهيَمَ، فقُلْت: يارسولَ اللهِ! ائذَن لي إلى البيتِ، فقُلْت لامرأتي: رأيتُ بالنبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم شيئًا ما كان في ذلك صبرٌ، فهل عِندَك شيءٌ؟ قالتْ: عِندي شَعيرٌ وعَناقٌ، فذَبَحت العَناقَ، وطَحَنَتِ الشَّعيرَ حتى جَعَلنا اللَّحمَ في البُرمَةِ، ثم جئتُ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم والعَجينُ قَد انكَسَر، والبُرمَةُ بينَ الأثافِيِّ قد كادَت تنضَج، فقُلْت: طُعم لي، فقُم أنتَ يارسولَ الله ورجلٌ أو رجلانِ، قال: "كَم هو"؟ فذَكَرتُ له، قال: "كَثيرٌ طَيِّبٌ، وقال: قُلْ لها: لا تَنزِعِ البُرمَةَ، ولا الخُبزَ مِنَ التَّنُّورِ حتى آتيَ، فقال: قوموا". فقام المُهاجِرونَ والأنصارُ، فلما دخل على امرأتِهِ قال: ويحكِ جاء النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم بالمُهاجِرينَ والأنصارِ ومن مَعَهم، قالتْ: هل سألكَ؟ قُلْت: نعم، فقال: "ادْخُلوا ولا تَضاغَطوا". فجعل يَكسِرُ الخُبزَ، ويجعَلُ عليه اللَّحمَ، ويُخَمِّرُ البُرمَةَ والتَّنُّورَ إذا أخَذَ مِنهُ، ويُقَرِّبُ إلى أصْحابِهِ ثم يَنزِعُ، فلم يَزَل يَكسِرُ الخُبزَ، ويَغرِفُ حتى شَبِعوا وبَقيَ بَقيَّةٌ، قال: "كُلي هذا وأهْدي، فإنَّ الناسَ أصابَتهُم مَجاعَةٌ".

- الراوي: جابر بن عبدالله.
- المحدث: البخاري.
- المصدر: صحيح البخاري.
- الصفحة أو الرقم: 4101.
- خلاصة حكم المحدث: صحيح.

اس واقعے پر کچھ اضافہ:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام اپنے تمام ساتھیوں سمیت روانہ ہوئے تو مجھے بہت شدید شرمندگی نے آگھیرا کہ ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچے کیلئے اتنے لوگ آگئے. میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج تو رسوا ہوگئے، حضور علیہ السلام سب ساتھیوں کو لے کر تشریف لے آئے. میری بیوی نے کہا کہ کیا آپ علیہ السلام نے تم سے کھانے کی مقدار پوچھی تھی؟ میں نے کہا: ہاں، تو بیوی نے کہا کہ پھر اللہ اور اس کا رسول جانے، ہم نے تو اپنی نوعیت بتادی ہے.

> وذكر ابن حجر في رواية يونس: قال جابر رضي الله عنه: فلقيت من الحياء ما لا يعلمه إلا الله عزوجل، وقلت: جاء الخلق على صاع من شعير وعناق، فدخلت على امرأتي أقول: افتضحت!!. جاءك رسول الله صلى الله عليه وسلم بالخندق أجمعين، فقالت: هل كان سألك كم طعامك؟ فقلت: نعم ، فقالت: الله ورسوله أعلم، ونحن قد أخبرناه بما عندنا.

ایک اور روایت میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو (۱۴۰۰).

اس واقعہ پر غیر صحیح اضافہ:

اس واقعے پر (سوال میں) جو اضافہ مذکور ہے کہ دونوں بچے حادثے کا شکار ہوئے اور پھر آپ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے زندہ ہوئے. یہ اضافہ علامہ صفوری کی کتاب نزہت المجالس میں مذکور ہے.

اس واقعے کے غرائب:

۱. آپ علیہ السلام صحابہ کے ساتھ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو گھر چھوٹا پڑ گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جابر! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تمہارے گھر میں برکت عطا فرمائے؟ میں نے عرض کیا ضرور، آپ علیہ السلام نے دعا کی اور چھت اوپر کو اٹھی اور دیواریں کشادہ ہونے لگیں.

۲. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تقسیم کرنے کے بعد فرمایا: جابر بچوں کو بلاؤ تاکہ میرے ساتھ کھانا کھالیں، جابر رضی اللہ عنہ بیوی کے پاس گئے اور بچوں کا کہا تو بیوی نے کہا کہ وہ سو رہے ہیں، جابر رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام

کو اس کی خبر دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں ان کے بغیر نہیں کھاؤنگا. حضرت جابر اپنے بچوں کو جگانے گئے اور چادر ہٹائی تو دیکھا کہ دونوں زندہ ہیں.

قال جابر بن عبدالله رضي الله عنهما لزوجته يوم حفر الخندق وعرفت في وجه النبي صلى الله عليه وسلم الجوع؛ فهل عندك شيء؟ قالت صاع من شعير، فطحنته وعناق فذبحته، فأصلحت طعاما فتوجه جابر إلى الخندق والنبي صلى الله عليه وسلم ينقل التراب، وكان له ولدان. فقال أحدهما للآخر: ألا أريك كيف ذبحت الشاة فذبحه فما شعرت أمه إلا والدم يسيل من الميزاب فصاحت أمه فهرب الصبي في التنور فمات، فأخذتهما وجعلتهما في البيت ودثرتهما بكساء واشتغلت بطعامها لأجل النبي صلى الله عليه وسلم، فأتى بالمهاجرين والأنصار إلى دار جابر وكانت صغيرة، فقال: ياجابر! أتحب أن يوسع الله دارك؟ قال: نعم، قال: فجثى على ركبتيه ودعا، قال جابر: فوالذي بعثه بالرسالة إني نظرت إلى السقوف قد ارتفعت وإلى الجدران قد تباعدت فسكب النبي صلى الله عليه وسلم الطعام بيده، وقال: ياجابر! ادع أولادك حتى آكل معهم، فذهب إلى زوجته فقالت: انهم نيام، فأخبر النبي صلى الله عليه وسلم بذلك فقال: والذي نفسي بيده لا آكل إلا معهم، فرجع جابر إلى زوجته فقالت: دونك وإياهم. فدخل البيت وكشف عنهما الغطاء فوجدهما بالحياة متعانقين فقعد أحدهما عن يمين النبي صلى الله عليه وسلم والآخر عن يساره فأكلوا حتى شبعوا فتبسم النبي صلى الله عليه وسلم وقال: ياجابر! أخبرك بما أخبرني به جبريل، قال: نعم، فأخبره بما حدث من أمر ولديه، فتعجب من ذلك وقد حصل له ولزوجته الفرح والسرور.

اس اضافے کی اسنادی حیثیت:

یہ اضافہ سب پہلے عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوری کی کتاب **"نزہت المجالس"** میں ملتا ہے اور دیگر لوگوں نے وہیں سے آگے نقل کیا ہے، **یہ اضافہ درست نہیں ہے.**

فأصل قصة جابر وزوجته رضي الله عنهما مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة الخندق، وما حصل من تكثير الطعام القليل، حتى كفى العدد الكثير، فهذا ثابت في الصحيح بلا ريب.

أمّا الزيادة (التي ذكرها صاحب نزهة المجالس) المتعلقة بموت ولدي جابر أثناء تحضير المرأة الطعام، فقد ذكرها حكاية من غير إسناد، ولم نقف على هذه الزيادة في شيء من كتب السنة التي بين أيدينا، فالظاهر أنّه لا أصل لها....والله أعلم.

امام صفوری کا تعارف:

شیخ صفوری ایک مؤرخ اور ادیب تھے.

نام: عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوري.

تاریخ الوفاۃ:894ھ.

ترجمة المصنف الصفوري (المتوفى 894هـ =1489م)

عبدالرحمن بن عبدالسلام بن عبدالرحمن بن عثمان الصفوري الشافعي: مؤرخ أديب من أهل مكة، نسبته إلى صفورية في الأردن.

من كتبه:

- (المحاسن المجتمعة في الخلفاء الأربعة - خ) في الظاهرية (229 ورقة)
- (نزهة المجالس، ومنتخب النفائس - ط)
- كتاب (الصيام - خ) في الأزهرية.
- (صلاح الأرواح والطريق إلى دار الفلاح - خ) فقه، في البصرة (العباسية).

کتاب نزہت المجالس کی حیثیت:

یہ کتاب ہر موضوع پر مشتمل مواد سے بھری پڑی ہے اور اس کتاب میں ہر طرح کی صحیح اور غلط روایات کی بہت بڑی تعداد موجود ہے، ابتداء سے ہی علمائے کرام نے اس کتاب پر اعتماد نہیں کیا.

بلکہ اس کتاب میں ذکر کردہ موضوع روایات کی بنیاد پر شیخ شہاب الدین الحمصی نے جامع اموی سے ان کی درس کی کرسی ہٹانے کا حکم دیا تھا.

وبسبب كتابه هذا حكم عليه الشهاب الحمصي برفع كرسيه من الجامع الأموي يوم 15 جمادى الأولى 899هـ كما حكى في كتابه "حوادث الزمان". وذلك بسبب ما حشره فيه من الحديث الموضوع.

- مشاهير كتب الرقائق. يكاد يكون خلاصة لكل ما ورد فيها من حكايا الصالحين، ونوادر أخبارهم. ألفه الصفوري كما يبدو في مدة طويلة، بعد تأليف كتابه "صلاح الأرواح". ورتبه على أركان الإسلام وشعب الإيمان، وختمه بخصائص النبي صلى الله عليه وسلم سيما في المولد والمعراج، ثم مناقب أمهات المؤمنين، والعشرة المبشرين، وحشده بما انتخبه من نفائس الكتب والتفاسير المشهورة.

طبع الكتاب لأول مرة بالمطبعة الأزهرية بمصر في جزئين (سنة:1346هـ) بعناية إبراهيم الفيومي.

اس کتاب پر علمائے کرام کے تبصرے:

۱. یہ کتاب ہر طرح کی موضوعات سے بھری ہوئی ہے.

والكتاب المذكور المسمى "نزهة المجالس" فيه موضوعات وأشياء لا أصل لها، وقد نبه على هذا السيوطي في فتاواه وخرج بعض تلك المرويات، والواجب الحذر من هذا الكتاب.

۲. اس کتاب کے مصنف شافعی تھے، لیکن حضرات شوافع نے اس کتاب کو باطل لکھا ہے.

الكتاب متكلم فيه حتى من السادة الشافعية أنفسهم وكنت قد طالعت بعض كلام الشافعية ممن وقف على الكتاب ونبه على بطلان ما فيه وعلى عدم الاعتماد على صاحبه لكونه حشى كتابه بالبواطل.

۳. اس کتاب میں ہر طرح کی چیزیں اور اسرائیلیات موجود ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے.

السؤال:

كتاب نزهة المجالس للصفوري هل هو كتاب معتمد أستطيع أن أتبع منهجه أو أنه من الكتب الممنوعة حسب ما قيل لي؟ من فضلكم أفيدوني؟...وجزاكم الله خيراً.

الجواب:

فإن هذا الكتاب مليء بالقصص الإسرائيلية والأحاديث التي لا تثبت، ولهذا فإنه لا يمكن أن يعتمد عليه ولا أن يتبع منهجه، بل الواجب الاستغناء عنه بالقرآن وكتب

التفسير المعتمدة وكتب الحديث، ومؤلفات العلماء المحققين في المواعظ والرقائق والأخلاق.

خلاصہ کلام

اس روایت کا جتنا حصہ مستند کتب میں موجود ہے وہ تو قابل اعتماد ہے، لیکن جو اضافہ نقل کیا گیا ہے وہ کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں، البتہ جس کتاب میں منقول ہے وہ کتاب اس قابل ہی نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے، لہذا اس روایت (کے غیر معتمد اضافی حصے) کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر.... بمقام: قراقول کرغیزستان

۳ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر81

اہل جنت کا قرآن سننا

سوال: مختلف بیانات میں یہ بات سنی ہے کہ جنت میں حضرت داؤد علیہ السلام زبور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ یس اور اللہ رب العزت سورۃ رحمٰن سنائینگے. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور تمام امور کا بالترتیب جواب دیا جائے گا.

جنت میں انبیائے کرام علیہم السلام کا قرآن پڑھنا:

اس مضمون کے متعلق کوئی بھی روایت کسی مستند یا ضعیف سند سے موجود نہیں، البتہ جہاں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے وہ اس قدر کمزور ذرائع سے منقول ہیں کہ ان پر اعتماد ممکن نہیں، لہذا روایات کی تحقیق کرنے والے ایک مستند ادارے سے جب اس روایت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ایسی کوئی روایت ہماری نظر سے نہیں گذری.

السؤال:

ان في الجنة يقول الله لداود عليه السلام أن يقرأ من الزبور فهو يقرأ والمؤمنون يتعجبون من صوته، بعد ذلك يأمر الرسول صلى الله عليه وسلم أن يقرأ من القرآن فيقرأ سورة الرحمن فيكون صوته أجمل من صوت داود عليه السلام، بعد ذلك يقرأ الله سبحانه وتعالى سورة يس فالمؤمنون يغشى عليهم لفترة، فالذي يسمع أغاني يحرم من سماع صوت الله سبحانه وتعالى. هل هذا الكلام صحيح؟ أول مرة نسمعه.

الإجابة:

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه، أما بعد:

فهذا الخبر على هذا النحو لم نطلع عليه في شيء من كتب الحديث.

جنت میں اللہ تعالٰی کا قرآن سنانا:

اللہ رب العزت کے اپنے بندوں کو قرآن مجید سنانے کے بارے میں منقول روایات مندرجہ ذیل ہیں:

● **روایت نمبر ا:**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت سب لوگوں کے سامنے قرآن مجید پڑھینگے اور لوگوں کو ایسا لگے گا کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی قرآن سنا ہی نہیں، اور پھر مؤمنین کو وہ قرآن یاد رہ جائے گا اور منافقین بھول جائیں گے.

قال الفضل الرازي في "فضائل القرآن" (ص:162) من طريق محمد بْن يونس الْقُرَشِيّ، نا عباد بْن واقد مولى بني هاشم، نا عبدالله بْن جراد، نا أشعث الحداني، عَن شهر بْن حوشب عن أَبِي هريرة، قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إذا كَانَ يوم القيامة قرأ الله تبارك وَتَعَالَى القرآن عَلَى النَّاس كأنهم لم يسمعوه، فيحفظ المؤمنون وينساه المنافقون.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ سند بہت ہی زیادہ کمزور ہے کیونکہ اس کی سند میں تین راویوں پر کلام کیا گیا ہے:

ا. شہر بن حوشب: یہ راوی ضعیف ہے.

۲. عبداللہ بن جراد: یہ راوی مجہول ہے.

۳. محمد بن يونس القرشي: اس راوی پر من گھڑت روایات گھڑنے کا الزام ہے.

وهذا إسناد واه جدا، لان شهر بن حوشب ضعيف، وعبدالله بن جراد مجهول، ومحمد بن يونس القرشي هو الكديمي مشهور بالوضع، قال ابن حبان: لعله قد وضع أكثر من ألف حديث. (انظر: "ميزان الاعتدال" 74/4).

● **روایت نمبر ۲:**

ابونعیم نے عبداللہ بن بریدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اہل جنت روزانہ دو مرتبہ اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہونگے اور ہر شخص اپنے اعمال کے بقدر موتی، یاقوت، سونے اور زمرد کے منبروں پر بیٹھے گا اور اللہ رب العزت قرآن کریم سنائیں گے، انہوں نے اس جیسی عمدہ اور اعلی چیز کبھی نہ سنی ہوگی لیکن ان کو قرار نہیں آئے گا، البتہ یہ لوگ کل کی امید پر خوشی خوشی اپنے گھروں کو لوٹیں گے کہ کل پھر یہی کلام سننے کو ملے گا.

ما رواه أبونعيم في "صفة الجنة" (270) من طريق الْمُسَيَّبِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الْبَكْرِيِّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ حَيَّانَ، ثنا عَبْدُاللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُونَ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ عَلَى الْجَبَّارِ تَعَالَى فَيَقْرَأُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ، وَقَدْ جَلَسَ كُل امْرِئٍ مِنْهُمْ مَجْلِسَهُ عَلَى مَنَابِرِ الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ، وَالزَّبَرْجَدِ، وَالذَّهَبِ وَالزُّمُرُّدِ كُلًّا بِأَعْمَالِهِمْ، فَلَمْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُمْ بِذَلِكَ، وَلَمْ يَسْمَعُوا شَيْئًا قَطُّ أَعْظَمَ، وَلَا أَحْسَنَ مِنْهُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُونَ إِلَى رِحَالِهِمْ نَاعِمِينَ قَرِيرَةً أَعْيُنُهُمْ إِلَى مِثْلِهَا مِنَ الْغَد.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت سند کے لحاظ سے بہت ضعیف ہے، اس لئے کہ اس کے دو راوی بہت کمزور ہیں:

۱. صالح بن حیان:

- ابن عدی نے اس کی روایات کو غیر محفوظ قرار دیا۔
- امام بخاری، یحیی بن معین اور امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔

۲. المسیب بن شریک:

اس پر محدثین کا کلام کافی سخت ہے۔

- یحیی بن معین نے اس کو "لیس بشئ" قرار دیا کہ یہ بے حیثیت ہے۔
- اِمام احمد کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس کی روایات ترک کر دیں۔
- امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔

سميه صالح بن حيان القرشي الكوفي أيضا فقد يشتبه بصالح بن حين وليس هو به. بل هذا يروي عن ابن بريدة وأبي وائل ونافع وسويد بن غفلة وعدة روى عنه علي بن مسهر وعبدة بن سليمان وطائفة وهو واه.

- قال ابن عدي: عامة ما يرويه غير محفوظ.
- وقال يحيى بن معين: ضعيف.
- وقال البخاري: فيه نظر.
- وقال النسائي: ليس بثقة.

7750- المُسَيَّب بن شريك أبوسعيد التميمي الشقري الكوفي.

عن الأعمش.

- قال يحيى: ليس بشيء.

- وقال أحمد: ترك الناس حديثه.

- وَقال البُخاري: سكتوا عنه.

- وقال مسلم وجماعة: متروك.

- **روایت نمبر ۳:**

سعید بن سعید الحارثي کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جنت میں سونے کے بانسوں کے جنگل ہیں، ان کے پھل موتی ہیں، جب اہل جنت کوئی حسین آواز سننا چاہیں گے تو اللہ جل شانہ ان جنگلات کی طرف سے ایک ہوا چلائیں گے، جس سے ان کے پاس ان کے من پسند ساز کی آوازیں آئیں گی... اور پھر ان کے لئے اس سے بھی عمدہ آواز ہو گی، جس کے مقابلے میں پچھلے تمام نغمے ہیچ ہوں گے... یہ اس وقت جب وہ اللہ تعالیٰ کا کلام، اس کا خطاب اور سلام سنیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنا کلام سنائیں گے، اسے سن کر انہیں ایسا محسوس ہو گا کہ گویا پہلے کبھی انہوں نے کلام اللہ سنا ہی نہ تھا.

ذكره ابن القيم في حادي الأرواح: حدثنا ابراهيم بن سعيد حدثنا ابراهيم بن سعيد حدثنا علي بن عاصم حدثني سعيد بن سعيد الحارثي قال: حدثت ان في الجنة اجاما من قصب من ذهب حملها اللؤلؤ، فاذا اشتهى أهل الجنة يسمعوا صوتا حسنا بعث الله على تلك الاجام ريحا فتاتيهم بكل صوت يشتهونه ولهم سماع أعلى من هذا يضمحل دونه كل سماع وذلك حين يسمعون كلام الرب جل جلاله وخطابه وسلامه عليهم ومحاضرته لهم ويقرأ عليهم كلامه، فاذا سمعوه منه فكأنهم لم يسمعوه قبل ذلك.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی سند بھی کافی کمزور ہے.

- **علی بن عاصم:**

اس راوی پر محدثین کا سخت کلام ہے.

❖ شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی روایات نہ لکھی جائیں.

❖ یزید بن ہارون فرماتے تھے کہ ہمارا تجربہ اس کے بارے میں جھوٹ کا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے.

❖ یزید بن ہارون سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اس کا حلقہ درس بڑا تھا لیکن یہ محدثین کے حلقوں میں نہیں بیٹھتا تھا، اس لئے اس کی روایات میں غلطیاں ہوتی تھیں، اور یہ لوگوں کو بہت حقیر سمجھتا تھا.

❖ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ علی بن عاصم کی روایات بیان مت کرو، البتہ یہ جھوٹا نہیں.

- علي بن عاصم بن صهيب الواسطي، التيمي مولاهم (ت201هـ) وقد جاوز التسعين. (د ت ق) ... يُعتبر به وليس بحجة.

- قال البَرْذَعيّ في (سؤالاته لأبي زرعة 397/2): حدثني أحمد بن الفُرات، أنا أبوداود، قال: سمعت شعبة يقول: لا تكتبوا عنه.
  - (وانظر العقيلي 246/3). وهذا إسناد صحيح.

- وقال جعفر بن محمد، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، يقول: كنا عند يزيد بن هارون؛ أنا وأخي أبوبكر، فقال: يا أباخالد! ابن عاصم؛ إيش حاله عندك؟ قال: حسبكم ما زلنا نعرفه بالكذب.
  - أخرجه العقيلي (246/3) وإسناده صحيح.

- ومن ذلك قول علي بن شعيب أبوالحسن السمسار (253هـ): حضرت يزيد بن هارون وهم يسألونه... يحيى بن معين، وأحمد بن حنبل، فقالوا له: فعلي بن عاصم؟ قال: سمعت منه. قالوا له: كان يُغْمَز بشيء؟ أو يُتكلم فيه إذ ذاك بشيء؟ فقال: معاذالله! كانت حلقته بحيال حلقة هُشَيْم، ولكنه كان لا يجالسهم، وكتب ولم يجالس فوقع في كتبه الخطأ، وكان يَسْتَصْغِرُ الناس ويزدريهم.
  - خرجها الخطيب في (تاريخ بغداد 499/11) بسند لا بأس به.

- قال أبوداود: سمعت أحمد بن حنبل يقول: أنا لا أحدث عن علي بن عاصم، كان فيه لجاج، ولم يكن متهما.

خلاصہ کلام

یہ بات قرآن کریم سے واضح ہوتی ہے کہ اہل جنت کو انکی چاہت کے مطابق جنت میں تمام نعمتیں عطا کی جائیں گی..

يشمله قوله تعالى: {وَفِيهَامَاتَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُون} [الزخرف:٧١]، وقوله تعالى: ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ﴾ [فصلت:٣١]

لہذا اگر اہل جنت قرآن مجید سننے کی چاہت کرینگے تو ان کی چاہت ضرور پوری کی جائے گی.

اسی طرح صاحب قرآن کا جنت میں قرآن پڑھنا بھی صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حافظ قرآن کو اس کے حفظ کے بقدر درجات دیئے جائیں گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يقال لصاحب القرآن إذا دخل الجنة اقرأ واصعد، فيقرأ ويصعد بكل آية درجة حتى يقرأ آخر شيء معه منه".

فارتقاء صاحب القرآن (أى الحافظ له) في درجات الجنة بعد أن يدخلها إنما يكون على حسب ما يقرأه من آيات القرآن الكريم.

لیکن جنت میں انبیائے کرام علیہم السلام کا قرآن کریم یا کوئی اور کتاب پڑھنا کسی بھی قابل استدلال روایت سے ثابت نہیں.

اللہ رب العزت کا قرآن کریم پڑھنا اور مخلوق کا سننا جن روایات سے ثابت ہو رہا ہے وہ روایات بھی اس قابل نہیں کہ ان کو دلیل بنایا جاسکے.

لہذا اس طرح کی کوئی بات آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا بلکل بھی درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر.... بمقام: تقتغول کرغیزستان

۵ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر82

غار ثور میں پیش آنے والے واقعات کی تحقیق (حصہ اول)

سوال: سنا ہے کہ ہجرت کے وقت جب آپ علیہ السلام اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور کی طرف گئے تو راستے میں ابو بکر صدیق آپ علیہ السلام کے آگے پیچھے چلتے تھے اور جب آپ علیہ السلام تھک گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام کو کندھے پر اٹھالیا اور جب غار میں گئے تو ابو بکر صدیق نے غار کے تمام سوراخ بند کئے، البتہ کپڑا ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک سوراخ بند نہ کرسکے اور اس میں اپنا انگوٹھا رکھ دیا، وہاں ایک سانپ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے سے حضور علیہ السلام کے دیدار کیلئے بیٹھا ہوا تھا، جب ابو بکر صدیق نے اپنا انگوٹھا رکھا تو اس سانپ کو دیدار کا موقعہ نہ مل رہا تھا تو اس سانپ نے ابو بکر صدیق کے انگوٹھے کو ڈس لیا جس کی وجہ سے ابو بکر صدیق کی آنکھوں سے آنسو نکل کر حضور علیہ السلام کے چہرے مبارک پر گرے کیونکہ آپ علیہ السلام ابو بکر صدیق کی گود میں آرام فرما رہے تھے. جب آپ علیہ السلام نے ابو بکر صدیق کو اس حال میں دیکھا تو دریافت فرمایا: کیا ہوا؟ تو ابو بکر صدیق نے صورتحال بتائی تو آپ علیہ السلام نے اپنا تھوک ابو بکر صدیق کے انگوٹھے پر لگایا جس سے ان کا انگوٹھا ٹھیک ہو گیا.

نیز غار پر مکڑی نے جالا بنایا اور کبوتر نے انڈے دیئے اور مشرکین میں سے ایک شخص نے غار میں پیشاب کیا...

کیا یہ پورا واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ غار ثور میں آپ علیہ السلام اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تین دن ٹھہرنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے، لیکن اس واقعے کی تفصیلات میں بہت سی چیزیں وضاحت کی محتاج ہیں، لہذا ان تمام امور کو نمبروار واضح کیا جاتا ہے:

١. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور علیہ السلام کے آگے پیچھے چلنا.

٢. غار میں چھ سو سال سے سانپ کا انتظار.

٣. سانپ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈسنا.

۴ . غار پر مکڑی کا جالا بننا.

۵ . کبوتر کا انڈے دینا.

٦ . مشرک کا غار کی طرف پیشاب کرنا.

۱ . ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار سے باہر اور غار کے اندر معاملہ کرنا:

ایسی روایات جن میں سانپ کا ڈسنا اور حضور علیہ السلام کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ران پر سونا اور ابو بکر صدیق کے آنسو سے جاگنا، یہ روایات مختلف کتابوں میں منقول ہیں، جیسے: فیض القدیر، کنز العمال، در منثور، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ، اور امام بیہقی نے دلائل نبوت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

☆ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راستے میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں چلتے تھے اور جب آپ علیہ السلام تھک گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور جب غار میں داخل ہوئے تو سارے سوراخوں کو بند کیا، البتہ ایک سوراخ باقی بچا تو اس میں اپنا انگوٹھا رکھ دیا اور سانپ آپ کے انگوٹھے کو ڈسنے لگے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ابو بکر! غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہیں.

فقصة لدغ الحية لأبي بكر رضي الله عنه في الغار ذكرها المناوي في"فيض القدير" دون ذكر سند، وأوردها علاءالدين في "كنزالعمال" أيضا، وكذا السيوطي في "الدرالمنثور"، وابن كثير في "البداية والنهاية" وقال: أخرج البيهقي في الدلائل عن عمر: أن أبابكر جعل يمشي بين يدي رسول الله تارة وخلفه أخرى وعن يمينه وعن شماله، وفيه أنه لما حفيت رجلا رسول الله حمله الصديق على كاهله، وأنه لما دخل الغار سد تلك الأجحرة كلها وبقي منها جحر واحد فألقمه كعبه فجعلت الأفاعي تنهشه ودموعه تسيل، فقال له رسول الله: لا تحزن إن الله معنا.

ان روایات کی اسنادی حیثیت:

۱ . علامہ ابن کثیر نے ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ مضمون کافی عجیب وغریب ہے، اس روایت کو ایک اور جگہ اَبو نعیم اصبہانی کے حوالے سے نقل کر کے فرمایا کہ اس کی سند میں دونوں طرف سے انقطاع پایا جارہا ہے.

قال ابن كثير: وفي هذا السياق غرابة ونكارة.

أخرجها أبونعيم الاصبهاني في حلية الأولياء (22/1) عن عبدالله بن محمد بن جعفر عن محمد بن العباس بن أيوب عن أحمد بن محمد بن حبيب المؤدب عن أبي معاوية عن هلال بن عبدالرحمن عن عطاء بن أبي ميمونة أبي معاذ عن أنس بن مالك قال: لما كان ليلة الغار، قال أبوبكر: يارسول الله! دعني فلأدخل قبلك..... الخ

فرفع النبي صلى الله عليه وسلم يده فقال: اللهم اجعل أبابكر معي في درجتي يوم القيامة. فأوحى الله تعالى إليه: إن الله قد استجاب لك.

وذكره ابن كثير في تاريخه (3:179) فقال: فيه انقطاع من طرفيه.

اس روایت میں یہ دعا بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ: یا اللہ! قیامت کے دن ابو بکر کا مقام میرے مقام کے ساتھ رکھنا.

۲ . **امام ذہبی نے اس واقعے کو "سیر اعلام النبلاء" میں ذکر کرنے بعد فرمایا** کہ یہ واقعہ سند کے لحاظ سے منکر ہے، اسی لئے امام بیہقی نے اس واقعہ کو ذکر کر کے کوئی حکم نہیں لگایا، اور اس سند کی مصیبت "یحی بن ابی طالب" ہے جو مجہول اور غیر ثقہ ہے.

فقصة تعرض أبي بكر للدغ حية له أثناء مرافقته رسول الله صلى الله عليه وسلم في غار ثور أثناء هجرته قصة مشهورة، ذكرها أهل السير والتراجم: وممن ذكرها الخطيب في مشكاة المصابيح في باب مناقب أبي بكر رضي الله عنه، وذكرها الحافظ الذهبي في سير أعلام النبلاء، وقال بعد ذكر الرواية: وهو منكر سكت عنه البيهقي وساقه من حديث يحيى بن أبي طالب (وذكر السند) ثم قال: وآفته من هذا الراسبي فإنه ليس بثقة مع كونه مجهولاً ذكره الخطيب في تاريخه فغمزه.

۳ . ابو نعیم اصبہانی والی روایت:

اس روایت میں

عبد اللہ بن محمد بن جعفر نامی ایک راوی ہے:

وإسناد أبي نعيم المذكور لا يعول عليه لمكان *عبدالله بن محمد بن جعفر.

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

۱ . ابن یونس فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں ان کی دماغی کیفیت ٹھیک نہیں رہی اور بہت سی روایات وضع کیں.

قال ابن يونس: خلط في الآخر، ووضع أحاديث على متون معروفة، وزاد في نسخ مشهورة فافتضح وحرقت الكتب في وجهه.

۲ . امام حاکم نے دارقطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اس نے سنن شافعی کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں دوسو ایسی روایات ذکر کیں جو امام شافعی نے بیان نہیں کی تھیں.

وقال الحاكم عن الدارقطني: كذاب، ألف كتاب سنن الشافعي وفيها نحو مائتي حديث لم يحدث بها الشافعي.

۳ . دارقطنی کہتے ہیں کہ عمرو بن حارث کے نسخے میں اس نے سو(۱۰۰) احادیث کا اپنی طرف سے اضافہ کیا.

وقال الدارقطني: وضع في نسخة عمرو بن الحارث أكثر من مائة حديث.

۴ . علی بن رزیق نے بھی اس پر الزام لگایا کہ یہ روایات گھڑتا تھا.

وقال علي بن رزيق: كان إذا حدث يقول: لأبي جعفر ابن البرقي في حديث بعد حديث: كتبت هذا عن أحد. فكان يقول: نعم عن فلان وفلان، فاتهمه الناس بأنه يفتعل الأحاديث، ويدعيها ابن البرقي كعادته في الكذب. قال: وكان يصحف أسماء الشيوخ.

۵ . عبداللہ بن محمد بن جعفر کا انتقال 315 میں ہوا اور ابو نعیم کی پیدائش 336 میں ہوئی، لہٰذا ان دونوں کی ملاقات ممکن نہیں. لہٰذا اس روایت کا انقطاع واضح ہے.

ان عبدالله بن محمد توفي سنة 315 (كما في لسان الميزان) فلا تتم رواية أبي نعيم عنه وهو من مواليد 336.

محمد بن العباس بن ایوب بن اخزم:

اس راوی کو بھی انتقال سے پہلے اختلاط ہو گیا تھا، لہٰذا اس کی روایات جب تک واضح نہ ہوں اس پر اعتبار کرنا ممکن نہیں.

محمد بن العباس بن أيوب الحافظ الشهير بابن الاخزم، قال أبونعيم نفسه: اختلط قبل موته بسنة (كما في لسان الميزان 216/5) ولما لم يعلم تاريخ صدور الرواية منه أهو قبل الاختلاط أم بعده؟

(إن لم تعد الرواية من بينات الاختلاط) سقطت عن الاعتبار كما هو الشأن في رواية كل من اختلط.

ابو معاویہ محمد بن خازم:

یہ راوی مرجئہ کے بڑوں میں سے ہے۔

أبومعاوية محمد بن خازم، مرجئ مدلس رئيس المرجئة بالكوفة. (كما في تهذيب التهذيب: 139/9.)

ہلال بن عبد الرحمن:

اس کے بارے میں

- امام عقیلی نے فرمایا کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں، نہ ان روایات کی کوئی اصل ہوتی ہے اور نہ کوئی متابعت۔
- امام ذہبی نے فرمایا کہ اس کی روایات پر ضعف اتنا غالب ہوتا ہے کہ اس کی روایات کا ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

هلال بن عبدالرحمن:

- قال العقيلي: منكر الحديث، وقال بعد ما ذكر له أحاديث: كل هذه مناكير لا أصول لها ولا يتابع عليها.
- وقال الذهبي: الضعف على أحاديثه لائح فليترك. (لسان الميزان: 202/6.)

عطاء بن ابی میمون:

یہ راوی قدری ہے، اس کی روایات قابل اعتبار نہیں۔

عطاء بن أبي ميمون: ثقة صالح قدري لا يحتج بحديثه.(راجع"تهذيب التهذيب"7: 215)

اس واقعے کی کمزوری کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ امام سیوطی نے "خصائص کبری" نامی کتاب میں بہت سی کمزور روایات ذکر کرنے کے باوجود اس روایت کو ذکر کرنے سے گریز کیا۔

ولما لم يصح شئ من أسانيد الرواية ومتونها لم يوعز إليها السيوطي في الخصائص الكبرى في باب ما وقع في الهجرة النبوية من الآيات والمعجزات، وقد ذكر فيه أحاديث ضعيفة مع النص على ضعفها.

سیرت کی مشہور اور معتبر کتب میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور علیہ السلام سے پہلے غار میں داخل ہونا ثابت ہے، لیکن اس سے زائد تمام باتیں کسی بھی معتبر کتاب میں موجود نہیں.

❖ وهكذا لم يذكرها أحد ممن ألف في أعلام النبوة ومعاجز النبي الأعظم.

❖ إن الأصول القديمة في القرون الأولى لا يوجد فيها إلا أن أبابكر دخل الغار قبل النبي صلى الله عليه وآله وسلم لينظر أفيه سبع أو حية...(كما في سيرة ابن هشام)

امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی جب اس واقعے کو ذکر کیا تو اسی قدر حصے پر اکتفاء فرمایا، اس لئے کہ اس میں صرف اتنی مقدار ہی سند کے لحاظ سے درست ہے، باقی حصے کی سند کا حال معلوم ہو چکا.

❖ ولم يصح عند الحاكم من القصة إلا هذا المقدار كما سمعت، ولو صح شيء زائد على هذا لما فاتته.

☆ اس روایت میں یہ تمام اضافے چوتھی صدی میں کئے گئے.

❖ وزيدت في القرن الرابع قصة الثوب وبقاء جحر واتكاء أبي بكر عليه بعقبه ودعاء النبي صلى الله عليه وآله وسلم له لاتقائه عنه صلى الله عليه وآله وسلم بثوبه عن لدغ الحشرات المزعومة.

اس روایت میں محب طبری نے کپڑے پھاڑنے اور حضور علیہ السلام کی دعا کا اضافہ کیا ہے.

یہ محب طبری موضوع روایات جمع کرنے کا ماہر سمجھا جاتا ہے.

❖ وجددت النغمات في قرن المحب الطبري المتخصص الفنان في رواية الموضوعات وجمع شتاتها، فجاء في روايته ما سمعت غير أن ألفاظه مع وجازته مضطربة جدا لا يلتئم شيء منها مع الآخر.

پھر حلبی نے اپنی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سونے کو ذکر کیا.

❖ ثم جاء الحلبي فذكر نوم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورأسه في حجر أبي بكر، وسقى وجه رسوله الكريم بدموع أبي بكر المتساقطة من الألم.

یہ تمام اضافے کسی بھی ایسی سند سے ثابت نہیں جس پر اعتماد اور اعتبار کیا جاسکے، البتہ جن اسانید سے ثابت ہیں ان کا حال معلوم ہوچکا.

☆ روایات کی تحقیق کرنے والے ایک مستند ادارے سے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب بھی یہی تھا کہ ہمیں اس واقعے کی کوئی معتبر سند نہیں مل سکی.

❖ ولم نقف (فيما اطلعنا عليه) على من ذكر تلك القصة بسند صحيح أو مقبول.
وقد ثبت في فضل أبي بكر رضي الله عنه وحسن صحبته للرسول صلى الله عليه وسلم في الغار وغيره بالأسانيد الصحيحة ما فيه غنية عن ذلك.

خلاصہ کلام

اس پوری بحث سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ غار کے اندر سانپ کا وجود اور سانپ کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈسنا کسی بھی مستند روایت سے ثابت نہیں، لہذا اس کو روایات کی طرف منسوب کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر.... بمقام: تقتغول کرغیزستان

۷ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 83

شب جمعہ کے بعض اعمال کی فضیلت

سوال: محترم مفتی صاحب! درج ذیل پوسٹ میں نقل شدہ احادیث کی تحقیق درکار ہے، برائے مہربانی وضاحت فرمادیں.

نوٹ: پوسٹ میں لکھے ہوئے فائدے طوالت کی وجہ سے حذف کئے گئے ہیں.

وعظ ونصیحت قسط 51 اعمالِ شب جمعہ

۱. سورۃ الکہف کی تلاوت:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ. (سنن دارمی، باب فی فضل سورة الكهف، حديث نمبر:3470)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص شب جمعہ میں سورۃ الکہف کی تلاوت کرے گا تو اس شخص کے لئے اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نور روشن ہوگا۔

۲. سورۃ یٰسٓ کی تلاوت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يٰسٓ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ. (الترغيب والترهيب للاصبهانی، حديث نمبر:948)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کی مغفرت کردی جاتی ہے جو شب جمعہ میں سورۃ یٰسٓ کی تلاوت کرے۔

۳. سورۃ الدخان کی تلاوت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ حم الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی فضل حمٓ دخان، حديث نمبر:2814)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کی مغفرت کردی جاتی ہے جو شب جمعہ میں سورۃ حمٓ دخان کی تلاوت کرے.

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ حم الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ أَوْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (مجمع الزوائد، باب ما يقرا ليلة الجمعة ويوم الجمعة، حديث نمبر:3017)

ترجمہ: حضرت أبو أمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۃ دخان کو شب جمعہ میں یاجمعۃ المبارک والے دن تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔

۴. درود پاک کی کثرت:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔ (سنن الكبرىٰ للبيهقى، باب ما يؤمر فى ليلة الجمعة، حديث نمبر:620)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جمعہ والے دن اور شب جمعہ میں کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا. (فضائل الاوقات للبيهقى، باب فضل ليلةالجمعة، حديث نمبر:276)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ والے دن اور شب جمعہ میں مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سو(۱۰۰) ضروریات پوری فرمائینگے جن میں سے ستر(۷۰) آخرت میں جبکہ تیس(۳۰) دنیامیں پوری فرمائی جائینگی.

۵. قبولیت دعاکاوقت:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَمْسُ لَيَالٍ لَا يُرَدُّ فِيهِنَّ الدُّعَاءُ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، وَأَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَيْلَتَا الْعِيدِ۔ (فضائل الاوقات للبيهقى، باب فى فضل العيد، حديث نمبر:149)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں مانگی جانے والی دعاؤں کو رد نہیں کیا جاتا۔ شبِ جمعہ، رجب کی پہلی رات، شبِ برات (پندرہویں شعبان کی رات) اور عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا... فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الْحَسَنِ! إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَقُومَ فِي ثُلُثِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنَّهَا سَاعَةٌ مَشْهُودَةٌ،وَالدُّعَاءُ فِيهَا مُسْتَجَابٌ. (مستدرك على الصحيحين، حديث نمبر:1190)

ترجمہ :حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طویل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:اے علی!جب شب جمعہ ہو تورات کے آخری تہائی حصے میں ہمت کر کے اٹھ جاؤ کیونکہ یہ مقبول گھڑی ہے اور اس میں دعا قبول کی جاتی ہے۔

۶ . عذاب قبر سے حفاظت:

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔ (جامع الترمذى، باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة، حديث نمبر:994)

ترجمہ :حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان جمعۃ المبارک کے دن یا شبِ جمعہ کو فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے (عذاب) سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

خانقاہ حنفیہ (مرکز اھل السنۃ والجماعۃ) ... سرگودھا

جمعرات 4 جنوری 2018

الجواب باسمہ تعالیٰ

۱ . پہلی روایت: (سورۃ کہف کی تلاوت)

یہ روایت صحیح سند سے ثابت ہے.

۲ . دوسری روایت: (سورۃ یس کی شب جمعہ میں تلاوت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قرأ سورة يس في ليلة الجمعة غفر له".

٣. تیسری روایت: (سورۃ دخان کی تلاوت)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قرأَ حم الدخان فی ليلة الجمعةِ غفر له."

- ضعيف جدا.

- أخرجه ابن السني في "عمل اليوم والليلة"

- والبيهقي في "الشعب" (2476، 2477)

- والترمذي (2889)

یہ دونوں روایات فضائل کی مشہور کتب میں منقول ہیں، مثلا: ترمذی، بیہقی، ابن سنی وغیرہ.

لیکن ان دونوں روایات کی سند میں تین راوی متکلم فیہ ہیں.

١. هشام ابو المقدام.

٢. سلام بن سلیم.

٣. ہارون بن کثیر.

١. ابو المقدام ہشام بن زیاد:

اس راوی کے بارے میں محدثین کی رائے کافی شدید ہے.

❖ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے، لہذا اس کی روایت حجت نہیں.

أبوالمقدام هشام بن زياد: اتفقت كلمة المحدثين على تضعيفه، حتى قال ابن حبان: "يروى الموضوعات عن الثقات، لا يجوز الاحتجاج به. (انظر: "تهذيب التهذيب" (11/39).

❖ ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی موضوعات میں اسی ہشام کی بنیاد پر ذکر کیا.

لذلك ضعفه ابن الجوزي في "الموضوعات" (1/247).

۲. اس روایت کی سند میں سلام بن سلیم جو سلام طویل کے نام سے مشہور ہے یہ راوی بھی متہم بالکذب ہے.

روى الواحدي في "تفسيره" (46/4): حديثا عن أبي بن كعب بنحو الحديث السابق، إلا أن في سنده سلام بن سليم متهم بالكذب.

۳. اس روایت کی سند میں ہارون بن کثیر مجہول راوی ہے.

ورواه أيضا عن أبي بن كعب أحمد بن منيع في مسنده (كما في "إتحاف الخيرة المهرة" للبوصيري (89/6) ثم قال: هذا إسناد ضعيف لجهالة هارون بن كثير.

ان تین راویوں کی بنیاد پر یہ دونوں روایات انتہائی ضعیف نا قابل بیان ہو گئی ہیں.

۴. چوتھی روایت: (درود پاک کی کثرت)

جمعے کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنا صحیح روایات سے ثابت ہے.

جو شخص جمعہ کے دن یا جمعے کی رات کو درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائیں گے، ستر آخرت میں اور تیس دنیا میں.

یہ روایت دو صحابہ کرام سے منقول ہے: انس بن مالک اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، اور دونوں طرق کی سند قابل اعتبار نہیں.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت:

اس روایت کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں.

- **عثمان بن دینار اور اس کی بیٹی حکامہ:**

عثمان کے بارے میں محدثین کی رائے مختلف ہے، بعض محدثین نے ان کو شدید ضعیف جبکہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے، جبکہ اس کی بیٹی حکامہ کے بارے میں ابن حجر نے امام عقیلی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اپنے باپ سے باطل روایات نقل کرتی ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی.

١- عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن أقربكم مني يوم القيامة في كل موطن أكثركم عليَّ صلاة في الدنيا، من صلى عليَّ في يوم الجمعة وليلة الجمعة مائة مرة قضى الله له مائة حاجة، سبعين من حوائج الآخرة، وثلاثين من حوائج الدنيا، ثم يوكل الله بذلك ملكا يدخله في قبري كما يدخل عليكم الهدايا، يخبرني من صلى علي باسمه ونسبه إلى عشيرته، فأثبته عندي في صحيفة بيضاء."

- [رواه ابن منده في "الفوائد" (ص:82)،

- والبيهقي في "شعب الإيمان" (111/3)، و"حياة الأنبياء" (29)،

- ومن طريق البيقهي: ابن عساكر في "تاريخ دمشق" (301/54)،

- وعزاه السيوطي في "الحاوي" (140/2) للأصبهاني في "الترغيب.]"

- جاء في "لسان الميزان" (140/4): عثمان بن دينار، أخومالك بن دينار البصري، والد حكامة: لا شيء، والخبر كذب بين.

وعنه بنته حكامة، وهي لا شيء. قلت (أي الحافظ ابن حجر): ولفظ العقيلي، روت عنه ابنته أحاديث بواطيل ليس لها أصل.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی سند:

قال ابن مندة الحافظ: حدثنا عبدالصمد العاصمي، أخبرنا إبراهيم بن أحمد المستملي، حدثنا محمد بن درستويه، حدثنا سهل بن متويه، حدثنا محمد بن عبيد، حدثنا عباس بن بكار، حدثنا أبوبكر الهذلي، حدثنا محمد بن المنكدر، عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مَن صلَّى علَيَّ في كل يوم مائة مرة الخ

اس سند میں ابو بکر الھذلی انتہائی کمزور راوی ہے۔

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

أبوبكر الهذلي البصري:

- قال النسائي: متروك الحديث .
- وقال علي بن المديني: ضعيف ليس بشيء.
- قال يحيى: أبوبكر الهذلى ليس بشئ.

- ❖ قال يحيى بن معين: وسئل عن ابى بكر الهذلى فقال: كان غندر يقول: كان أمامنا؛ وكان يكذب، ليس بشئ.
- ❖ حدثنا مزاحم بن زفر قال: قلت لشعبة: ما تقول فى أبى بكر الهذلى؟ فقال: دعنى لا أقئ.
- ❖ واتفقت كلمة أهل العلم على تضعيفه.

[انظر: "تهذيب التهذيب" (46/12) وتاريخ بغداد ت بشار]

حضرت جابر رضي اللہ عنہ کی روایت کی ایک اور سند:

عن جابر بن عبدالله رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى عليَّ مائة صلاة حين يصلي الصبح قبل أن يتكلم قضى الله له مائة حاجة، عجل له منها ثلاثين حاجة، وأخر له سبعين ."

اس سند میں ابراہیم بن الاشعث خادم فضیل بن عیاض ہیں، جن پر علمائے کرام کے شدید اقوال موجود ہیں.

- ❖ إبراهيم بن الأشعث: منكر الحديث. (لسان الميزان:32/1)
- ❖ إبراهيم بن الأشعث، خادم الفضيل: تكلم فيه أبوحاتم بكلام شديد.

لہذا یہ روایت اپنے دونوں طرق سے انتہائی ضعیف ہے.

۵ . پانچویں روایت: (قبولیت دعا کی پانچ راتیں)

یہ روایت صحابہ کرام کی نسبت سے ثابت ہے جیسا کہ پوسٹ میں اس کی نسبت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف کی گئی ہے، البتہ بعض لوگ اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں جو درست نہیں.

خمسُ ليالٍ لا تُرَدُّ فيهنَّ الدعوةُ: أولُ ليلةٍ من رجبٍ وليلةُ النِّصفِ من شعبانَ وليلةُ الجمعةِ وليلةُ الفطرِ وليلةُ النَّحرِ.

- الراوي: أبوأمامة الباهلي.
- المحدث: ابن عساكر.
- المصدر: تاريخ دمشق.
- الجزء أو الصفحة: 408/10.

- حكم المحدث: [فيه] بندار بن عمر الروياني.
- قال النخشبي: كذاب.

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی کہ پانچ راتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں....

وقال الإمام الشافعي رحمه الله: بلغنا أنه كان يقال: إن الدعاء يُستجاب في خمس ليال: في ليلة الجمعة، وليلة الأضحى، وليلة الفطر، وأول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان..... وأنا أستحب كل ما حكيت في هذه الليالي من غير أن يكون فرضاً. ("الأم":264/1 .)

شب جمعہ میں رات کو اٹھنے کی فضیلت:

یہ روایت اگرچہ مستدرک حاکم میں منقول ہے لیکن اس روایت پر امام ذہبی، ابن جوزی اور ابن کثیر نے وضع کا حکم لگایا ہے.

أجل يارسولَ اللهِ. قالَ: إذا بتَّ ليلةَ الجمعةِ، فإنِ استَطعتَ أن تقومَ في ثُلُثِ اللَّيلِ الآخرِ، فإنَّها ساعةٌ مشهودةٌ والدُّعاءُ فيها مستجابٌ.

- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: الذهبي.
- المصدر: سير أعلام النبلاء.
- الصفحة أو الرقم: 217/9.
- خلاصة حكم المحدث: موضوع.

- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: ابن الجوزي.
- المصدر: موضوعات ابن الجوزي.
- الصفحة أو الرقم: 460/2.
- خلاصة حكم المحدث: لا أتهم به إلا النقاش شيخ الدارقطني.
- قال طلحة بن محمد بن جعفر: كان النقاش يكذب.
- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: ابن كثير.

- المصدر: فضائل القرآن.
- الصفحة أو الرقم: 290.
- خلاصة حكم المحدث: بين غرابته بل نكارته.

٦. چھٹی روایت: (عذاب قبر سے حفاظت)

أما حديث عبدالله بن عمرو: فأخرجه الإمام أحمد في (المسند 169/2)، والترمذي في (الجامع: 1074) والطحاوي في (شرح مشكل الآثار ص:277)، وابن منده في (تعزية المسلم ص:108) من طريق هشام بن سعد، عن سعيد ابن أبي هلال، عن ربيعة بن سيف، عن عبدالله بن عمرو؛ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلةالجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر."

یہ روایت اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن یہ ضعف اس قدر شدید نہیں کہ اس روایت کو ناقابل بیان قرار دیا جائے کیونکہ اس روایت پر وضع کا حکم نہیں لگایا گیا ہے.

خلاصہ کلام

محدثین کرام کے ہاں یہ بات متفق علیہ ہے کہ فضائل میں ضعیف روایت پر عمل کرنا درست ہے بشرطیکہ وہ روایات شدید ضعیف نہ ہوں، لیکن اگر شدید ضعف ہے تو پھر اس روایت کو بیان کرنا اور پھیلانا درست نہیں.

لہذا اس پوسٹ میں ذکر کردہ کچھ روایات ہماری تحقیق کے مطابق شدید ضعیف ہیں جن کا بیان کرنا اور پھیلانا درست معلوم نہیں ہوتا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

بمقام: دوران سفر.... کرغیزستان

۱۵ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر84

استاد کی مار

سوال: مندرجہ ذیل دوروایات کی تحقیق مطلوب ہے:

۱. جسم کے جس حصے پر استاد کی قچی لگتی ہے اس حصے پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے.

۲. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرداس سے فرمایا کہ تم بچوں کو تین سے زیادہ نہ مارنا، اگر تم نے تین سے زیادہ مارا تو اللہ تعالٰی تم سے آخرت میں قصاص لیں گے؟

کیا یہ دونوں روایات درست ہیں؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور دونوں روایات درست نہیں.

۱. پہلی روایت تو باوجود تلاش کے کسی بھی صحیح، ضعیف یا موضوع روایات کی کتابوں میں نہیں مل سکی.

۲. دوسری روایت اگرچہ بعض فقہ کی کتابوں میں موجود ہے لیکن اس کی کوئی سند کسی بھی جگہ منقول نہیں، بلکہ جہاں بھی یہ روایت مذکور ہے (جس میں تین مرتبہ سے زائد مارنے کو منع کیا گیا ہے) وہ بغیر سند کے ہی نقل کی گئی ہے.

حدیث:

"إياك أن تضرب فوق ثلاثة..." أورده ابن عابدين في رد المحتار (235/1، ط بولاق) نقلا عن أحكام الصغار للإستروشني ولم يعزه إلي أي مصدر حديثي.

اس روایت کے قریب کی روایات:

اس روایت کے قریب کے مضمون کی روایت مرداس المعلم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ چھنی ہوئی روٹی نہ کھائیں اور کتاب اللہ کے معاملے میں شروط سے اجتناب کریں.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی سند مجھے نہ مل سکی.

مرداس المعلم:

ذكره أَبُوزَيْدٍ الدُّوْسي في كتاب "الأسرار" بغير سنَد؛ فقال: مَرَّ النبيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بمرْداس المعلم؛ فقال: "إِيَّاك وَالخُبْزَ المَرَقّقَ، والشّرْطَ عَلَى كِتَابِ الله تَعَالَى."

قال ابن حجر العسقلاني: ولم أقف لهذا الحديث على إسنادٍ إلى الآن.

اس مضمون کی ایک روایت اللآلی المصنوعة في الاحاديث الموضوعة میں منقول ہے.

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا گذر حضرت مرداس رضی اللہ عنہ پر ہوا تو فرمایا کہ بچوں کو لکڑی سے مارنے سے اجتناب کریں. (اللآلی المصنوعة، رقم الحديث:438)

حدیث مرفوع:

روى نهشل، عَن الضحاك، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِرْدَاسٍ الْمُعَلِّمِ، فَقَالَ: "إِيَّاكَ وَحَطَبَ الصِّبْيَانِ، وَخُبْزَ الرِّقَاقِ، وَإِيَّاكَ وَالشَّرْطَ عَلَى كتاب الله."

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی سند میں نهشل بن سعيد بن وردان القرشي نامی ایک راوی ہے جو کذاب ہے، لہذا یہ روایت موضوع ہے.

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

- قال أَبُوداود الطيالسي وإسحاق بن راهويه: كذاب.
- وقال عباس الدوري، عَنْ يحيى، وأَبُوداود: ليس بشيء.
- وقال أَبُوحاتم: ليس بقوي، متروك الحديث، ضعيف الحديث.
- وقال النسائي: متروك الحديث.
- وقال فِي موضع آخر: ليس بثقة، ولا يكتب حديثه.
- وقال ابن حبان: يروي عَنِ الثقات ما ليس من أحاديثهم، لا يحل كتب حديثه إلا عَلَى التعجب. (تهذيب الكمال للمزي)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کا انکار کیا ہے کہ اس کی کوئی سند نہیں. (الإصابة:9/168)

قلت: قَالَ الحافظ ابن حجر فِي الإصابة: مرداس المعلم ذكره أَبُوزيد الدبوسي فِي كتاب الأسرار بغير سند، فقال: مر النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمرداس المعلم، فقال: "إياك والخبز المرقق، والشرط عَلَى كتاب الله". وهذا لَمْ أقف لَهُ عَلَى إسناد إلى الآن.

جوزقانی نے اس روایت کو اپنے موضوعات میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند مجھول منکر ہے.

وقد أَخْرَجَهُ الجوزقاني فِي موضوعاته، قَال: أَنْبَأنَا عيسى بْن نهشل الْقُرَشِيّ، عَن الضحاك، عَن ابن عَبَّاس، بِهِ. وقال: هذا حديث باطل، وإسناده مجهول منكر...والله أعلم.

بچوں کو مارنے کے متعلق روایات واقوال:

بچوں کو نہ مارنے کے متعلق وارد روایات کی سند یا تو ثابت نہیں یا پھر سند کے لحاظ سے وہ اس قابل نہیں کہ وہ دلیل بن سکیں. اسکے برعکس جن روایات میں مارنے کی ترغیب آئی ہے وہ روایات صحیح سند سے وارد بھی ہیں اور سلف صالحین کے اقوال بھی اس کے مطابق ہیں.

۱. ابوداؤد شریف کی روایت:

بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو.

كما روى أبوداود: "مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر."

۲. مصنف عبدالرزاق کی روایت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یتیم کی تربیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں تو اس وقت تک مارتی رہونگی جب تک کہ وہ سمجھدار ہو جائے.

وذكر عبدالرزاق في المصنف أن عائشة سئلت عن أدب اليتيم؟ فقالت: إني لأضرب أحدهم حتى ينبسط.

۳. امام احمد رحمہ اللہ کی روایت:

- امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بچے کو کس بات پر مارا جاسکتا ہے؟ تو فرمایا کہ ادب پر مارا جاسکتا ہے.
- اور فرمایا کہ یتیم کو ادب پر مارا جاسکتا ہے.

- اور فرمایا چھوٹے بچے کو ہلکی مار ماری جاسکتی ہے۔

- اور یہ بھی پوچھا گیا کہ استاد اپنے شاگردوں کو کتنا مار سکتا ہے؟ تو فرمایا کہ غلطی کے بقدر مارا جاسکتا ہے، البتہ کوشش کریں کہ مار سے بچا جائے اور اگر اتنا چھوٹا بچہ ہے جو کہ نا سمجھ ہے تو اسکو نہ مارا جائے۔

وسئل الإمام أحمد عما يجوز فيه ضرب الولد؟ قال: يضرب على الأدب.

-وقال أيضاً: اليتيم يؤدب، والصغير يضرب ضرباً خفيفاً.

-وسئل عن ضرب المعلم الصبيان؟ فقال: على قدر ذنوبهم، ويتوقى بجهده الضرب، وإن كان صغيراً لا يعقل فلا يضربه.

ابن جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب بچے کو تربیت کیلئے مار کی ضرورت ہو تو مارا جائے لیکن ایسی مار جس سے نشان نہ پڑے۔

وذكر ابن الجوزي أن الولد إذا احتيج إلى الضرب ضرب ضرباً غير مبرح.

خلاصہ کلام

ان تمام روایات اور اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تربیت چاہے والدین کریں یا استاد، ان کیلئے بچے کو مارنا جائز ضرور ہے لیکن اس مار میں اعتدال ہونا چاہیئے۔ لکڑی، چمڑے کے بیلٹ یا ہنٹر وغیرہ سے اجتناب کیا جائے اور جس قدر ممکن ہو پیار محبت سے سمجھایا جائے، لیکن اگر اصلاح یا تنبیہ کیلئے مجبوراً مارنے کی ضرورت ہو تو اعتدال کا راستہ اختیار کیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۶ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 85

ہرنی کی درخواست

سوال: ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک سفر میں آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے ایک ہرنی پکڑی، جب آپ علیہ السلام کا گذر اس ہرنی پر ہوا تو اس نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! میرے بچے بھوکے ہیں، آپ علیہ السلام مجھے اجازت دیں تو میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاونگی. آپ علیہ السلام نے اس کو چھوڑ دیا، وہ گئی اور کچھ دیر کے بعد واپس آگئی. آپ علیہ السلام نے اس شخص سے اس ہرنی کی قیمت معلوم کی تو اس دیہاتی نے وہ ہرنی آپ علیہ السلام کو ہدیہ دے دی اور آپ علیہ السلام نے اس کو آزاد کردیا. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ ہرنی دوڑتی جارہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھتی جارہی تھی. اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمه تعالی

سوال میں مذکور واقعہ سیرت کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، لیکن اس واقعے کی کوئی صحیح یا ضعیف قابل اعتماد سند نہیں جس کی بنیاد پر اس واقعے کو ثابت مانا جاسکے، بلکہ تمام محدثین نے اس واقعے پر بہت سخت کلام کیا ہے.

اس واقعے کی اسنادی حیثیت:

ا. علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اگرچہ مشہور ہے لیکن صحاح ستہ میں موجود نہیں.

ابن كثير عن حديث تسليم الغزالة: هو حديث مشهور عند الناس، وليس هو في شيء من الكتب الستة.

❖ اس واقعہ کو "ابونعیم الاصبہانی" نے نقل کیا ہے لیکن وہ انتہائی کمزور ہے.

وقد رواه الحافظ أبونعيم الأصبهاني من حديث عمرو بن علي الفلاس ثنا يعلى بن إبراهيم الغزال ثنا الهيثم بن جماز عن أبي كثير عن زيد بن أرقم قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في بعض سكك المدينة، فَمَرَرْنا بِخِباء أعرابي فإذا ظبية مَشدودة إلى الخباء، فقالت: يارسول الله! إن هذا الأعرابي صادني ولي خشفان في البرية، وقد تَعَقّد هذا اللبن في اخلافي، فلا هو يذبحني فاستريح، ولا يدعني فأرجع الى خِشفيّ في

البرية. فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن تركتك ترجعين؟ قالت: نعم، وإلا عَذّبني الله عَذَاب العَشّار. فأطلقها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلم تلبث أن جاءت تَلَمّظ فَشَدّها رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الخباء، وأقبل الأعرابي ومعه قِربه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتبيعها مني؟ فقال: هي لك يارسول الله. قال: فأطلقها رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قال زيد بن أرقم: وأنا والله رأيتها تسيح في البر، وهي تقول: لا إله إلا الله محمد رسول الله.

روایت کی سند پر کلام:

● **پہلی سند کی حیثیت:**

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا متن کافی عجیب وغریب ہے اور اس کی سند ضعیف ہے.

۱. یعلی بن إبراھیم الغزال مجہول ہے.

۲. الہیثم بن جماز کے بارے میں یحیی بن معین کہتے ہیں لیس بشئ.

❖ امام أحمد بن حنبل اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ ہیثم متروک الحدیث ہے.

○ هذا الحديث في مَتْنه نَكَارة.

- وسَنَده ضعيف، فإن شيخ الفلاّس يَعْلى بن إبراهيم الغزال لا يُعْرَف.

- وشيخه الهيثم بن جماز:

◇ قال يحيي بن معين: ليس بشيء.

◇ وقال مَرّة: ضعيف.

◇ وقال أحمد بن حنبل والنسائي: متروك الحديث.

۲. اس روایت کی دوسری سند ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے.

أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير" (331/23، ح:763):

عن أم سلمة قالت: كان رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلَّم في الصحراء، فإذا منادٍ يناديه: يارسولَ الله! فالتفت، فلم يَرَ أحدًا، ثم التفتَ فإذا ظبية موثقة، فقالت: ادنُ مني يارسولَ الله!......الخ

● **اس سند کی حیثیت:**

اس روایت کی سند میں اغلب بن تمیم ہے جس کو امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے.

في إسناده أغلب بن تميم:

قال عنه الذهبي في "المُغني في الضعفاء" (93/1) ترجمة (778):

قال البخاري: مُنكَر الحديث.

وقال الذهبي رحمه الله في (ميزان الاعتدال: 6/1) ترجمة(3): ونقَل ابن القطان أنَّ البخاري قال: كلُّ مَن قُلتُ فيه: مُنكر الحديث: فلا تحلُّ الرواية عنه.

۳. اس روایت کی تیسری سند انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے.

۳- حديث أنس بن مالك رضي الله عنه:

أخرَجه الطبراني في (المعُجم الأوسط) (21/6) ح (5547): عن أنس بن مالك قال: مرَّ رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم.....الخ

● **اس سند کی حیثیت:**

(ا) اس سند میں ایک راوی صالح بن بشیر المری ہے جس کو امام ابوداؤد اور نسائی نے متروک قرار دیا ہے.

قُلت: وصالح هو ابن بشير المري، تركه النسائي وأبوداود، وهو مُتَّفق على ضعْفه.

(اا) دوسرا راوی عبدالکریم بن ہلال ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس راوی کو مجہول قرار دیا ہے.

وعبدالكريم بن هلال، قال عنه الذهبي رحمه الله في "المغني في الضعفاء" (402/2) ترجمة (3786): لا يُدرَى مَن هو. (قاله الأزدي).

۴. اس روایت کی چوتھی سند ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے.

أخرجه البيهقي في "دلائل النبوة" (34/6):

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: مرَّ رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلَّم بظبية مربوطة إلى خباء.....الخ

● **اس سند کی حیثیت:**

اس سند میں عطیہ العوفي مشہور شیعہ راوی ہے، اسکی روایات اگرچہ ترمذی شریف میں بھی ہیں لیکن محدثین کا اس راوی کے ضعف پر اتفاق ہے.

قُلت: فيه *عطية*، وهو ابن سعد العوفي.

قال الحافظ الذهبي رحمه الله في "ميزان الاعتدال" (436/2) ترجمة (4139): *مُجمَع على ضعْفه.*

محدثین کرام کا اس واقعے پر تبصرہ:

۱. ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہرنی والا واقعہ اگرچہ مشہور ہوا ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں.

قال العلامة ملا علي القاري: حديث تسليم الغزالة اشتهر على الألسنة وفي المدائح النبوية.

قال ابن كثير: ليس له أصل ومن نسبه إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقد كذب. (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص:80).

۲. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعے کی کوئی سند قوی یا ضعیف نہیں ہے (یعنی تمام اسناد ضعیف کے درجے سے بھی کم ہیں).

وقال الحافظ ابن حجر: وأما تسليم الغزالة فلم نجد له إسناداً؛ لا من وجه قوي ولا من وجه ضعيف... والله أعلم. (فتح الباري 404/7).

۳. ایک اور مقام پر اس واقعے پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بارے کوئی مستند بات موجود نہیں اور جتنے سند ہیں سب ہی بہت کمزور ہیں اور ایسا ہی واقعہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں بھی مشہور ہے.

وقد تكلم الحافظ ابن حجر بالتفصيل على هذه القصة وذكر عدة روايات لها في كتابه "تخريج أحاديث مختصر ابن الحاجب" فقال: وأما تسليم الغزالة فمشتهر على الألسنة وفي المدائح النبوية ولم أقف لخصوص السلام على سند، وإنما ورد الكلام في الجملة. وبالسند الماضي إلى البيهقي قال: باب كلام الظبية إن صح الخبر. ثم ذكر أن هذه

القصة وردت منسوبة إلى عيسى عليه السلام. ثم قال الحافظ ابن حجر: وقد ورد كلام الظبية من طرق أخرى أشد وهاءً من الأول. (انظر تخريج أحاديث مختصر ابن الحاجب 246-245/1).

۴. علامہ ذہبی نے اس قصے کو باطل قرار دیا ہے اور ابن حجر نے بھی اس کو باطل ہی قرار دیا ہے.

الحافظ الذهبي ذكره في ميزان الاعتدال وأشار إلى أنه خبر باطل. (ميزان الاعتدال: 456/4).

وقد ذكر الحافظ ابن حجر أن هذا الحديث باطل موضوع. ("لسان الميزان" 311/6).

۵. علامہ سخاوی نے اس واقعے کے متعلق فرمایا کہ یہ مشہور ضرور ہے لیکن جھوٹا واقعہ ہے.

وقال العلامة السخاوي: حديث تسليم الغزالة الذي اشتهر على الألسنة وفي المدائح النبوية وليس له أصل كما قال ابن كثير، ومن نسبه إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقد كذب. (المقاصد الحسنة، ص: 156).

۶. شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے ان تمام محدثین کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اگرچہ اس واقعے کے متعدد طرق ہیں لیکن یہ سب ناقابل اعتبار ہیں اور اس واقعے کی سند اور اس کا متن دونوں قابل اعتماد نہیں.

وذكر الشيخ عبدالفتاح أبوغدة يرحمه الله كلام الحافظ ابن حجر والسخاوي وابن كثير وذكر أن للقصة روايات متعددة. ثم قال الشيخ أبوغدة: هي أحاديث ضعيفة واهية لا يصح الاعتماد عليها في إثبات ما هو خرق للعادة. . (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص:88)

خلاصہ کلام

یہ واقعہ باوجود اپنی شہرت کے اس قابل نہیں کہ اس کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاسکے، لہذا اس کے بیان کرنے میں احتیاط کی جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۸ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 86

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر

سوال: ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کو جھکادے گا وہ چالیس دن تک ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف کتابوں میں منقول ہے، لیکن سند کے لحاظ سے ان میں سے کوئی بھی روایت قابل اعتماد درجے کی نہیں ہے.

ا. اس روایت کی پہلی سند اور متن:

یہ روایت امام حاکم اور طبرانی نے نقل کی ہے: حدیث قدسی میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے میں اس کو ایسا ایمان نصیب کرونگا جس کی حلاوت کو وہ محسوس کرے گا.

"إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا من مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ".

رواه الحاكم، والطبراني، وهو معدود في الأحاديث القدسية، فقد عده منها المناوي في كتابه "الإتحافات السنية بالأحاديث القدسية".

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی سند میں دو راوی ہیں

(ا) عبدالرحمن الواسطی:

اس راوی کے متعلق ائمہ حدیث کے اقوال کافی سخت ہیں:

ا. علامہ ہیثمی نے اسکو مطلقاضعیف کہا ہے.

وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (63/8) وقال: رواه الطبراني، وفيه عبدالرحمن بن إسحاق الواسطي ضعيف.

۲. امام أحمد بن حنبل کا قول اس کے بارے میں یہ ہے کہ "لیس بشئ" یعنی کہ یہ راوی کچھ بھی نہیں اور منکر الحدیث ہے.

أقول: وقال أحمد: ليس شيء، منكر الحديث.

۳. امام ابو حاتم نے بھی اسکو منکر الحدیث قرار دیا ہے.

وقال أبوحاتم: منكر الحديث. والحديث ضعيف.

۴. امام بخاری نے بھی اس کی روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِاللهِ: عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ الَّذِي يَرْوِي عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ؟ فَقَالَ: لَا، هَذَا وَاسِطِيٌّ رَوَى عَنْهُ ابْنُ إِدْرِيسَ وَعَبْدُالْوَاحِدِ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

۵. یہ راوی قابل احتجاج نہیں ہے.

يكتب حديثه ولا يحتج به.

(۱۱) اسحاق بن عبد القرشي:

اس کے متعلق امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ بیکار راوی ہے.

وقال الذهبي في التلخيص: إسحاق بن عبدالقرشي واه.

۲. اس روایت کی دوسری سند اور متن:

"من نظر إلى محاسن امرأة، فغض طرفه في أول نظرة، رزقه الله تعالى عبادة يجد حلاوتها في قلبه".

- رواه بهذا اللفظ ابن عدى في "الكامل" (151/5 الفكر).

جس نے کسی عورت کو دیکھا اور پہلی نظر میں اپنی آنکھ کو جھکا دیا، اللہ تعالیٰ ایسی عبادت نصیب فرمائیں گے جس کی حلاوت کو اپنے دل میں محسوس کرے گا.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کے تمام طرق پر شدید جرح کی گئی ہے.

عمرو بن زیاد:

۱. ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے، روایات چوری کرتا ہے اور باطل روایات بیان کرتا ہے.

قال ابن عدى: منكر الحديث، يسرق الحديث ويحدث بالبواطيل.

۲. دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ روایت گھڑ تا تھا.

وقال الدارقطني: "يضع الحديث".

۳. تیسری سند:

وقال ابن عدى: هذا بهذا الإسناد غير محفوظ.

قلت: نعم فقد ورد بلفظ: "ما من مسلم ينظر إلى......"

- رواه أحمد في مسنده (264/5)

- والروياني في مسنده (1212)

- والبيهقى فى "شعب الإيمان" (5431/60/5)

- والطبراني في الكبير (7842/8)

- وابن الجوزي في "ذم الهوى" (250، 253 بحيري).

من طرق عن يحيى بن أيوب عن عبيدالله بن زحر عن على بن يزيد عن القاسم به.

اس سند میں عبید اللہ بن زحر راوی من گھڑت روایات بیان کرتا ہے.

عبيدالله بن زحر: منكر الحديث جدا، لا يجوز الاحتجاج به.

ابن حبان کا اس راوی پر تبصرہ:

یہ راوی منکر الحدیث ہے، من گھڑت روایات بیان کرتا ہے.

قول ابن حبان (62/2-63) في ترجمة عبيدالله: منكر الحديث جدا، يروى الموضوعات عن الأثبات، وإذا روى عن على بن يزيد أتى بالطامات.

اس سند میں تین مجروح راوی جمع ہیں.

وإذا اجتمع في إسناد خبر عبيدالله وعلى بن يزيد والقاسم أبوعبدالرحمن، لا يكون من ذلك الخبر الا مما عملته أيديهم.

یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے قابل اعتبار نہیں.

۴. اس روایت کی ایک اور سند اور متن:

من طريق ابن عفير ثنا شعب ثنا عصمة ثنا موسى بن عقبة عن القاسم بن محمد عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم مرفوعا بلفظ:

"ما من عبد يكف بصره عن محاسن امرأة؛ ولو شاء أن ينظر إليها نظر؛ إلا أدخل الله تعالى قلبه عبادة يجد حلاوتها".

جو بندہ کسی عورت کو دیکھنے پر قدرت ہونے کے باوجود اسکو نہ دیکھے تو اللہ تعالٰی اسکے دل میں ایسی عبادت داخل فرمائیں گے جس کی حلاوت کو وہ محسوس کرے گا.

- رواه ابن عدى في "الكامل" (372/5)

- وعنه أبونعيم في "الحلية" (187/2)

- وعنه ابن الجوزي في "ذم الهوى" (255).

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس سند میں عصمہ جھوٹا راوی ہے.

- في سنده

"عصمة":

قال يحيى بن معين: كذاب يضع الحديث.

وقال العقيلي: يحدث بالبواطيل عن الثقات، ليس ممن يكتب حديثه.

وقال الدارقطني: متروك.

یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہے.

٥. ایک اور سند اور متن:

من طريق عنبسة بن عبدالرحمن قال حدثني أبوالحسن المدني عن علي بن أبي طالب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "نظر الرجل في محاسن المرأة سهم من سهام إبليس مسموم، فمن أعرض عن ذلك السهم أعقبه الله عبادة تسره".

اس سند میں عنبسہ ہیں جن پر من گھڑت روایات کا الزام ہے.

قلت: فيه عنبسة، وهو متروك، ورماه البعض بالوضع.

٦. ایک اور سند اور متن:

النظرة الأولى خطأ، والثانية عمد، والثالثة تدمر، نظر الرجل إلى محاسن المرأة سهم من سهام إبليس المسموم، من تركها من خشية الله ورجاء ما عنده، أثابه الله ذلك عبادة تبلغه لذتها.

اس روایت کی سند میں سعید بن سنان ہے جو انتہائی کمزور راوی ہے.

- في سنده

"سعيد بن سنان".

قال الذهبي: هالك.

وقال البخاري: منكر الحديث.

قلت: وهذا جرح شديد جدا عنده رحمه الله.

وقال النسائى: متروك.

وقال مسلم: منكر الحديث.

وقال الحافظ: متروك، رماه الدارقطني وغيره بالوضع.

یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے قابل اعتبار نہیں.

خلاصہ کلام

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، یہ مضمون اگرچہ بعض سلف اور بزرگوں سے ثابت ہے لیکن اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں، لہذا بطور حدیث اس کا بیان کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۲ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 87

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے روضہ اقدس کا دروازہ کھلنا

سوال: مندرجہ ذیل واقعے کی تحقیق مطلوب ہے:

عن علی رضی الله عنه قال: لما حضرت أبابكر الوفاة أقعدني عند رأسهٖ، وقال لي: يا علي! إذا أنا مت: فغسلني بالكف الذي غسلت بهٖ رسول الله ﷺ، وحنطوني، واذهبوا بی إلی البيت الذي فيه رسول الله ﷺ، فاستأذنوا، فإن رأيتم الباب قد يفتح؛ فادخلوا بي، وإلا فردوني إلیٰ مقابر المسلمين، حتیٰ يحكم الله بين عبادهٖ، قال: فغسل وكفن، وكنت أول من يأذن إلى الباب، فقلت: يارسول الله، هذا أبوبكر مستأذن، فرأيت الباب قد تفتح، وسمعت قائلًا يقول: أدخلوا الحبيب إلیٰ حبيبهٖ، فإن الحبيب إلیٰ الحبيب مشتاق.

"جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا، تو انہوں نے مجھے اپنے سر کی جانب بٹھا کر فرمایا: اے علی! جب میں فوت ہو جاؤں، تو مجھے اس ہتھیلی سے غسل دینا جس سے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا۔ پھر مجھے خوشبو لگا کر اس گھر کی طرف لے جانا جہاں رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور جا کر اجازت طلب کرنا۔ اگر آپ دیکھیں کہ دروازہ کھل رہا ہے، تو مجھے اندر لے جانا، ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہیں غسل و کفن دیا گیا، سب سے پہلے میں نے دروازے کے پاس جا کر اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، جو آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں (اسی دوران میں نے دیکھا کہ دروازہ کھلنا شروع ہو گیا) میں نے سنا، کوئی کہہ رہا تھا: دوست کو دوست کے پاس لے چلو، کیونکہ محبوب اپنے حبیب کی چاہت رکھتا ہے۔" (تاریخ دمشق لابن عساکر).

کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

اس واقعے کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے اور خود ہی اس واقعے پر انتہائی ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے.

واقعے کی اسنادی حیثیت:

١. اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے، اس کی سند میں أبو طاہر ہے اور عبدالجلیل مجہول ہے.

قال ابن عساكر عقب القصة المذكورة: هذا منكر وراويه أبوالطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسي، وعبدالجليل مجهول.

٢. خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ روایت بہت غریب ہے.

قال الخطيب: غريب جدا.

٣. حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے.

وقال ابن حجر في لسان الميزان في ترجمة عبدالجليل المدني: باطل.

موسى بن محمد بن عطاء الدمياطي البلقاوي المقدسي أبوطاهر:

اس روایت کی سند میں یہ ایک انتہائی ضعیف راوی ہے، اس کے بارے میں محدثین کرام کے اقوال انتہائی سخت ہیں:

١. ابوزرعۃ اور أبوحاتم رحمہما فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے.

كذبه أبوزرعة وأبوحاتم.

٢. امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ راوی ثقہ نہیں.

وقال النَّسَائي: ليس بثقة.

٣. ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس سے روایت جائز نہیں، یہ روایات گھڑتا تھا.

وقال ابن حبان: لا تحل الرواية عنه، كان يضع الحديث.

٤. ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ دوسرے محدثین کی روایات چوری کرتا تھا.

وقال ابن عَدِي: كان يسرق الحديث.

۵. امام عقیلی نے جب اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ یہ ثقہ راویوں کی سند سے باطل اور من گھڑت روایات نقل کرتا ہے.
ولما ذكره العقيلي في الضعفاء قال: يحدث عن الثقات بالبواطيل والموضوعات، وقال: منكر الحديث.

٦. ابن یونس کہتے ہیں کہ یہ امام مالک کی سند سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے.
وقال ابن يونس: روى عن مالك موضوعات، وهو متروك الحديث.

۷. ابونعیم الاصبہانی کہتے ہیں کہ اس راوی کا کوئی اعتبار نہیں.
وقال أبونعيم الأصبهاني: لا شيء.

اس سند کا دوسرا راوی عبدالجلیل ہے، اس کو محدثین نے مجہول قرار دیا ہے.

خلاصہ کلام

یہ روایت سند کے لحاظ سے انتہائی کمزور اور متن کے لحاظ سے "غريب جدا" یعنی حد سے زیادہ انوکھی روایت ہے اور اس میں ذکر کردہ مضمون بھی غیر معروف ہے، اسی لئے ابن عساکر سے پہلے کہیں بھی اس روایت کا ذکر نہیں ملتا اور ابن عساکر نے بھی اسکو ذکر کرنے کے بعد منکر قرار دیا ہے، لہذا اس کو غیر معتبر روایت قرار دیا جائے گا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۴ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر88

سورۃ واقعہ کی فضیلت

سوال: یہ روایت مشہور ہے کہ رات کو سورۃ واقعہ پڑھنے سے فقر نہیں آتا، لیکن اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں ہے... اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمه تعالی

واضح رہے کہ سورۃ واقعہ کے متعلق روایات میں سند کے لحاظ سے ضعف موجود ہے جس کی بنا پر ان روایات پر بعض محدثین نے ضعف شدید اور بعض نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، لیکن اگر تمام طرق روایات کو دیکھا جائے تو اس روایت کو سند کے لحاظ سے ضعیف تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس پر وضع کا حکم لگانا درست نہ ہوگا.

سورۃ واقعہ کے بارے میں مختلف روایات:

پہلی روایت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مرض وفات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکی عیادت کی اور ان سے پوچھا کہ کیا تکلیف ہے؟ تو فرمایا کہ اپنے گناہوں کی تکلیف ہے، پوچھا: کس چیز کی چاہت ہے؟ فرمایا: اللہ تعالٰی کی رحمت کی، پوچھا: کسی طبیب کو بلا لاؤں؟ فرمایا کہ اسی نے بیمار کیا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ مال دیدوں؟ فرمایا مجھے ضرورت نہیں، حضرت عثمان نے کہا کہ آپ کی بچیوں کیلئے، فرمایا کہ ان کو فقر کا خطرہ نہیں، کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے گا اسکو کبھی فاقہ نہیں آئے گا.

مرض عبدالله بن مسعود فعاده عثمان، فقال له: ما تشتكي؟ فقال: ذنوبي، قال: ما تشتهي؟ قال: رحمة ربي، قال: ألا أدعو لك الطبيب؟ قال: الطبيب أمرضني، قال: ألا آمر لك بعطاء؟ قال: لا حاجة لي فيه، قال: يكون لبناتك، قال: أتخشى على بناتي الفقر وقد أمرت بناتي لأن يقرأن في كل ليلة سورة الواقعة؛ فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من قرأ سورة الواقعة في كل ليلة لم تصبه فاقة أبدا".

روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کو ابن حجر رحمہ اللہ نے "غریب" قرار دیا ہے اور ایک جگہ "ضعیف جدا" قرار دیا ہے.

- ابن حجر العسقلاني.

- المصدر: الفتوحات الربانية.

- الصفحة أو الرقم: 279/3.

- خلاصة حكم المحدث: غريب.

علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس سند کو جید قرار دیا ہے.

"من قرأ سورة الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة أبدا، وقد أمرت بناتي أن يقرأنها كل ليلة".

- الراوي: عبدالله بن مسعود.

- المحدث: الزيلعي.

- المصدر: تخريج الكشاف.

- الصفحة أو الرقم: 412/3.

- خلاصة حكم المحدث: إسناده جيد.

ابویعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے بھی اس کو سند ضعیف سے نقل کیا ہے.

ورد في ذلك ما رواه أبويعلى وابن مردويه والبيهقي في "الشعب" عن ابن مسعود رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من قرأ سورة الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة أبدًا". (وانظر "تفسير القرآن العظيم" لابن كثير: 383/4)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ضعیف سند سے اس کی فضیلت نقل کی ہے.

وكذا أخرج ابن عساكر عن ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

علامہ عراقی نے بھی اس روایت کو ضعیف سند سے نقل کیا.

"مَنْ قرأَ سورةَ الوَاقِعَةِ في كلِّ ليلةٍ لمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أبدًا".

- الراوي: عبدالله بن مسعود.

- المحدث: العراقي.

- المصدر: تخريج الإحياء.

- الجزء أو الصفحة: 450/1.

- حكم المحدث: إسناده ضعيف.

علامہ البانی نے بھی اس کو سند ضعیف سے نقل کیا ہے.

١- "علِّمُوا نساءَكُم سورَةَ الواقِعَةِ، فإِنَّها سورَةُ الغِنَى".
- الراوي: نهيك بن صريم السكوني.
- المحدث: الألباني.
- المصدر: ضعيف الجامع.
- الصفحة أو الرقم: 3730.
- خلاصة حكم المحدث: ضعيف.

٢- "علِّمُوا نساءَكم سورةَ الواقعة، فإنها سورةُ الغِنَى".
- الراوي: أنس بن مالك.
- المحدث: الألباني.
- المصدر: السلسلة الضعيفة.
- الصفحة أو الرقم: 3880.
- خلاصة حكم المحدث: ضعيف.

ان روایات پر اعتراض کی وجوہات:

۱. امام دار قطنی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں انقطاع ہے.

١- أحدها الانقطاع، كما بينه الدارقطني وغيره.

۲. اس کا متن منکر ہے.

٢- نكارة متنه، كما ذكره أحمد.

۳. اس کی سند میں ضعف ہے.

٣- ضعف رواته، كما قاله ابن الجوزي.

۴. اس کی سند میں اضطراب ہے.

٤- اضطرابه.

اکثر محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے.

وقد أجمع على ضعفه أحمد، وأبوحاتم، وابنه، والدارقطني، والبيهقي،وغيرهم (213/6).

اعتراضات کے جوابات:

اعتراض نمبر ۱:

یہ سند منقطع ہے.

جواب: یہ روایت متصل سند سے بھی منقول ہے

اس روایت کو ابو یعلی نے اپنی سند سے نقل کیا ہے.

عن اسحاق بن إبراهيم عن محمد بن منيب العدني عن السري بن يحيى عن شجاع عن أبي ظبية عن ابن مسعود.

اسی سند سے ابن سنی نے عمل اليوم والليلة میں نقل کیا ہے اور اس کو "جيد السند والمتن" کہا گیا.

اعتراض نمبر ۲:

اس کا متن غریب اور منکر ہے.

جواب: یہ روایات تین صحابہ کرام سے مختلف الفاظ سے منقول ہیں، لہذا اس پر نکارت اور غریب کا حکم لگانا درست معلوم نہیں ہوتا.

اعتراض نمبر ۳:

ان روایات میں ضعف ہے.

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن دیگر طرق کے مل جانے سے یہ ضعف کم ہو جاتا ہے، اسی لئے علامہ البانی جیسے متشدد شخصیت نے بھی اس کے تمام طرق کو موضوع قرار نہیں دیا بلکہ ضعیف کہا ہے، لہذا ان شواہد کی وجہ سے اس کا ضعف قابل عمل درجے کا ہو گیا ہے.

اعتراض نمبر ۴:

اس سند میں اضطراب ہے.

جواب: اس روایت میں اضطراب کی وجوہات چند راویوں کے بارے میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں:

شجاع یا أبو شجاع:

اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ راوی شجاع ہے یا أبو شجاع ہے؟

ابن ابی حاتم نے اس کو متعین کر کے فرمایا کہ یہ أبو شجاع ہے اور اس کا نام سعید بن یزید القبتاني البصري ہے اور یہ صحیح مسلم، ابو داؤد اور ترمذی کا راوی ہے.

ابوطیبہ یاابوفاطمہ یاابوظبیہ:

اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ أبوطیبہ ہے یا أبو فاطمہ ہے یاابوظبیہ ہے؟ دار قطنی، ابن ابی حاتم اور ثعلبۃ کہتے ہیں کہ یہ أبوطیبہ ہے، اس کا نام عیسی بن سلیمان الدارمی الجرجانی ہے. جبکہ بیہقی نے اس کو مجہول قرار دیا ہے.

أبوطیبہ پر محدثین کا کلام:

- ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے.
- ابن عدی کہتے ہیں: كان رجلا صالحا له مناكير، ولا أظن انه يتعمد الكذب ولكن لعله كان يشبه عليه فيغلط.
- ابن ابی حاتم نے نہ جرح کی نہ تعدیل.
- ابوحاتم کہتے ہیں: يكتب حديثه.
- امام مالک نے اس سے روایات نقل کی ہیں. (تہذیب الکمال، معجم آسامی الرواۃ).
- بعض محدثین نے اس کو أبوطیبہ الکلاعی قرار دیا ہے، یہ قول ابن قطان اور أبونعیم بن حداد کا ہے، اور الکلاعی تابعی ہیں جو مقداد بن اسود سے روایات نقل کرتے ہیں.
- أبوحاتم کہتے ہیں کہ ابوظبیہ ہی عیسی بن سلیمان بن دینار ہے.

خلاصہ کلام

فضائل کے باب میں ضعیف روایات پر عمل کرنے کا معمول شروع زمانے سے چلتا ہوا آرہا ہے بشرطیکہ وہ روایت موضوع یا انتہائی ضعیف نہ ہو. سورۃ واقعہ کے فضائل والی روایات ضعیف ضرور ہیں لیکن ان کو ناقابل اعتبار کہنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

دوران سفر.... بمقام: ٹبہ نین وال، ضلع قصور

۲۶ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 89

زکام کا علاج نہ کرنا

سوال: ایک روایت آج کل کافی مشہور ہورہی ہے کہ زکام کا علاج نہ کرو کیونکہ یہ جذام سے بچانے کا سبب ہے. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمه تعالی

مذکورہ روایت بہت ساری کتابوں میں منقول ہے، البتہ سب سے پہلے اس کو امام حاکم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے.

"ما من أحد إلا وفي رأسه عرق من الجذام تنعر، فإذا هاج سلط الله عليه الزكام فلا تداووا له".

- أخرجه الحاكم (411/4) وكذا القاسم السرقسطي في "غريب الحديث" (1/154/2) من طريق محمد بن يونس القرشي حدثنا بشر بن حجر السلمي، حدثنا فضيل بن عياض عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس عن عائشة مرفوعا، وسكت عليه الحاكم.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کو اگرچہ امام حاکم نے نقل کیا ہے، لیکن ان کے بعد کے محدثین نے اس روایت کی سند پر شدید کلام کیا ہے.

- امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں کدیمی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہے.

وتعقبه الذهبي بقوله: قلت: كأنه موضوع؛ فالكديمي متهم.

- ابن جوزی نے بھی اس روایت کو غیر صحیح قرار دیا ہے.

قلت: وقد أورده ابن الجوزي في "الموضوعات" (205/3) بإسناده إلى الكديمي به، ثم قال: لا يصح، محمد بن يونس هو الكديمي، يضع الحديث.

- امام سیوطی نے اس روایت کو اور اس پر امام ذہبی کے قول کو اپنی کتاب اللآلی المصنوعہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے.

وأقره السيوطي في "اللآليء" (402/2): فإنه لم يتعقبه بشيء إلا أنه ذكر أن الحاكم أخرجه وأن الذهبي تعقبه بما سبق.

محمد بن یونس بن سلیمان القرشی الکدیمی:

اس راوی کے بارے میں اگرچہ کچھ محدثین کی رائے نرم ہے، لیکن اکثر نقاد حدیث نے اس پر شدید کلام کیا ہے:

۱. دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کی ہے ان کو اس کی اصلیت کا علم نہ تھا.

قال الدارقطني: من حسن فيه القول لم يختبر حاله.

۲. ابن عدی کہتے ہیں کہ اس پر روایات گھڑنے کا الزام ہے اور عام محدثین نے اس کی روایات بیان کرنے سے منع فرمایا ہے.

قال ابن عدي: اتهم الكديمي بوضع الحديث ورقته، وامتنع عامة مشايخنا عن الرواية عنه. (إكمال تهذيب الكمال).

۳. ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ روایات گھڑ کر ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کرتا تھا، اور اس نے ایک ہزار سے زائد روایات گھڑی ہیں.

قال ابن حبان: كان يضع الحديث على الثقات؛ وقد وضع أكثر من ألف حديث. (إكمال تهذيب الكمال).

۴. امام ابوداؤد اس کے بارے میں واضح طور پر جھوٹے ہونے کا الزام لگاتے تھے.

كان ابوداؤد يطلق فيه وفي محمد بن سنان الكذب. (تذهيب تهذيب الكمال).

۵. موسی بن ہارون لوگوں کو اس کی روایات سے منع فرمایا کرتے تھے.

كان موسى بن هارون ينهي الناس عن السماع من الكديمي. (تذهيب تهذيب الكمال).

- اس روایت کی دوسری سند کو دیلمی نے مسند فردوس میں ذکر کیا ہے لیکن اس میں بھی انتہائی کمزور راوی موجود ہیں.

وأخرجه الديلمي (22/4) من طريق ابن لال: حدثنا محمد بن أحمد بن منصور حدثنا الحسين بن يوسف الفحام بمصر حدثنا محمد بن سحنون التنوخي حدثنا محمد بن بشر المصري حدثنا أبومعاوية الضرير عن الأعمش عن زيد بن وهب عن جرير بن عبدالله رفعه.

اس سند کی کمزوری کی وجہ الحسين بن يوسف الفحام ہے.

۱. اس کے بارے میں ابن عساکر نے فرمایا کہ یہ مجہول ہے.

انه الحسين بن يوسف الذي قال ابن عساكر: مجهول.

۲. امام ذہبی اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ باطل روایت نقل کرنے والا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہے.

قال الذهبي: روى عن أبي حفص الفلاس خبرا باطلا في لعن الرافضة والجهمية، لا يدرى من هو وكذلك الراوي عنه.

خلاصہ کلام

اس روایت کی دونوں اسناد پر محدثین کے شدید کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت شدید ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار روایت نہیں ہے، لہذا اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنے سے اجتناب کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۷ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 90

دو دنوں کا ایک جیسا ہونا

سوال: ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ جس کے دو دن ایک جیسے ہوگئے وہ نقصان میں رہا. اس حدیث کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت اگرچہ بہت ساری کتابوں میں موجود ہے لیکن اس کی صحیح سند حضور علیہ السلام کی طرف ثابت نہیں، بلکہ یہ عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ کے ایک خواب کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے خواب میں آپ علیہ السلام کو دیکھا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

جس کے دو دن ایک جیسے ہوگئے وہ نقصان میں ہے، اور جس کا اگلا دن گذشتہ دن سے برا ہو وہ ملعون ہے، اور جو شخص أعمال میں زیادتی نہ کر رہا ہو وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان کرے اس کے لئے موت بہتر ہے.

اللفظ المذكور السؤال، ولكن جاء ما يشبهه في الموضوعات الكبرى للقاري بلفظ: "من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان يومه شراً من أمسه فهو ملعون". ثم قال: لا يعرف إلا في منام ابن أبي رواد، نقل ذلك عنه العجلوني في كشف الخفاء ومزيل الإلباس.

ثم قال العجلوني: وقال العراقي في تخريجه لا أعلم هذا إلا في منام لعبدالعزيز بن أبي رواد، قال: رأيت في المنام رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت يارسول الله! أوصني، فقال ذلك بزيادة في آخره، والزيادة هي: ومن لم يكن في الزيادة فهو في النقصان. (تذكره الموضوعات).

آپ علیہ السلام کی طرف اس روایت کی نسبت:

١- "مَنِ استوَى يوماهُ فهوَ مغبونٌ، ومَنْ كان يومُهُ شرًّا مِنْ أمسِهِ فهوَ ملعونٌ".

- المحدث: ملا علي قاري.
- المصدر: الأسرار المرفوعة.
- الصفحة أو الرقم: 316.

- خلاصة حكم المحدث: لا يعرف إلا في منام لعبدالعزيز بن أبي رواد.

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صرف خواب کے طور پر بیان کیا جاتا ہے.

٢- "من استوى يوماه فهو مغبونٌ، ومن كان يومُه شرًّا من أمسِه فهو ملعون".

- المحدث: القاوقجي.

- المصدر: اللؤلؤ المرصوع.

- الصفحة أو الرقم: 174.

- خلاصة حكم المحدث: لا يعرف إلا في المنام لبعضهم.

قاوقجی فرماتے ہیں کہ یہ ایک خواب کا کلام ہے.

٣- "مَنِ استوى يوماهُ فهوَ مغبونٌ".

- المحدث: السبكي (الابن).

- المصدر: طبقات الشافعية الكبرى.

- الصفحة أو الرقم: 376/6.

- خلاصة حكم المحدث: هذا رؤيا نوم.

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ یہ خواب ہے.

شیعہ کی کتابوں میں اس روایت کا تذکرہ:

اس مضمون کی مختلف روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے منقول شیعوں کی تمام مشہور کتابوں میں موجود ہیں.

- جاء في الحديث عن الإمام علي عليه السلام: "من اعتدل يوماه فهو مغبون، ومن كانت الدنيا همّته اشتدّت حسرته عند فراقها، ومن كان غده شرَّ يوميه فمحروم". (أمالي الصدوق: 477،478؛ ومعاني الأخبار: 198؛ وكتاب من لا يحضره الفقيه 382/4؛ وروضة الواعظين: 444).

- وفي خبرٍ آخر عن الإمام الصادق عليه السلام قال: "من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخرُ يوميه شرَّهما فهو ملعون، ومن لم يعرف الزيادة في نفسه كان إلى

النقصان أقرب، ومن كان إلى النقصان أقرب فالموت خيرٌ له من الحياة". (أمالي الصدوق: 766).

❖ وفي خبر هشام بن سالم (وهو خبر صحيح السند عند مشهور العلماء) عن الإمام الصادق عليه السلام أنّه قال: "من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يوميه خيرهما فهو مغبوط، ومن كان آخر يوميه شرهما فهو ملعون، ومن لم ير الزيادة في نفسه فهو إلى النقصان، ومن كان إلى النقصان فالموت خير له من الحياة". (معاني الأخبار: 342).

هذا الحديث الوارد بعدّة أسانيد عند الإماميّة؛ والذي لم يرد عند أهل السنّة إلا في رواية تُنقل عن منام رؤي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت بعض محدثین نے ضعیف سند سے نقل کی ہے لیکن اس کے مرفوع ہونے کا ثبوت بہت مشکل ہے.

١- منِ استَوى يوماهُ فَهوَ مَغبونٌ، ومن كانَ آخرُ يوميهِ شرًّا فَهوَ مَلعونٌ، ومَن لم يَكُن في الزِّيادةِ فَهوَ في النُّقصانِ، ومن كانَ في النُّقصانِ فالموتُ خيرٌ لَهُ، ومَنِ اشتاقَ إلى الجنَّةِ سارعَ في الخَيراتِ.
- الراوي: علي بن أبي طالب.
- المحدث: السخاوي.
- المصدر: المقاصد الحسنة.
- الصفحة أو الرقم: 471.
- خلاصة حكم المحدث: إسناده ضعيف.

٢- مَنِ استوى يوماهُ فهوَ مغبونٌ، ومَنْ كان آخرُ يومينِ شرًا فهوَ ملعونٌ، ومَنْ لمْ يكنْ على الزيادةِ فهوَ في النُّقصانِ، ومَنْ كان في النقصانِ فالموتُ خيرٌ لهُ.
- الراوي: علي بن أبي طالب.
- المحدث: محمد بن محمد الغزي.
- المصدر: إتقان ما يحسن.

- الصفحة أو الرقم: 556/2.

- خلاصة حكم المحدث: ضعيف.

☆ موضوعات کی کتب میں اس روایت کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنے کو صحیح قرار نہیں دیا گیا ہے.

ملا علی قاری رحمہ اللہ موضوعات کبری میں کہتے ہیں کہ یہ ابن رواد کا خواب ہے.

الموضوعات الكبرى للقاري بلفظ: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان يومه شراً من أمسه فهو ملعون. ثم قال: لا يعرف إلا في منام ابن أبي رواد، نقل ذلك عنه العجلوني في كشف الخفاء ومزيل الإلباس.

عجلونی نے عراقی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس کا تعلق خواب سے ہے.

ثم قال العجلوني: وقال العراقي في تخريجه لا أعلم هذا إلا في منام لعبدالعزيز بن أبي رواد.

علامہ عجلونی نے خلاصہ نقل کیا ہے کہ اس روایت کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

¤ هذه الروايات لا تصح نسبة شيء منها لرسول الله صلى الله عليه وسلم كما جاء في كشف الخفاء ومزيل الإلباس في ما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس لإسماعيل الجعلوني.

خلاصہ کلام

اس قول کو اقوال زریں کے طور پر بیان کرنا شاید درست ہو، لیکن اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا سند کے لحاظ سے درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۸ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 91

رسول اللہ ﷺ تمھارے باپ اور عائیشہ رضی اللہ عنہا تمھاری ماں

سوال: ایک واقعہ سنا ہے کہ عید کے دن آپ علیہ السلام نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا جبکہ وہیں پر ایک بچہ پرانے کپڑوں میں کھڑا ہوا رو رہا تھا. آپ علیہ السلام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس بچے نے کہا کہ میرے والد ایک غزوہ میں شہید ہو گئے ہیں اور میری ماں نے دوسری شادی کرلی اور وہ لوگ میرا سارا مال کھا گئے اور مجھے گھر سے نکال دیا، اب میرا نہ کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ کوئی خبر گیری کرنے والا، اس لئے جب ان بچوں کو خوشی میں دیکھا تو آنسو نکل پڑے. آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمھارے باپ، عائشہ رضی اللہ عنہا تمھاری ماں، فاطمہ رضی اللہ عنہا تمھاری بہن اور حسن حسین رضی اللہ عنہم تمھارے بھائی ہوں؟

اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمه تعالی

سوال میں مذکور واقعہ کسی بھی مستند کتاب میں صحیح یا ضعیف سند سے موجود نہیں، البتہ بعض متاخرین کی کتابوں میں بغیر سند کے مذکور ہے اور حدیث کی تحقیقات کرنے والے موجودہ زمانے کے تمام حضرات نے اس واقعے کو بے سند قرار دیا ہے، اس واقعے کو التحفة المرضية میں ذکر کیا گیا ہے.

خرج الرسول يوما لأداء صلاة العيد فرأى أطفالا يلعبون ويمرحون ولكنه رأى بينهم طفلا يبكي وعليه ثوب ممزق فاقترب منه وقال: مالكَ تبكي ولا تلعب مع الصبيان؟ فأجابه الصبي: أيها الرجل! دعني وشأني، لقد قتل أبي في إحدى الحروب وتزوجت أمي فأكلوا مالي وأخرجوني من بيتي فليس عندي مأكل ولا مشرب ولا ملبس ولا بيت آوي إليه. فعندما رايت الصبيان يلعبون بسرور تجدد حزني فبكيت على مصيبتي. فأخذ الرسول بيد الصبي وقال له: اما ترضى ان اكون لك ابا وفاطمة اختا وعلي عما والحسن والحسين اخوين؟ فعرف الصبي الرسول وقال: كيف لا ارضى بذلك يارسول الله! فاخذه الرسول صلى الله عليه وسلم الى بيته وكساه ثوبا جديدا واطعمه وبعث في

قلبه السرور. فركض الصبي الى الزقاق ليلعب مع الصبيان. فقال له الصبية: لقد كنت تبكي؛ فما الذي جعلك ان تكون فرحا ومسرورا؟ فقال اليتيم: كنت جائعا فشبعت وكنت عاريا فكُسيت وكنت يتيما فأصبح رسول الله ابي وفاطمة الزهراء اختي وعلي عمي والحسن والحسين اخوتي. (وهي تنسب إلى كتاب التحفة المرضية).

یہ واقعہ سنداً ثابت نہیں ہے

اس عنوان کا صحیح واقعہ:

بشیر بن عقربۃ الجہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ احد کے دن آپ علیہ السلام سے ملا اور میں نے اپنے والد کے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شہید ہوگئے تو میں رونے لگا. آپ علیہ السلام نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں تیرا والد اور عائشہ صدیقہ تیری ماں ہو.

قال الإمام البزار رحمه الله في مسنده عَنْ بَشِيرِ بْنِ عَقْرَبَةَ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: لَقِيتُ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ أَبِي؟ فَقَالَ: "اسْتُشْهِدَ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ". فَبَكَيْتُ، فَأَخَذَنِي فَمَسَحَ رَأْسِي وَحَمَلَنِي مَعَهُ، وَقَالَ: "أَمَا تَرْضَى أَنْ أَكُونَ أَنَا أَبَاكَ وَتَكُون عَائِشَةُ أُمَّكَ"؟... قَالَ الْبَزَّارُ: لا نَعْلَمُهُ يُرْوَى إِلا بِهَذَا الإِسْنَادِ.

اس واقعہ کو محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کیا ہے.

- الطبقات الكبرى لابن سعد: (429/7).
- أسدالغابة في معرفة الصحابة لابن الأثير: (188/1).
- الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: (254/1-255)، رقم: (668).
وقال ابن حجر: رواه أحمد.

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور جہاں جہاں آپ علیہ السلام کا ہاتھ لگا اس جگہ باوجود بڑھاپے کے اب بھی بال کالے ہیں، اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ بحیر، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا نام بشیر ہے .....الحديث: عن بشير بن عقربة قال: لما قتل أبي عقربة يوم أحد أتيت النبي صلى الله عليه وسلم، وأنا أبكي، فقال: ياحبيب! ما يبكيك؟ أما ترضى أن أكون أنا أباك وعائشة أمك؟ قلت: بلى يارسول الله بأبي أنت وأمي! فمسح

على رأسي فكان أثر يده من رأسي أسود وسائره أبيض، وكانت لي رتة فتفل فيها فانحلت، وقال لي: ما اسمك؟ قلت: بحير، قال: بل أنت بشير. (رواه البخاري في الكبير).

اس روایت کی سندی حیثیت:

اس سند میں دوراویوں پر کلام ہے:

(۱) حُجر بن الحارث الغساني أبوخلف الفلسطيني الرملي:

۱. ابن ابی حاتم نے اس کو ذکر کرنے کے بعد نہ جرح کی نہ تعدیل. أورده ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل (267/3) ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

۲. عراقی نے ابن حبان کی نسبت سے اس کے بارے میں ثقہ ہونے کو نقل کیا. وقال العراقي في ذيل الكاشف (ص:72) وقال: وثقه ابن حبان.

۳. حافظ ابن حجر نے بھی اس کی توثیق کی. وقال الحافظ ابن حجر في "تعجيل المنفعة" (758/1): عن بشير بن عقربة الجهني وغيره، وعنه الزهري وحُجر بن الحارث وغيرهما: وثقه ابن حبان.

۴. ابن عساکر کے کلام سے بھی اس راوی کا قابل اعتبار ہونا معلوم ہوتا ہے. قلت (اى الحافظ): قال ابن عساكر: رأى عثمان واستعمله عمر بن عبدالعزيز على خراج فلسطين.

وفي رواية حُجر بن الحارث عنه أنه كان عامل عمر على الرملة، وذكره ابن سميع في الطبقة الثالثة من تابعي الشاميين.

(۲) عبدالله بن عوف الكِنَاني أبوالقاسم القاري:

۱. اس کے بارے میں بھی ابن ابی حاتم نے سکوت اختیار کیا ہے. ذكره ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل (125/5) ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

۲. علامہ عراقی نے ان کی توثیق نقل کی ہے. وقال العراقي في "ذيل الكاشف" (ص:162): ذكره ابن حبان في "الثقات".

۳. ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے. وقال الحافظ ابن حجر في "تعجيل المنفعة" (437/1): عن عبدالله بن عوف الكناني عامل عمر بن عبدالعزيز على الرملة، وعنه سعيد بن منصور، ومحمد بن المبارك، وغيرهما: محله الصدق.

☆ الغرض واقعہ کا اتنا حصہ (جس میں آپ علیہ السلام نے بشیر رضی اللہ عنہ کو بیٹا کہا) درست سند سے ثابت ہے اور اسی حصے کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جائے.

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور واقعہ اور بشیر بن عقربہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن قصہ گو راویوں نے اس پر اپنی طرف سے غیر ثابت شدہ اضافہ کرکے مشہور کیا ہے جو کہ بلکل درست نہیں، لہذا اس واقعے میں سے صرف اتنا ہی حصہ آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جائے جو ثابت ہے اور اس پر زیادتی سے احتراز کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۳۰ جنوری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر92

مردہ لڑکی کا مجرم

سوال: ایک واقعہ کی تحقیق مطلوب ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک خطیب صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی نے مردہ عورت کے ساتھ زنا کیا، بعد میں ندامت ہوئی اور بہت روئے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راستہ میں ملاقات ہوئی، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ گناہ ہوگیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر اس شخص کی صورت حال بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اندر بلاؤ..... مختصر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گناہ پوچھا تو اس نے اپنے زنا کا واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا بڑا گناہ!! وہ ناامید ہو کر چل پڑا، چالیس دن تک رونے کے بعد جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ نے اس بندہ کا گناہ معاف کر دیا ہے... یہ واقعہ مختصراً نقل کیا ہے جس کی مکمل تفصیل "تنبيه الغافلين" میں مذکور ہے...
اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے. (سائل: عمار یاسر شاہ، صادق آباد)

الجواب باسمہ تعالی

مذکورہ واقعہ ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے.
اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ ایک کفن چور تھا اور اس مردہ لڑکی سے بدکاری کرنے کے بعد جب وہ جانے لگا تو اس لڑکی نے آواز دی کہ تونے یہ کیا کر دیا؟ مجھے مردوں کے درمیان بےلباس چھوڑ دیا، تو قیامت کے دن کیا حساب دے گا؟ یہ نوجوان جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا گناہ بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں سے نکل جاؤ، پھر اس شخص نے چالیس دن سچی توبہ کی یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام اس کی توبہ کی قبولیت لے کر آسمان سے اترے.

اس واقعے کی اسنادی حیثیت:

یہ واقعہ تنبیہ الغافلین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے جبکہ بعض کتب میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے اور حضرت معاذ والی روایت میں اس صحابی کا نام بہلول ذکر کیا گیا ہے.
یہ واقعہ اپنے دونوں سندوں کے اعتبار سے درست نہیں ہے.

حضرت معاذ والی روایت اس لئے درست نہیں کہ ایک تو اس کی سند متصل نہیں اور نامعلوم راوی ساقط ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ بہلول نامی کسی صحابی کا تذکرہ اس واقعے کے علاوہ نہیں ملتا اور اس واقعے کو محدثین نے من گھڑت قرار دیا ہے۔

[750] بهلول بن ذؤيب النباش

جاء ذكره في حديث لم يثبت ذكر أبو موسى أنه روى بإسناد غير متصل عن محمد بن زياد عن أبي هريرة قال دخل معاذ بن جبل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إن بالباب شابًا يبكي على شبابه وهو يستأذن فدخل فقال ما يبكيك قال إني ركبت ذنوبا إن أخذت ببعضها خلدت في جهنم فذكر الحديث في اعترافه بأنه كان ينبش القبور وفيه فجعل ينادي يا سيدي ومولاي هذا بهلول بن ذؤيب مغلولًا مسلسلًا معترفًا بذنوبه قال فذكره بطوله في نحو ورقتين قلت حكم عليه بعض الحفاظ بالوضع

اسد الغابه)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی روایت:

هذا الخبر عند أبي الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي، رواه بسنده: حدثني أبي رحمه الله تعالى، حدثنا أبوالحسن الفراء، حدثنا أبوبكر الجرجاني، عن محمد بن إسحاق، عمن حدثه عن معمر، عن الزهري، قال: دخل عمر بن الخطاب رضى الله عنه.....

اس روایت کی سند پر کلام:

اس سند میں دو بنیادی کمزوریاں ہیں:

(ا) ابو بکر الجرجانی:

اس راوی کا نام احمد بن یعقوب بن عبد الجبار الأموي المرواني ہے۔

اس کے متعلق محدثین کا کلام کافی سخت ہے:

ا. امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے، لہذا اس سے روایت نقل کرنا درست نہیں۔

قال البيهقي: له أحاديث موضوعة لا أستحل رواية شيء منها.

۲. امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ روایات گھڑتا تھا اور اس کی اکثر روایات نامعلوم لوگوں سے ہوتی تھیں۔

وقال الحاكم: كان يضع الحديث، قدم علينا سنة 367، وكان يحدث عن أبي خليفة وغيره من الأئمة بالمناكير، وأكثر حديثه عن قوم لا يعرفون.

احمد بن يعقوب بن عبدالجبار الاموي المرواني الجرجاني المتوفى (367): كان يضع الحديث، روى احاديث موضوعة لا يستحل رواية شيء منها. [ميزان الاعتدال (77/1)، اسنى المطالب (ص:84)].

(۲) اس سند میں محمد بن اسحاق کے بعد عمن حدثه مجہول ہے.

جهالة الرجل الذي بعد ابن إسحاق لقوله (عمن حدثه) فلا ندري من هو.

کتاب "تنبيه الغافلين" کے بارے میں بعض علماء کی رائے:

علامہ ذہبی نے فرمایا کہ اس کتاب پر موضوعات کا غلبہ ہوا ہے.

قال الذهبي في سير أعلام النبلاء:

أبوالليث، الإمام الفقيه المحدث الزاهد، أبوالليث، نصر بن محمد بن إبراهيم السمرقندي الحنفي، صاحب كتاب "تنبيه الغافلين" وله كتاب "الفتاوى". يروي عن: محمد بن الفضل بن أنيف البخاري وجماعة. وتروج عليه الأحاديث الموضوعة. روى عنه أبوبكر محمد بن عبدالرحمن الترمذي، وغيره. نقلت وفاته من خط القاضي شهاب الدين أحمد بن علي بن عبدالحق أيده الله في جمادى الآخرة سنة خمس وسبعين وثلاثمائة.

خلاصہ کلام

تنبیہ الغافلین نامی کتاب میں چونکہ ہر طرح کی روایات موجود ہیں، لہذا اس کتاب کی کسی بھی روایت کا مطلقاً بغیر تحقیق کے بیان کرنا درست نہیں. سوال میں مذکور روایت بھی ان ہی کمزور روایات میں سے ہے جس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۳ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 93

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کافر کا تھوکنا

سوال: ایک واقعہ بچپن سے سنتے ہوئے آرہے ہیں کہ ایک جنگ کے موقعے پر ایک کافر سے لڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو گرایا تو اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا جس پر حضرت علی نے اسکو چھوڑ دیا کہ پہلے اللہ کیلئے قتل کر رہا تھا اب اپنی ذات کیلئے قتل کرنا شمار ہوگا..... اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ باوجود اپنی بے پناہ شہرت کے کسی بھی صحیح یا ضعیف سند سے اہل سنت والجماعۃ کی کتابوں میں موجود نہیں، البتہ شیعوں کی کتابوں میں اس واقعے کو مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا ہے. اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس واقعے کا اگلا حصہ جو کہ کتب شیعہ میں موجود بھی ہے لیکن نقل نہیں کیا جاتا ہے کہ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور اس کافر کو قتل کر دیا.

کتب شیعہ میں اس واقعے کا ذکر:

ذكر ابْنُ شَهْرَآشُوبَ فِي الْمَنَاقِبِ، عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: لَمَّا أَدْرَكَ عَمْرَو بْنَ عَبْد وُدٍّ لَمْ يَضْرِبْهُ فَوَقَعُوا فِي عَلِيٍّ فَرَدَّ عَنْهُ حُذَيْفَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: مَهْ يَاحُذَيْفَةُ! فَإِنَّ عَلِيّاً سَيَذْكُرُ سَبَبَ وَقْفَتِهِ ثُمَّ إِنَّهُ ضَرَبَهُ، فَلَمَّا جَاءَ سَأَلَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذَلِكَ قَالَ: قَدْ كَانَ شَتَمَ أُمِّي وَتَفَلَ فِي وَجْهِي فَخَشِيتُ أَنْ أَضْرِبَهُ لِحَظِّ نَفْسِي فَتَرَكْتُهُ حَتَّى سَكَنَ مَا بِي ثُمَّ قَتَلْتُهُ فِي اللهِ. (مستدرك الوسائل ج:18، ص:28).

<u>وخلاصة الحدث</u>: أن علياً عليه السّلام يطرح بطل الأبطال على الأرض ويجلس على صدره ليحتز رأسه وهنا بصق عمرو في وجه علي عليه السّلام، فيقوم الإمام عليه السّلام من فوق صدره، ويأخذ بالسير بهدوء بالقرب منه وبعد فترة يعود فيجلس مرة أخرى على صدره ويهم بقطع رأسه فيسأله عمر عن سبب قيامه عليه السّلام أولاً ثم عودته ثانية؟ فماذا كان جواب الإمام عليه السّلام؟ لقد غضب الإمام عندما بصق

اللعين في وجهه الشريف، وهنا تركه خشية من أنه إن قتله وهو غاضب فقد يحتمل أن يكون ذلك غضباً لنفسه لا لله، فقام عنه حتى هدأ عليه السّلام وعاد فقتله لله تعالى لا لغيره.
(من محاضرات "الهجره والجهاد" للشهيد مطهري مع الاختصار والتصرف).

اصل واقعہ اور اس کی اسنادی حیثیت:

اس واقعے کی اصل فقط اتنی ہے کہ غزوہ خندق کے موقعے پر جب مشرکین خندق کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف حملے کیلئے نہیں آسکتے تھے اس وقت چند مشرکین (جن میں عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن عبد ود العامري اور دیگر کچھ مشرکین بھی تھے جنہوں) نے ایک جگہ سے خندق پار کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبد ود کو قتل کیا.

وثبت المشركون محاصرين رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً، ولم يكن بينهم قتال لأجل ما حال الله به من الخندق بينه وبينهم، إلا أن فوارس من قريش منهم عمرو بن عبد ود العامري وجماعة معه أقبلوا نحو الخندق، فلما وقفوا عليه قالوا: إن هذه لمكيدة ما كانت العرب تعرفها، ثم يمموا مكاناً ضيقاً من الخندق فاقتحموه وجازوه، وجالت بهم خيلهم في السبخة بين الخندق وسلع ودعوا للبراز، فانتدب لعمرو بن عبد ود علي بن أبي طالب رضي الله عنه فبارزه فقتله الله على يديه. (فصل: غزوة الخندق، الجزء:1، الصفحة :163)

یہ واقعہ بھی سند کے لحاظ سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن یہ ضعف اس قدر شدید نہیں جس کی وجہ سے یہ واقعہ ناقابل اعتبار قرار دیا جائے. البتہ اس واقعے پر شیعوں کی خرافات اور من گھڑت روایات کیلئے شیعوں کی کتب کا مطالعہ کیا جائے... نمونے کے طور پر ایک آدھ روایت نقل کی جاتی ہے.

جھوٹی روایات:

۱. پہلی جھوٹی روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خندق کے دن علی کا عمرو سے مقابلہ میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے.

۱- لمبارزة علي بن أبي طالب لعمرو بن عبد ود يوم الخندق أفضل من أعمال أمتي إلى يوم القيامة.

یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں اس لئے کہ اس کا راوی جھوٹا ہے۔

أخرجه الحاكم في "المستدرك" (32/3) من طريق أحمد بن عيسى الخشاب بـ "تنيس" حدثنا عمرو بن أبي سلمة: حدثنا سفيان الثوري عن بهز بن حكيم، عن أبيه عن جده مرفوعا سكت عنه الحاكم.

وقال الذهبي في تلخيصه: قبح الله رافضيا افتراه.

قلت: وعلته الخشاب هذا فإنه كذاب، كما قال ابن طاهر وغيره، ولعله سرقه من كذاب مثله، فقد أخرجه الخطيب (19/13) من طريق إسحاق بن بشر القرشي عن بهز به، وإسحاق هذا هو الكاهلي الكوفي؛ وهو كذاب أيضا وقد سبقت له أحاديث موضوعة.

۲. دوسری جھوٹی روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب عمرو کو قتل کرنے کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! علی کو ایسی فضیلت عطا فرما جو نہ کسی اگلے کو دی ہے نہ کسی پچھلے کو..... الخ

٢- قتل عليُّ بنُ أبي طالبٍ عليه السَّلامُ عمرَو بنَ عبدِ وُدٍّ ودخل على النَّبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم، فلمَّا رآه النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كبَّر، وكبَّر المسلمون فقال النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: اللَّهمَّ أعْطِ عليَّ بنَ أبي طالبٍ فضيلةً لم تُعطِها أحدًا قبلَه ولا تعطِها أحدًا بعدَه، فهبط جبريلُ عليه السَّلامُ ومعه أُترُجَّةٌ من الجنَّةِ، فقال: إنَّ اللهَ عزَّوجلَّ يقرأُ عليك السَّلامَ ويقولُ لك: حيِّ بهذه عليَّ بنَ أبي طالبٍ، فدفعها إليه، فانفَلَقت في يدِه فَلْقتَيْن، فإذا فيها حريرةٌ بيضاءُ مكتوبٌ فيها سطرَيْن بصفراءَ: تحيَّةٌ من الطَّالبِ الغالبِ إلى عليِّ بنِ أبي طالبٍ.

- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: ابن الجوزي.
- المصدر: موضوعات ابن الجوزي.
- الصفحة أو الرقم: 172/2.
- خلاصة حكم المحدث: لا يشك في وضعه.

روایات میں اس واقعے کی کچھ اصل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کافر پر قابو پانے کے باوجود اسکو قتل نہ کیا، ایسا ایک واقعہ غزوہ احد کے موقعے پر پیش آیا کہ ابو سعید بن ابی طلحہ اور حضرت علی کے درمیان مقابلہ ہوا اور حضرت علی نے باوجود قابو پا لینے کے اس کو قتل نہیں کیا.

جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے اس کو قابو کر لیا تو اس نے اپنا ستر کھول دیا تو میں سمجھ گیا کہ اس کو اللہ تعالٰی نے مار ڈالا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا.

الحافظ ابن كثير رحمه الله: قال ابن هشام: وحدثني مسلمة بن علقمة المازني، قال: لما اشتد القتال يوم أحد جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت راية الأنصار، وأرسل علي أن قدم الراية، فقدم علي وهو يقول: أنا أبوالقُصَم، فناداه أبوسعد بن أبي طلحة (وهو صاحب لواء المشركين): هل لك يا أبا القُصَم في البراز من حاجة؟ قال: نعم، فبرزا بين الصفين فاختلفا ضربتي، فضربه علي فصرعه، ثم انصرف ولم يجهز عليه. فقال له بعض أصحابه: أفلا أجهزت عليه؟ فقال: إنه استقبلني بعورته، فعطفتني عليه الرحم وعرفت أن الله قد قتله.

اس روایت میں شیعوں کی خیانت:

غزوہ احد میں جو واقعہ پیش آیا اسکو شیعوں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی کے دو مخالف صحابہ حضرت عمرو بن العاص اور بسر بن ارطاۃ پر منطبق کر دیا کہ ان دونوں نے بھی جان بچانے کیلئے اپنا ستر دکھایا تھا، حالانکہ یہ جھوٹ اور صحابہ کرام پر بہتان تراشی ہے، اور مشکل یہ ہے کہ بسر بن ارطاۃ والا واقعہ ہماری تاریخ میں بھی نقل کیا گیا ہے.

علي رضي الله عنه يوم صفين مع بسر بن أبي أرطأة لما حمل عليه ليقتله أبدى له عورته؛ فرجع عنه. (البداية والنهاية:22/4). وذكر هذه القصة غير واحد من المؤرخين.

☆ صحابہ کرام کے متعلق یہ بات شیعوں کی کارستانی ہے. روایات کی تحقیق کرنے والے حضرات کا اس واقعے کے متعلق یہ کہنا ہے کہ مؤرخین نے طبری پر اعتماد کرکے نقل کیا ہے.

أكثر الروايات الشيعية التى فى تاريخ الطبري ضعيفة جداً، ومنها ما يتناول ذكر هذا الرجل "بسر بن ارطاة" بالسوء، وابن كثير فى البداية والنهاية، وغيره ينقلون فى كثير من الأحيان عن الطبري دون تمحيص.

طبری کی اپنی کتاب کے بارے میں وضاحت:

امام طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں اگر کوئی ایسی بات ماضی کے بارے میں ملے جو عجیب لگے یا صحیح نہ ہو یا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو تو قاری کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ہماری طرف سے نہیں لکھا گیا بلکہ ماقبل کے لوگوں نے جو ہمیں بتایا ہم نے ویسا ہی لکھ دیا۔

قال الإمام الطبريُّ:

{فَمَا يَكُنْ فِي كِتَابِي هَذَا مِنْ خَبَرٍ ذَكَرْنَاهُ عَنْ بَعْضِ الْمَاضِينَ، مِمَّا يَسْتَنْكِرُهُ قَارِئُهُ، أَوْ يَسْتَشْنِعُهُ سَامِعُهُ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ لَمْ يَعْرِفْ لَهُ وَجْهاً فِي الصِّحَّةِ وَلَا مَعْنَى فِي الْحَقِيقَةِ، فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يُؤْتَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِنَا، وَإِنَّمَا أُتِيَ مِنْ قَبَلِ بَعْضِ نَاقِلِيهِ إِلَيْنَا، وَإِنَّا إِنَّمَا أَدَّيْنَا ذَلِكَ عَلَى نَحْوِ مَا أُدِّيَ إِلَيْنَا }.(9)

تاريخ الرسل والملوك للإمام محمد بن جرير الطبري ج1ص8، ط دار المعارف-القاهرة, ت: محمد أبو الفضل إبراهيم.

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق جو روایات مذکور ہیں ان میں دو جھوٹے راوی ہیں۔

قصة كشف عمرو بن العاص عورته امام علي رضي الله عنهما قصة واهية.

جاءت بطريقين: احدهما عن نصر بن مزاحم الكوفي الرافضي، والطريق الآخر عن ابن الكلبي، وكلاهما كذابان كبيران.

خلاصہ کلام

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہادری اور اخلاق کے اعلی درجے پر فائز ہیں، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری اور اخلاق کا بلند معیار اس بات کا محتاج نہیں کہ کسی من گھڑت واقعے سے اس کو ثابت کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کافر کو تھوکنے کے بعد چھوڑ دینا (شیعہ کی روایات کے علاوہ) حدیث کی کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں، لہذا اس واقعے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی طرف کرنا درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۵ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 94

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس (۴۰) سال بتائی جاتی ہے، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں بلکہ یہ شیعوں کی طرف سے مشہور کی گئی بات ہے کیونکہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر اولاد کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ اس بات کی تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب باسمہ تعالی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ علیہ السلام کی شادی کے وقت انکی عمریں کتنی تھیں، اس بات کے متعلق مؤرخین کے درمیان شدید اختلاف رہا ہے، البتہ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کے ساتھ پچیس سال رہی ہیں۔

شادی کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر:

۱. آپ علیہ السلام کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔

كان عمر النبي صلى الله عليه وآله وسلم خمساً وعشرين سنة. (التاريخ الصغير للبخاري: ج:1، ص:43)

۲. آپ علیہ السلام کی عمر تیس (۳۰) یا پینتیس (۳۵) سال یا سینتیس (۳۷) سال تھی۔

إن عمر النبي صلى الله عليه وآله وسلم حين الزواج كان «ثلاثين» (تاريخ الخميس، ج:1، ص:263)

و«خمسة وثلاثين» (الأوائل لأبي هلال العسكري، ج:1، ص:161)

و«سبعة وثلاثين» (العقد الثمين، ج:1، ص:224)

شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر:

امام حاکم، امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر کی تحقیق:

امام بیہقی نے امام حاکم سے نقل کیا ہے کہ شادی کے وقت حضور علیہ السلام کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی پچیس (۲۵) سال تھی، البتہ انتقال کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر پچاس سال تھی. (حافظ ابن کثیر نے ان باتوں کی تائید کی ہے).

قال أبوعبدالله: قرأت بخط أبي بكر بن أبي خيثمة قال: حدثنا مصعب بن عبدالله الزبيري قال: أكبر ولد رسول الله القاسم ثم زينب ثم عبدالله ثم أم كلثوم ثم فاطمة ثم رقية، قال مصعب: هم هكذا الأول فالأول ثم مات القاسم وهو أول ميت من ولده مات بمكة ثم مات عبدالله ثم بلغت خديجة خمسا وستين سنة. ويقال: خمسين سنة، وهو أصح.

قال: وفيما أخبرنا به أبوعبدالله الحافظ رحمه الله أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوج بها وهو ابن خمس وعشرين سنة قبل أن يبعثه الله نبيا بخمس عشرة سنة. (البداية والنهاية لابن كثير).

قال البيهقي، عن الحاكم: قرأت بخط أبي بكر بن أبي خيثمة.

هكذا نقل البيهقي عن الحاكم: أنه كان عمر رسول الله صلى الله عليه وسلم حين تزوج خديجة خمساً وعشرين سنة، وكان عمرها إذ ذاك خمساً وثلاثين، وقيل: خمساً وعشرين سنة.

ملاحظة: ما نسب إلى البيهقي لم أجده في دلائل النبوة.

وكذلك ذكره ابن كثير في السيرة النبوية بقوله: وهكذا نقل البيهقى.

حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال یا اس سے زائد:

واقدی کی ایک روایت کے مطابق شادی کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر پینتالیس (۴۵) سال، اور ایک روایت کے مطابق چالیس (۴۰) سال تھی.

وفي البداية والنهاية (الجزء الخامس): وقال الواقدي وزاد: ولها خمس واربعون سنة.

وعن حكيم بن حزام قال: كان عمر رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم تزوَّج خديجة خمساً وعشرين سنة، وعمرها اربعون سنة.

ابن عساکر کی تحقیق:

ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کی عمر شادی کے وقت ۲۸ سال تھی.

وعن ابن عبَّاس: كان عمرها ثمانياً وعشرين سنة. (رواهما ابن عساكر).

یہی قول حاکم سے بیہقی نے بھی نقل کیا ہے.

أما من نقله البيهقي كما نسب له عن الحاكم، ففي المستدرك عن محمد بن إسحاق أنه كان عمرها ثمان وعشرين سنة. (ج:3، ص:82)

امام حاکم نے حضرت خدیجہ کی وفات کے وقت انکی عمر کے ساٹھ سال سے زائد ہونے والے قول کو شاذ قرار دیا ہے.

وعلق الحاكم على رواية أخرى في عمرها عند الوفاة: هذا قول شاذ، فإن الذي عندي أنها لم تبلغ ستين سنة.

سیرت حلبیہ کی تحقیق:

سیرت حلبیہ میں تمام اقوال کو نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس(۴۰) سال، پینتالیس(۴۵)سال، تیس(۳۰)سال، اٹھائیس(۲۸)سال، پینتیس(۳۵)سال یا پچیس(۲۵)سال تھی.

السيرة الحلبية:

وتزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي يومئذ بنت أربعين سنة.

وقيل: خمس وأربعين،

وقيل: ثلاثين،

وقيل: ثمان وعشرين،

وقيل: خمس وثلاثين،

وقيل: خمس وعشرين.

نوٹ: یہ اقوال سیرت حلبیہ کے اردو ترجمہ (مولانا اسلم قاسمی صاحب والے) میں ہمیں نہ مل سکے.

ابن عماد کی تحقیق:

ابن عماد نے شادی کے وقت انکی عمر چالیس سال والے قول کو ترجیح دی ہے.

شذرات الذهب لابن العماد: وتزوج خديجة وهو ابن خمس وعشرين سنة وهي بنت أربعين على الصحيح فيهما، ورجح كثيرون أنها ابنة ثمان وعشرين.

- **پچیس سال کی عمر کو ترجیح دینے والے:**

محمد رسول الله سيرته وأثره في الحضارة لجلال مطهر: كانت هي في ذلك الوقت في الخامسة والعشرين في رواية، أو في الخامسة والثلاثين في أخرى، أو في الأربعين على قول ثالث. وأغلب الظن أنها كانت في الخامسة والعشرين في مثل سنه.

- **چالیس سال کی عمر والی روایت:**

صفوة الصفوة اور **اسد الغابة** میں چالیس سال کی عمر کو ترجیح دی گئی ہے.

فتزوجها وهو ابن خمس وعشرين سنة وخديجة يومئذ بنت أربعين سنة. (انظر: صفة الصفوة، ج:1، ص:74، أسد الغابة، ج:1، ص:1337).

ان اقوال میں سے راجح قول:

ہمارے دیار ہند و پاک میں اکثر مصنفین نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال والی روایت کو راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی صاحب نے سیرۃ النبی میں اور مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی نے تاریخ ملت میں اسی قول کو ترجیح دی ہے.

خلاصہ کلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق روایات میں اختلاف ضرور موجود ہے اور کسی صحیح روایت میں اس کی وضاحت بھی موجود نہیں، بلکہ تمام روایات بھی تاریخی روایات ہیں اور اس میں مؤرخین نے اپنے ذوق کے مطابق اقوال کو اختیار کیا ہے، البتہ یہ بات درست نہیں کہ چالیس (۴۰) سال والا قول شیعوں نے مشہور کیا ہے، کیونکہ کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو انکی عمر کو کم سے کم ظاہر کرنے کی جستجو میں ہیں یہاں تک کہ انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دونوں شادیوں کا بھی انکار کیا ہے تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکلوتی کنواری بیوی ہونے کا دعوٰی غلط ثابت ہو جائے، بہر حال جو عمر مشہور ہے (یعنی چالیس سال) اسی پر اعتماد کیا جائے گا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۸ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 95

حضرت ابو بکرؓ کی نیکیاں

سوال: ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرمارہی تھیں، آسمان پر ستارے چمک رہے تھے تو دل میں خیال آیا کہ آسمان کے ستاروں کے برابر بھی کسی کی نیکیاں ہونگی؟ یہ سوال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عُمرؓ کی ہونگی، یہ سن کر حضرت عائشہؓ خاموش ہوگئیں، تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم سوچ رہی ہوگی کہ تمہارے والد کا نام نہیں لیا؟ کہنے لگیں: جی بالکل یہی سوچ رہی تھی، تو فرمایا: اُنکی بات کیا سوچتی ہو، اُنکی تو غارِ ثور میں گذری ہوئی ایک رات کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں. (خُطباتِ ذوالفقار: ۹/۶۹). اس کی تحقیق فرمادیں.

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور الفاظ کی روایت باوجود تلاش کے ہمیں نہیں مل سکی، البتہ اس کے قریب کا مضمون کچھ روایات میں مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے.

١. عمر کی زندگی بھر کے اعمال ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں.

وعن عائشة رضي الله عنها قالت: بينا رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجري في ليلة ضاحية إذ قلت: يارسول الله! هل يكون لأحد من الحسنات عدد نجوم السماء؟ قال: "نعم، عمر". قلت: فأين حسنات أبي بكر؟ قال: *"إنما جميع حسنات عمر كحسنة واحدة من حسنات أبي بكر".

٢. عمر تمہارے والد ہی کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے.

أَخبرنا أَبُومَنصُور القَزازُ، قال: أَخبرنا أَبُوبَكرٍ أَحمد بن عَلِي، قال: حَدَّثنا الحُسَينُ بن مُحَمد أَخُوالخَلالِ، قال: حَدَّثَنِي أَبُوالقاسِمِ بُرَيهُ بن مُحَمد بنِ بُرَيدٍ البَغدادِيُّ، قال: حَدَّثنا إِسماعِيلُ بن مُحَمد الصَّفارُ، قال: حَدَّثنا أَحمد بن مَنصُور الرَّمادِيُّ، قال: أَخبرنا عَبدالرَّزاقِ، قال: أَخبرنا مَعمَرٌ، عَن الزُّهرِيِّ، عَن هِشامِ بنِ عُروَةَ، عَن أَبِيه، عَن

عائِشَةَ، قالت: «كانت لَيلَتِي مِن رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم، فلَما ضَمَّنِي وإِياهُ الفِراشُ نَظَرتُ إِلَى السَّماءِ فَرَأَيتُ النُّجُومَ مُشتَبِكَةً. فَقُلتُ: يارَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم! هل يوجد فِي هَذِهِ الدُّنيا رَجُلٌ لَهُ حَسَناتٌ بِعَدَدِ نُجُومِ السَّماءِ؟ فَقال: نَعَم. قُلتُ: مَن؟ قال عُمر. وإِنَّهُ لَحَسَنَةٌ مِن حَسَناتِ أَبِيكِ».

ان روایات کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی سند میں ایک راوی "بُرية بن محمد بن بريد البغدادي" ہے، اس کے بارے میں محدثین کی رائے اور اقوال کافی سخت ہیں:

ا. خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اس کی روایات باطل من گھڑت ہوتی ہیں.

قال الخَطِيبُ: لَهُ أحاديث باطِلَةٌ مَوضُوعَةٌ مُنكَرَةُ المُتُونِ جِدًّا.

۲. میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یہ جھوٹا راوی ہے.

بريه بن محمد عن إسماعيل الصفار: كذاب مدبر هو واضع حديث: يارسول الله! هل رجل له حسنات بعدد النجوم؟ قال: نعم عمر وهو حسنة من حسنات أبيك ياعائشة!.... فذكره بإسناد الصحيحين، عن إسماعيل الصفار.

ثم قال الخطيب: وفي كتابه بهذا الإسناد عدة أحاديث منكرة المتون جدا.

- دوسری روایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے، اس میں یہ مضمون ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے.

أَنبَأَنا عَلِيُّ بن عُبَيدالله، قال: أَخبرنا عَلِيُّ بن أَحمد البُندارُ، قال: أَنبأنا أَبُوعَبدِالله بنِ بَطَّةَ، قال: حَدَّثنا أَبُوعَلِي إِسماعِيلُ بن مُحَمد الصَّفارُ، قال: حَدَّثنا الحَسن بن عَرَفَةَ، قال: حَدَّثنا الوَلِيدُ بن الفَضلِ الغُبَرِيُّ، قال: حَدَّثَنِي إِسماعِيلُ بن عُبَيد بنِ نافِعٍ البَصرِيُّ، عَن حَمادِ بنِ أَبِي سُلَيمانَ، عَن إِبراهِيم النَّخَعِيّ، عَن عَلقَمَةَ، عَن عَمارِ بنِ ياسِرٍ، قال: قال رَسول الله صلى الله عليه وسلم: «أَتانِي جِبرِيلُ آنِفًا، فَقُلتُ: يا جِبرِيلُ! حَدِّثنِي بِفَضائِلِ عُمر فِي السَّماءِ؟ فَقال: يا مُحَمد! لَو حَدَّثتُكَ بِفَضائِلِ عُمر فِي السَّماءِ

مِثلَ ما لَبِثَ نُوحٌ فِي قَومِهِ أَلفَ سَنَةٍ إِلاَّ خَمسِينَ عامًا ما نَفِدَت فَضائِلُ عُمر، وإِنَّ عُمر لَحَسَنَةٌ مِن حَسَناتِ أَبِي بَكرٍ».

[هذا الحديث يرويه الطبراني في "المعجم الأوسط" (158/2)، وأبويعلى في "المسند" (179/3)].

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس سند میں دو راوی **متکلم فیہ** ہیں:

۱. ولید بن الفضل العنزی:

اس کے بارے میں محدثین کے اقوال کافی سخت ہیں.

ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ اہل عراق سے منکر اور موضوع روایات نقل کرتا ہے.

قال ابن حبان في "المجروحين" (82/3) في ترجمته: شيخ، يروي عن عبدالله بن إدريس وأهل العراق المناكير التي لا يشك من تبحر في هذه الصناعة أنها موضوعة، لا يجوز الاحتجاج به بحال إذا انفرد.

۲. اسماعیل بن عبید العجلی:

یہ بھی ضعیف راوی ہے.

وفيه أيضا: إسماعيل بن عبيد العجلي البصري، ضعيف (كمافي ميزانالاعتدال:238/1)

اس روایت کا حکم:

۱. ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل من گھڑت ہے.

قال أبوحاتم: هذا حديث باطل موضوع، اضرب عليه. (العلل:385/2).

۲. امام أحمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اسماعیل کو میں نہیں جانتا اور یہ روایت موضوع ہے.

وقال الإمام أحمد: لا أعرف إسماعيل بن نافع، هذا حديث موضوع. ("المنتخب من العلل" للخلال، ص:108).

۳. اس روایت پر امام ابن جوزی، ابن قیم اور ذہبی نے موضوع کا حکم لگایا ہے.

وحكم عليه بالوضع ابن الجوزي في "الموضوعات" (321/1)،

وابن القيم في "المنار المنيف" (ص:115)،

والذهبي في "ميزان الاعتدال" (238/1).

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور مضمون تو باوجود تلاش کے نہ مل سکا، البتہ اس کے قریب کے مضمون کی کچھ روایات ملی ہیں لیکن وہ بھی سند کے لحاظ سے درست نہیں، لہذا اس مضمون کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب نہ کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۲ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 96

حضرت حوا کا مہر

سوال: ایک روایت کثرت سے بیان کی جاتی ہے اور بہت ساری کتابوں میں لکھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کا مہر درود شریف کو مقرر فرمایا تھا. اس بات کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمه تعالی

واضح رہے کہ ایسی کوئی روایت کسی بھی مستند کتاب میں کسی صحیح یا ضعیف سند سے ثابت نہیں، اس روایت کے جتنے بھی مراجع ملے ہیں وہ تمام کے تمام بغیر سند کے ہی اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور احادیث کی تحقیق کرنے والے تمام اداروں نے بھی اس روایت کی سند کے نہ ملنے کا اقرار کیا ہے.

اس روایت پر شیخ طلحہ منیار صاحب کی تحقیق:

یہ روایت سیرت، قصص ومواعظ، اور بعض فقہ کی کتابوں میں بلاسند مذکور ہوتی ہے، بعض مصنفین اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، یا وہب بن منبہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں.

اس روایت کے الفاظ اور مقدار مہر میں کافی اضطراب واختلاف نقل کیا جاتا ہے، مہر کی مقداریں یہ ہیں: (تین مرتبہ، دس، بیس، سو، ہزار) پھر سو اور ہزار مرتبہ والی روایتوں میں ایک سانس میں پڑھنے کی زائد قید بھی مذکور ہے، اور بتایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام ستر مرتبہ یا پانچ سو مرتبہ تک پڑھ پائے، پھر ان کی سانس ٹوٹ گئی، تو اللہ تعالی نے فرمایا: یہ مہر معجل ہے، مؤجل آپ کے ذمہ باقی رہے گا.

- **مہر معجل:** مہر کی وہ مقدار جو فوراً ادا کی جائے.
- **مہر مؤجل:** مہر کی وہ مقدار جو بعد میں ادا کی جائے.

بظاہر یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے، اس کی کوئی معتبر سند موجود نہیں. جو مصنفین حضرات اس طرح کی روایات نقل کرتے ہیں، یہ ان کا تسامح وتساہل ہے.

درود شریف کی مختلف مقداریں اور انکے حوالے:

مختلف کتابوں میں درود شریف کی مختلف مقداریں مذکور ہیں، ذیل میں وہ مقداریں اور ان کے حوالے نقل کئے جاتے ہیں:

تین مرتبہ درود شریف پڑھنا:

- المواهب اللدنية بالمنح المحمدية 50/1.
- نزهة المجالس ومنتخب النفائس (172/2)،
- الشرح الكبير للدردير المالكي وحاشية الدسوقي (496/4).

دس مرتبہ درود شریف پڑھنا:

- بستان الواعظين لابن الجوزي (رقم:478)،
- سعادة الدارين للنبهاني، (الباب الثالث برقم:6)،
- نزهة المجالس ومنتخب النفائس (25/2).

بیس مرتبہ درود شریف پڑھنا:

- المواهب اللدنية بالمنح المحمدية (50/1) نقلا عن ابن الجوزي في كتابه «سلوة الأحزان»،
- الشرح الكبير للشيخ الدردير (496/4).

سو مرتبہ درود شریف پڑھنا:

- إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين (395/3).

ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا:

[- إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين (395/3) أيضا].

☆ شیخ کی اس روایت کو اسرائیلیات قرار دینے کی وجہ اس روایت کا ان حضرات کی طرف منسوب ہونا ہے جو حضرات اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف ہیں، مثلاً: مقاتل بن سلیمان سے منقول ہے۔

قال: لما أراد الله أن يزوج حواء من آدم قال: ياآدم! لابد من المهر، فقال: يارب! وما مهرها؟ قال: أن تصلي على ولدك عشر مرات؛ فصلى عشرا.

قال مقاتل: فلذلك قوله عليه السلام: من صلى علي مرة صلى الله عليه عشرا. (كتاب المبتدا).

اسی طرح یہ روایت بغیر سند کے وہب بن منبہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے.

ہمارا ذاتی رجحان:

اس روایت کا حدیث ہونا تو باتفاق محدثین ثابت نہیں، البتہ اس واقعہ کا اسرائیلیات میں سے ہونے کے بارے میں ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ ایسی کوئی سند ہماری نظر سے نہیں گذری، البتہ سیرت کی کتابوں میں اس بات کے کثرت سے پائے جانے کی وجہ سے بعض حضرات نے اس کو اسرائیلیات میں سے قرار دیا ہے.

خلاصہ کلام

محدثین حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ اس بات کا حدیث میں ثبوت موجود نہیں، لہذا آپ علیہ السلام کی طرف اس بات کو منسوب نہ کیا جائے.

چونکہ اس پر واضح طور پر موضوع ہونے کا حکم بھی کسی محدث سے ثابت نہیں لہذا بعض حضرات نے احتیاطا اسکو اسرائیلیات قرار دیا ہے لیکن درود شریف کے عظیم الشان صحیح ذخیرے کی موجودگی میں اس روایت کو ہی ہر جگہ بطور فضیلت ذکر کرنا چنداں درست عمل قرار نہیں دیا جاسکتا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۴ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 97

رمضان المبارک کی مبارکباد

سوال: ایک روایت بہت گردش کررہی ہے کہ جو شخص رمضان المبارک یا کسی اور مہینے کی مبارکباد دے گا اور اس خبر کو اتنے لوگوں تک پہنچائے گا تو آپ علیہ السلام نے ایسے شخص کیلئے جنت کی خوشخبری سنائی ہے. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ کسی بھی مہینے کی خوشخبری یا مبارکباد دینے پر کسی بھی قسم کے ثواب یا اجر کا ذکر کسی بھی صحیح یا ضعیف روایت میں تو درکنار کسی موضوع من گھڑت روایت میں بھی اس کا تذکرہ موجود نہیں، اسی لئے احادیث کی تحقیقات کرنے والے تمام مستند اداروں نے ایسی تمام روایات کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے.

ربیع الاول کی مبارکباد:

ان ہی شہرت حاصل کرنے والی روایات میں سے ربیع الاول کی مبارکباد دینے والی روایات بھی بہت مشہور کی گئی ہیں جن کے بارے میں موجودہ زمانے کے محدثین فرماتے ہیں کہ یہ آپ علیہ السلام کی ذات پر جھوٹ ہے.

وقد أورده الشيخ علوي السقاف في موقع الدرر السنية تحت الأحاديث المنتشرة في الإنترنت بلفظ: مَن يبارك الناس بهذا الشهر الفضيل (يعني ربيع الأول) تحرم عليه النار".

وحكم عليه بأنه مكذوب على النبي صلى الله عليه وسلم.

موضوع اور من گھڑت روایات کی پہچان:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ من گھڑت روایات کی اپنی ایک مخصوص ظلمت اور الفاظ میں ایسی رکاکت ہوتی ہے جو خود یہ خبر دے رہی ہوتی ہے کہ میں جھوٹی روایت ہوں.

☆ قال ابن القيم رحمه الله: والأحاديث الموضوعة عليها ظلمة وركاكة ومجازفات باردة تنادي على وضعها واختلاقها على رسول الله صلى الله عليه وسلم. (المنار المنيف، ص:50).

خلاصہ کلام

رمضان المبارک ہو یا کوئی بھی مہینہ، اللہ کو راضی کرنے والے اعمال اور عبادت کیلئے اس مہینے کی آمد سے پہلے اسکی تیاری اور اہتمام کرنا مقصود اور مطلوب ہے، اور آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام کو پہلے سے تیار بھی کیا اور ان اعمال پر جنت کا وعدہ بھی فرمایا، لیکن محض خبر دینے پر یا اس کے پھیلانے پر کسی قسم کے اجر کا کوئی وعدہ نہیں بلکہ جھوٹی روایات بیان کرنے پر تو وعیدیں موجود ہیں، لہذا ان باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۶ فروری ۲۰۱۸

سلسلہ تنبیہات نمبر98

تیس سال کا مسافر

سوال: ایک قصہ کافی مشہور ہے کہ تابعین کے دور میں ایک شخص تیس سال اللہ کے راستے میں نکلا رہا اور جب واپس آیا تو اس کا بیٹا مدینے کا سب سے بڑا عالم تھا. اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ تاریخ کی مختلف کتابوں میں مذکور ہے جیسے:

- خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد.
- تاریخ ابن خلکان.
- امام ذہبی کی تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر والاعلام.

- **امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں اس واقعے کو تفصیل سے نقل کیا ہے**

بنوامیہ کے دور میں فروخ نامی ایک شخص جہاد کیلئے نکلے اور اپنی بیوی کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑے اور جب ستائیس سال کے بعد مدینہ لوٹے اور اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ان کا جوان بیٹا ربیعہ نکلا جو کہ اس قدر سخت کھٹکھٹانے پر ناراض ہوا، دوسری طرف فروخ ایک جوان کے اپنے گھر سے نکلنے پر ناراض تھے، دونوں میں تکرار بڑھنے لگی اور لوگ جمع ہونے لگے، اتنے میں امام مالک آئے تو سب خاموش ہوگئے، امام مالک نے فروخ سے کہا کہ آپ شاید اپنا گھر بھول گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ نہیں! یہی میرا گھر ہے اور میں فروخ ہوں، ان کی بیوی نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگیں کہ یہ میرا شوہر ہے، اور شوہر سے کہا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے..... الی آخرہ

وقال الذهبي في كتابه "تاريخ الإسلام وطبقات المشاهير والأعلام":

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَرْوَانَ الدينَوَرِيّ (صَاحِبُ الْمُجَالَسَةِ) وقد تكلّم فيه: ثنا يحيى ابن أَبِي طَالِبٍ ثنا عَبْدُالْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَشْيَخَةُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنَّ فَرُّوخًا وَالِد رَبِيعَةَ خَرَجَ فِي الْبُعُوثِ إِلَى خُرَاسَانَ أَيَّامَ بَنِي أُمَيَّةَ غَازِيًا وَرَبِيعَةُ حَمْلٌ فَخَلَفَ عِنْدَ الزَّوْجَةِ ثَلاثِينَ أَلْفَ دِينَارٍ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ بَعْدَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً فَنَزَلَ عَنْ فرسه ثم دفع الباب

برمحه فخرج ربيعة، فَقَالَ: يَا عَدُوَّ الله! أَتَهْجُمْ عَلَى مَنْزِلِي؟ وَقَالَ فَرُّوخُ: يَا عَدُوَّ الله! أَنْتَ رَجُلٌ دَخَلْتَ عَلَى حُرْمَتِي، فَتَوَاثَبَا وَاجْتَمَعَ الْجِيرَانُ وَجَعَلَ رَبِيعَةَ يَقُولُ: لا وَالله لا فَارَقْتُكَ إِلَى السُّلْطَانِ، وَجَعَلَ فَرُّوخُ يَقُولُ كَذَلِكَ، وَكَثُرَ الضَّجِيجُ. فَلَمَّا بَصَرُوا بِمَالِكٍ سَكَتَ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَقَالَ مَالِكٌ: أَيُّهَا الشَّيْخُ! لَكَ سِعَةٌ فِي غَيْرِ هَذِهِ الدَّارُ، فَقَالَ: هِيَ دَارِي وَأَنَا فَرُّوخُ مَوْلَى بَنِي فُلانَ. فَسَمِعَتِ امْرَأَتُهُ كَلامَهُ فَخَرَجَتْ وَقَالَتْ: هَذَا زَوْجِي؟ وَقَالَتْ لَهُ: هَذَا ابْنُكَ الَّذِي خَلَّفْتَهُ وَأَنَا حَامِلٌ، فَاعْتَنَقَا جَمِيعًا وَبَكَيَا وَدَخَلَ فَرُّوخُ الْمَنْزِلَ وَقَالَ: هَذَا ابْنِي؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَخْرِجِي الْمَالَ وَهَذِهِ أَرْبَعَةُ آلافِ دِينَارٍ مَعِي، قَالَتْ: إِنِّي قَدْ دَفَنْتُهُ وَسَأُخْرِجُهُ.

وَخَرَجَ رَبِيعَةُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ فِي حَلْقَتِهِ وَأَتَاهُ مَالِكٌ وَالْحَسَنُ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ أَبِي عَلِيٍّ اللَّهَبِيُّ وَالأَشْرَافُ فَأَحْدَقُوا بِهِ؛ فَقَالَتِ امْرَأَةُ فَرُّوخَ: اخْرُجْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلِّ فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَى حَلْقَةٍ وَافِرَةٍ فَأَتَى فَوَقَفَ فَفَرَجُوا لَهُ قَلِيلا وَنَكَسَ رَبِيعَةُ يُوهِمُ أَنَّهُ لَمْ يَرَهُ، وَعَلَيْهِ طَوِيلَةٌ فَشَكَّ فِيهِ أَبُوعَبْدِالرَّحْمَنِ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا رَبِيعَةُ. فَرَجَعَ وَقَالَ لِوَالِدَتِهِ: لَقَدْ رَأَيْتُ وَلَدَكِ فِي حَالَةٍ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ عَلَيْهَا. قَالَتْ: فَأَيُّمَا أَحَبُّ إِلَيْكَ: ثَلاثُونَ أَلْفَ دِينَارٍ أَوْ هَذَا الَّذِي هُوَ فِيهِ مِنَ الْجَاهِ؟ قَالَ: لا وَالله إِلا هَذَا، قَالَتْ: فَإِنِّي قَدْ أَنْفَقْتُ الْمَالَ كُلَّهُ عَلَيْهِ.

اس واقعے کی اسنادی حیثیت:

امام ذہبی نے اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد اس کے متعلق سخت ترین الفاظ اختیار کئے اور اس واقعے کو باطل قرار دیا ہے.

وتشتهر مثل هذه القصة عن والِد ربيعة الرأي، وهو فَرّوخ.

قال الإمام الذهبي: ذِكْرُ حِكَايَةٍ بَاطِلَةٍ قَدْ رُوِيَتْ: ثم روى بإسناده إلى مشيخَة أَهْلِ المَدِيْنَةِ: أَنَّ فَرُّوْخَ وَالِدَ رَبِيْعَةَ، خَرَجَ فِي البُعوثِ إِلَى خُرَاسَانَ، أَيَّامَ بَنِي أُمَيَّةَ.

اس قصے کے باطل ہونے کی وجوہات:

امام ذہبی نے اس واقعے کو باطل اور جھوٹا واقعہ قرار دیا ہے اور اس کی کچھ وجوہات ذکر کی ہیں:

۱. امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس واقعے میں ربیعۃ الرأی کا ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں مسجد نبوی میں حلقے کا ذکر ہے جبکہ اس وقت ان کا کوئی حلقہ نہیں تھا بلکہ اس وقت قاسم اور سلیمان بن یسار جیسے فقہاء کے حلقے تھے.

٢. جس وقت ربیعۃ الرأی ستائیس سال کے جوان تھے اس وقت یا تو امام مالک کی پیدائش ہی نہیں ہوئی تھی یا وہ چھوٹے بچے تھے تو پھر ان کا آنا اور صلح کرانا کیسے ممکن ہے۔

قُلْتُ (القائل: الذهبي): حِكَايَةٌ مُعْجِبَةٌ لَكِنَّهَا مَكْذُوبَةٌ؛ لِوُجُوهٍ:

الأول: أَنَّ رَبِيعَةَ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَلْقَةٌ وَهُوَ ابْنُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً، بَلْ كَانَ ذَلِكَ الْوَقت شُيُوخ الْمَدِينَةِ مِثْلَ الْقَاسِمِ، وَسَالِمٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ.

الثَّانِي: أَنَّهُ لَمَّا كَانَ (أي ربيعة) ابْنَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً كَانَ مَالِكُ فَطِيمًا أَوْ لَمْ يُولَدْ بَعْدُ.

شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے اس واقعے کو اپنی کتاب "کشف الباری" کے کتاب العلم، (جلد:٣، صفحہ نمبر:438) میں نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ علامہ ذہبی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے، اور ربیعۃ الرأی کا سن وفات 136 ہجری کو قرار دیا ہے۔

اس واقعے کے دیگر مآخذ:

اس واقعے کو ایک اور جگہ نقل کرتے ہوئے مصنف ۵۱ ہجری سے واقعہ شروع کرتا ہے کہ صحابی رسول ربیع بن زیاد الحارثي اپنے غلام فروخ کے ساتھ جہاد میں مشغول ہے اور دو سال کے بعد یعنی ۵۳ ہجری میں ربیع بن زیاد کا انتقال ہو جاتا ہے اور فروخ مدینہ منورہ لوٹ آتا ہے اور یہاں شادی کرتا ہے جبکہ اس کی عمر تیس (٣٠) سال ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اپنی بیوی اور اسکے حمل کو چھوڑ کر جہاد پر نکل جاتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو اس کی عمر ساٹھ (٦٠) سال ہوتی ہے۔

الجزء الاول: الصحابي الجليل الربيع بن زياد الحارثي وغلامه المقدام فروخ والد العلامة ربيعة الرأي.

ها نحن أولاء في سنة احدى وخمسين للهجرة، وهاهي ذي كتائب المسلمين تضرب في فجاج الارض مشرقة مغربة تطل الحياة بعد ذلك اليوم الأبلج الأغر بالربيع بن زياد الحارثي حيث وافاه الاجل المحتوم بعد سنتين اثنتين من تحقيق حلمه الكبير.

كان فروخ حين هبط مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم شابا موفور الشباب دفاق الحيوية ممتلئا فتوة وفروسية... وكان يخطو نحو الثلاثين من عمره.

في ذات عشية من عشيات الصيف المقمرة، بلغ المدينة المنورة فارس في أواخر العقد السادس من عمره ومضى في أزقتها راكبا جواده قاصدا داره، وهو لا يدري إن كانت داره لا تزال قائمة على عهده.

☆ گویا (بقول مصنف کے): 53 ہجری میں فروخ نے شادی کی اور اسکے تین سال بعد 56 ہجری کو جہاد میں روانہ ہو کر ستائیس (27) سال بعد تراسی (83) ہجری میں انکی واپسی ہوئی اور امام مالک کی پیدائش 93 ہجری کی ہے.

امام ربیعۃ الرأی کی وفات:

باوجود کوشش کے امام ربیعۃ الرأی کی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہو سکا، البتہ امام ذہبی کے تبصرے سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ان کی عمر ستر (70) سال تو ضرور تھی، البتہ ان کی تاریخ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جیسے:

- 136 ہجری
- 138 ہجری
- 141 ہجری

لہذا اگر ان کی عمر ستر (70) سال قرار دی جائے اور (شیخ سلیم اللہ خان صاحب کی تحقیق کے مطابق) ان کی وفات 136 ہجری قرار دی جائے تو ان کی پیدائش کا سال 66 ہجری بنتا ہے، اس حساب سے یہ واقعہ 93 ہجری کا ہے، جبکہ امام مالک کی پیدائش 93 ہجری کی ہے تو گویا یہ امام مالک کی پیدائش سے پہلے یا اسی سال کا واقعہ ہے.

خلاصہ کلام

اگرچہ یہ کوئی حدیث یا شریعت کا حکم نہیں اور واقعہ بھی کافی مشہور ہے لیکن اس واقعے کا کردار اور تاریخی اختلاف اتنا واضح ہے کہ امام ذہبی جیسی شخصیت بھی اس کو غیر صحیح کہنے پر مجبور ہو گئی اور ہمارا رجان بھی اس واقعے کی عدم صحت کی طرف ہی ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۳ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 99

جوٹھے پانی کی فضیلت

سوال: ایک روایت مشہور ہورہی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عاجزی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کا جوٹھا (یعنی بچا ہوا) پانی پی لے، اور جو اپنے بھائی کا جوٹھا پیتا ہے اس کے ستر (۷۰) درجات بلند کردیئے جاتے ہیں، ستر (۷۰) گناہ مٹادیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ستر (۷۰) نیکیاں لکھی جاتی ہیں. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ مسلمان کا جوٹھا پینے کے متعلق جتنی روایات منقول ہیں ان میں سے کوئی بھی روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں.

۱. پہلی روایت:

سوال میں مذکور روایت کو مختلف محدثین نے نقل کیا ہے اور اس پر غیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے.

ومثل ذلك حديث: "من التواضع أن يشرب الرجل من سؤر أخيه، ومن شرب من سؤر أخيه رفعت له سبعون درجة، ومحيت عنه سبعون خطيئة وكتبت له سبعون حسنة".

هذا حديث موضوع، أورده ابن الجوزي في الموضوعات (3/204).

نوح بن ابی مریم:

اس روایت کی سند میں ایک راوی نوح بن ابی مریم ہے جس کے بارے میں محدثین کے اقوال کافی سخت ہیں:

یحی بن معین کہتے ہیں: ليس بشئ.

مسلم بن حجاج اور دارقطنی کہتے ہیں: متروك.

ابن حبان کہتے ہیں کہ اس نے سچ کے علاوہ باقی سب کچھ جمع کیا.

امام ذہبی کہتے ہیں: جمع الكمالات الا الصدق.

۲. دوسری روایت:

اس روایت میں یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے جوٹھے کو تبرکا پیئے گا اللہ رب العزت اس کیلئے ایک فرشتہ پیدا فرمائینگے جو قیامت تک ان دونوں کیلئے استغفار کرتا رہے گا۔

"مَنْ شَرِبَ سُؤْرَ الْمُؤْمِنِ تَبَرُّكاً بِهِ، خَلَقَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا مَلَكاً، يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ".

هذه الرواية مرسلة.

یہ روایت شیعوں کی کتابوں میں نقل کی گئی ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں جہاں بھی اس کا تذکرہ ہے وہاں موضوع (یعنی من گھڑت) روایات میں اس کو شمار کیا گیا ہے۔

۳. تیسری روایت:

مؤمن کے جوٹھے میں شفا ہے۔

حديث: "سؤر المؤمن شفاء."

اس روایت کو تمام محدثین نے بالاتفاق موضوع قرار دیا ہے، اور بعض محدثین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مؤمن کی تھوک میں شفا ہے، یہ دونوں الفاظ درست نہیں۔

- ❖ قال النجم: ليس بحديث، ورد بلفظ: "ريق المؤمن شفاء". (رواه العجلونى فى كشف الخفاء، ص:458 عن نجم الدين الغزى).
- ❖ وأما ما يتداوله الناس من قول منسوب للنبي صلى الله عليه وسلم وهو: "سؤر المؤمن شفاء"، فليس بحديث.
- ❖ قال العلامة القاري: ليس له أصل مرفوع. (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص:106).
- ❖ وقال الحافظ العراقي: هكذا اشتهر على الألسنة، ولا أصل له بهذا اللفظ.
- ❖ وقال العلامة الألباني عن الحديث السابق: لا أصل له.

- سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (105/1).
- المقاصد الحسنة للسخاوي، (ص:231)].

۴. چوتھی روایت:

مسلمان کے جوٹھے میں ستر (۷۰) بیماریوں کا علاج ہے.

صحيحة عبدالله بن سنان، قال: قال أبوعبدالله عليه السلام: "فِي سُؤْرِ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ مِنْ سَبْعِينَ دَاء". وهذه هي الرواية العمدة في الموضوع، والتي على أساسها أفتى العلماء (اى العلماء الشيعة) باستحباب سؤر المؤمن.

یہ روایت شیعہ کی کتب میں ان کی اپنی سند صحیح کے ساتھ موجود ہے لیکن اہل سنت کے نزدیک ان روایات کی کوئی حیثیت نہیں اور یہ من گھڑت روایات ہیں.

۵. پانچویں روایت:

مسلمان کے وضو کا بچا ہوا پانی پینے میں ستر (۷۰) بیماریوں کا علاج ہے جس میں سے سب سے کم (درجے کی بیماری) غم ہے.

وجماعة من أصحاب النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُونَ: سَمِعنا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «الشُّربُ مِن فَضلِ وُضُوءِ المُؤمِنِ فِيهِ شِفاءٌ مِن سَبعِينَ داءً أَدناهُمُ الهَمُّ».

محمد بن محصن الاسدى العكاشي:

اس روایت میں ایک راوی ہے محمد بن محصن الاسدی العکاشي ہے.

۱. یحیی بن معین کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے.

قال يَحيَى بن مَعِينٍ: العُكاشِيُّ كَذابٌ.

۲. ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ اوزاعی سے جھوٹی اور من گھڑت روایات نقل کرتا ہے.

وقال ابن عَدِيٍّ: يَروِي عَنِ الأَوزاعِيِّ أحاديث مَناكِيرَ مَوضُوعَةً.

خلاصہ کلام

اس باب میں جتنی بھی روایات منقول ہیں یہ سب سند کے لحاظ سے درست نہیں، لہذا اس کو آپ علیہ السلام کی ذات کی طرف منسوب کرنا یا پھیلانا ہر گز درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۳ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 100

سفید مرغ کی فضیلت

سوال: چند دنوں سے ایک روایت بہت زیادہ گردش کررہی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر میں سفید مرغ پالو کیونکہ جس گھر میں سفید مرغ ہوتا ہے اس گھر اور اس کے اردگرد کے گھروں کے قریب شیطان اور جادوگر نہیں آسکتا. اس روایت کو آج کل لوگ بہت پھیلارہے ہیں اور خصوصاً عامل حضرات اس کو عام کررہے ہیں. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ مرغ کے متعلق ذخیرہ حدیث میں بہت ساری روایات موجود ہیں لیکن ان میں سے اکثر روایات سند کے لحاظ سے درست نہیں ہیں.

مرغ کے متعلق وارد روایات اور ان کا حکم:

۱. پہلی روایت:

سوال میں مذکور روایت احادیث کی مختلف کتابوں میں منقول ہے.

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اتخذوا الديك الأبيض، فإن داراً فيها ديك أبيض لا يقربها شيطان ولا ساحر، ولا الدويرات حولها". (رواه الطبراني في الأوسط)

روایت کا حکم:

اس کی سند میں محمد بن محصن العکاشي ہے جس کو محدثین نے جھوٹا قرار دیا ہے.

وفيه محمد بن محصن العكاشي وهو كذاب.

۲. دوسری روایت:

اس روایت میں ہے کہ سفید مرغ کو آپ علیہ السلام نے اپنا دوست قرار دیا اور اللہ کے دشمنوں کا دشمن قرار دیا.

- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ بات سنی ہے سفید مرغ میرے گھر میں رہا ہے۔

حدثنا أحمد بن خالد بن مسرح الحراني، وأحمد بن علي الأبار قالا: ثنا معلل بن نفيل الحراني، ثنا محمد بن محصن، عن إبراهيم بن أبي عبلة، عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اتخذوا الديك الأبيض فإنه صديقي وعدو عدو الله، وإن دارا فيه ديك أبيض لا يقربها شيطان ولا ساحر ولا الدويرات حولها".

قال أنس: ما فارق عندي ديك أبيض منذ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله. (مسند الشاميين للطبراني).

اس روایت کی سند میں وہی راوی العكاشي ہے جس کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔

۳. تیسری روایت:

مرغ کو گالی مت دو اسلئے کہ یہ میرا دوست ہے اور میں اس کا دوست ہوں اور اس کے دشمن کا دشمن ہوں. خدا کی قسم! اگر لوگوں کو مرغ کی قیمت کا پتہ چل جائے تو وہ اس کے بال اور گوشت کو سونا چاندی کے بدلے خریدنے کی کوشش کرینگے اور یہ اپنی آواز کے بقدر جنات کو بھگاتا ہے۔

لا تسُبُّوا الديكَ فإنه صديقي وأنا صديقُه وعدوُّه عدوِّي والذي بعثني بالحقِّ لو يعلمُ بنو آدمَ ما في صوتِه لاشتروا ريشَه ولحمَه بالذهبِ والفضةِ وإنه ليطردُ مدى صوتِه من الجنِّ.

- الراوي: عبدالله بن عمر.
- المحدث: ابن حبان.
- المصدر: المجروحين.
- الصفحة أو الرقم: 535/1.
- خلاصة حكم المحدث: ينكره من أمعن في صناعة الحديث وعلم مسلك الأخبار وانتقاد الرجال.

اس روایت کو امام ابن حبان نے من گھڑت قرار دیا ہے۔

۴. چوتھی روایت:

مرغ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ میرا دوست ہے اور میں اس کا دوست ہوں۔

لا تسبُّوا الدِّيكَ فإنَّهُ صديقي وأنا صديقُه.

- الراوي: عبدالله بن عمر.
- المحدث: ابن القيسراني.
- المصدر: تذكرة الحفاظ.
- الصفحة أو الرقم: 383.
- خلاصة حكم المحدث: [فيه] عبدالله بن صالح، كاتب الليث: متروك الحديث، كذاب.

اس کی سند میں عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے جس کو محدثین نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

۵. پانچویں روایت:

سفید مرغ میرا دوست ہے اور اللہ کے دشمن کا دشمن ہے، اپنے مالک کے گھر کی حفاظت کرتا ہے اور ارد گرد کے سات گھروں کی بھی حفاظت کرتا ہے، اور آپ علیہ السلام کے گھر میں سفید مرغ رات کو رہتا تھا۔

الدِّيكُ الأبيضُ صديقي وعدوُّ عدوِّ اللهِ يحرسُ دارَ صاحبِه، وسبعَ أدؤُرٍ، كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يُبيتُه معهث في البيتِ.

- الراوي: خالد بن معدان.
- المحدث: ابن الجوزي.
- المصدر: موضوعات ابن الجوزي.
- الصفحة أو الرقم: 136/3.
- خلاصة حكم المحدث: ليس بصحيح.
- التخريج: أخرجه ابن الجوزي في "الموضوعات" (5/3).

علامه ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں ذکر کرکے فرمایا کہ یہ درست نہیں ہے۔

۶. چھٹی روایت:

سفید مرغ میرا اور میرے محبوب جبریل کا دوست ہے، اس گھر کی حفاظت کرتا ہے اور چاروں طرف کے سولہ گھروں کی حفاظت کرتا ہے: چار دائیں، چار بائیں، چار سامنے، چار پیچھے.

الدِّيكُ الأفرَقُ الأبيضُ حبيبي وحبيبُ حبيبي جبريلَ يحرُسُ بيتَه، وستَّةَ عشرَ بيتًا من جيرتِه: أربعةً عن اليمينِ، وأربعةً عن الشِّمالِ، وأربعةً من قُدَّامٍ، وأربعةً من خلف.

- الراوي: أنس بن مالك.
- المحدث: ابن الجوزي.
- المصدر: موضوعات ابن الجوزي.
- الصفحة أو الرقم: 138/3.
- خلاصة حكم المحدث: موضوع.
- التخريج : أخرجه العقيلي في "الضعفاء الكبير" (127/1)، وأبوالشيخ في "العظمة" (1758/5).

اس روایت کو امام ابن جوزی، امام عقیلی اور امام سیوطی نے من گھڑت قرار دیا ہے، اس میں ایک راوی احمد بن محمد بن عبد اللہ البزی المقری ہے جو انتہائی کمزور راوی ہے.

۷. ساتویں روایت:

سفید مرغ میرا دوست ہے اور میرے دوست کا دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے.

الديك الأبيض صديقي، وصديق صديقي، وعدو عدوي. (رواه الحارث بن أبي أسامة في "مسنده" ص:213 من زوائده): حدثنا عبدالرحيم ابن واقد: حدثنا عمرو بن جميع.

یہ روایت درست نہیں کیونکہ اس میں ایک راوی عمرو بن جمیع ہے جس کو ابن معین اور ابن عدی رحمہما اللہ نے من گھڑت روایات بنانے والا کہا ہے.

قلت: وهذا موضوع أيضا.

١. آفته عمرو بن جميع، فقد كذبه ابن معين.
وقال ابن عدي: كان يتهم بالوضع.

۲. وعبدالرحيم بن واقد؛ مجهول.

۳. وأبان عن أنس؛ هو ابن أبي عياش؛ متروك.

مرغ کے بارے میں صحیح روایات:

۱. پہلی روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم مرغ کی آواز (بانگ) سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ یہ فرشتوں کو دیکھتا ہے، اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ سے پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "إذا سمعتم صياح الديكة فاسألوا الله من فضله، فإنه يرى ملكاً، وإذا سمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فإنه يرى شيطاناً".

۲. دوسری روایت:

مرغ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ نماز کیلئے جگاتا ہے۔

لا تسُبُّوا الدِّيكَ؛ فإنَّه يُوقِظُ للصَّلاةِ.

- الراوي: زيد بن خالد الجهني.

- المحدث: أبوداود.

- المصدر: سنن أبي داود.

- الصفحة أو الرقم: 5101.

والنسائي في السنن الكبرى (10781) مختصراً باختلاف يسير، وأحمد (21679) مطولاً واللفظ له.

۳. تیسری روایت:

ایک مرغ نے آپ علیہ السلام کے پاس آواز دی تو ایک شخص نے اس کو برا کہا تو آپ علیہ السلام نے مرغ کو گالی دینے سے منع فرمایا۔

أنَّ ديكًا صرخَ عندَ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ فسبَّهُ رجلٌ، فنَهى عن سَبِّ الدِّيكِ.

- الراوي: عبدالله بن مسعود.

- المحدث: البزار.

- المصدر: البحر الزخار.
- الصفحة أو الرقم: 168/5.

۴. چوتھی روایت:

اللہ رب العزت نے مجھے اجازت دی کہ میں تمہارے سامنے ایک مرغ کا تذکرہ کروں جس کے قدم زمین پر اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے اور وہ کہتا ہے: اے ہمارے رب! آپ کی عظیم ذات پاک ہے تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب آتا ہے کہ یہ بات جھوٹی قسمیں کھانے والے نہیں جانتے.

إنَّ اللهَ جلَّ ذِكرُه أذِن لي أن أُحدِّثَ عن ديكٍ قد فرَقت رجلاه الأرضَ وعنقُه مثنيٌّ تحت العرشِ وهو يقولُ: سبحانَك ما أعظمَك ربَّنا فيرُدُّ عليه ما علِم ذلك من حلف بي كاذبًا.

- الراوي: أبوهريرة.
- المحدث: المنذري.
- المصدر: الترغيب والترهيب.
- الصفحة أو الرقم: 64/3.
- خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح.

خلاصہ کلام

آج کل جن روایات کا چرچا ہے اور خصوصاً عاملین حضرات جس طرح کی روایات مرغ کے بارے میں پھیلا رہے ہیں یہ سب غلط اور اکثر من گھڑت روایات ہیں، مرغ کا جادو جنات سے کوئی تعلق نہیں، لہذا اس طرح کے واہیات اقوال اور افعال سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۴ فروری ۲۰۱۸